ISSN 0971-9288

www.urdubookreview.in

عام شمارہ
₹ 40

# اردو بک ریویو

جنوری - فروری - مارچ 2025

لوگ کہتے ہیں کہ ہو باغ میں لیکن ہم کو
یاں کہ ہر شے نظر آتی ہے بیاباں کی طرح

— امتیاز علی عرشی [آمد: 8 دسمبر 1905 — رخصت: 25 فروری 1981]

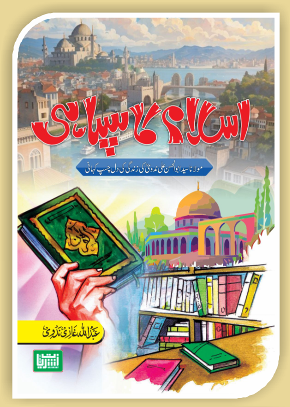


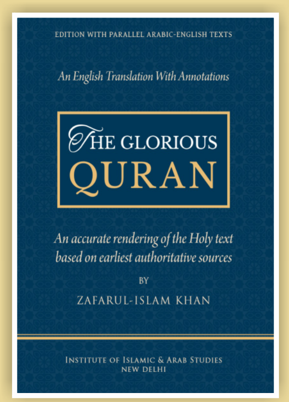


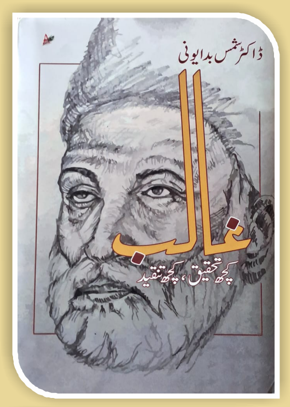


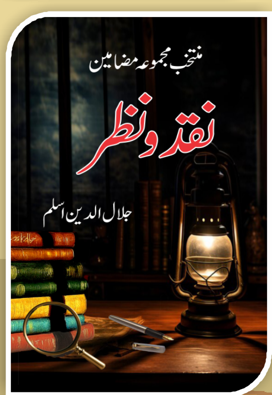


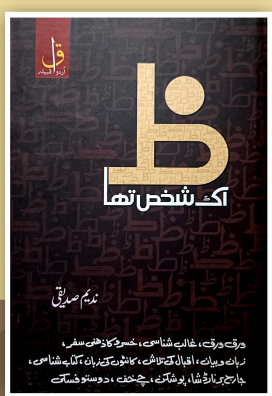


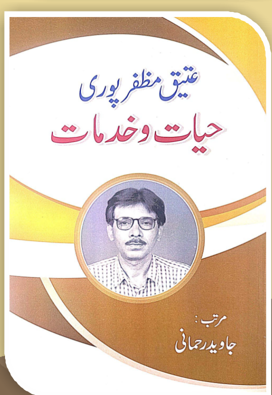

# ڈاکٹر شمس بدایونی کی مطبوعات

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | دیدودریافت (مجموعۂ مضامین) | روشن پبلی کیشنز، بدایوں | ۱۹۸۱ء |
| ۲ | شعری ضرب الامثال (قسط اول، تحقیقِ اشعار) | روشن پبلی کیشنز، بدایوں | ۱۹۸۴ء |
| ۳ | ازخاکِ بدایوں (تذکرہ وانتخاب) | اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بدایوں | ۱۹۸۵ء |
| ۴ | حقائق وبصائر (مجموعۂ مقالات) | بریلی الکٹرک پریس، بریلی | ۱۹۸۶ء |
| ۵ | مکاتیب شمیم (تدوین) | جمال پرنٹنگ پریس، رامپور | ۱۹۸۷ء |
| ۶ | اردو نعت کا شرعی محاسبہ (تنقید) | جمال پرنٹنگ پریس، رامپور | ۱۹۸۸ء |
| ۷ | نے تکتا کیا ہے؟ (ہندی) | روشن پبلی کیشنز، بدایوں | ۱۹۸۸ء |
| ۸ | شعری ضرب الامثال (قسط دوم، تحقیقِ اشعار) | روشن پبلی کیشنز، بدایوں | ۱۹۸۸ء |
| ۹ | شعراے بدایوں، دربارِ رسول میں (تذکرہ) | اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بدایوں | ۱۹۸۹ء |
| ۱۰ | اختر انصاری: دید پس دید (مضامین وخطوط) | اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بدایوں | ۱۹۸۹ء |
| ۱۱ | نظامی بدایونی اور نظامی پریس کی ادبی خدمات (علمی مقالہ) | نامی آفسیٹ پرنٹرس، دہلی | ۱۹۹۵ء |
| ۱۲ | بجنوری بحیثیت ناقدِ غالب (تنقیدی مقالہ) | اردو رائٹرس گلڈ، الٰہ آباد | ۱۹۹۷ء |
| ۱۳ | شعراے بدایوں دربارِ رسول میں (تذکرہ) | طبع دوم، ڈان پرنٹنگ پریس، کراچی | ۱۹۹۷ء |
| ۱۴ | نقد واثر (مجموعۂ مقالات) | اردو بک ریویو، نئی دہلی | ۲۰۰۴ء |
| ۱۵ | لطیف نامہ (اشاریہ) | روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، رامپور | ۲۰۰۴ء |
| ۱۶ | غالب اور بدایوں (تحقیق) | غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی | ۲۰۱۰ء |
| ۱۷ | مکتوباتی ادب (تحقیقی مقالات) | اردو بک ریویو، نئی دہلی | ۲۰۱۰ء |
| ۱۸ | مزارِ غالب (تحقیق) | غالب اکیڈمی، دہلی | ۲۰۱۱ء |
| ۱۹ | شبلی کی ادبی وفکری جہات (تحقیق) | دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ | ۲۰۱۳ء |
| ۲۰ | مزارِ غالب (ہندی ترجمہ) | غالب اکیڈمی، دہلی | ۲۰۱۴ء |
| ۲۱ | صحت زبان از جگر بریلوی (مع مقدمہ وحواشی) | ساہتیہ اکیڈمی، دہلی | ۲۰۱۴ء |
| ۲۲ | شبلی اور آزاد: مراسم وتعلق کا اوّلین دَور (تحقیق) | اپلائڈ بکس، نئی دہلی | ۲۰۱۴ء |
| ۲۳ | تفہیم غالب کے مدارج (تحقیقی وتنقیدی مقالات) | غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی | ۲۰۱۵ء |
| ۲۴ | حنیف نقوی کی ابتدائی تحریریں (مع مقدمہ وحواشی) | مرکز تحقیقات اردو وفارسی، گوپال پور | ۲۰۱۶ء |
| ۲۵ | خطوطِ شبلی، مرتبہ امین زبیری (تدوین) | ساہتیہ اکیڈمی، دہلی | ۲۰۱۶ء |
| ۲۶ | جہاتِ سرسیّد (تحقیقی مقالات) | براؤن بک پبلی کیشنز، دہلی | ۲۰۱۸ء |
| ۲۷ | خطوطِ شبلی بنام خواتین فیضی (جدید ایڈیشن) | اپلائڈ بکس، نئی دہلی | ۲۰۲۰ء |
| ۲۸ | مکتوبات اسلم محمود | خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ | ۲۰۲۱ء |
| ۲۹ | تعلیمی سفرنامے (لندن، ہالینڈ، جرمنی اور فرانس کے سفرنامے نیز دیگر مضامین) | اپلائڈ بکس، نئی دہلی | ۲۰۲۲ء |

Dr. Shams Budauni - Mobile No. 9837092245

Website: www.urdubookreview.in

سہ ماہی

# اردو بک ریویو

ISSN 0971-9288

# URDU BOOK REVIEW

جلد: XXXI شمارہ: 41 جنوری، فروری، مارچ: 2025

رجب المرجب، شعبان المعظم، رمضان المبارک ۱۴۴۶ ھجری

مدیر

محمّد عارف اقبال

مدیر اعزازی

ڈاکٹر سیّد تنویر حسین

سرکولیشن مینیجر

ندیم عارف

Mobile: 9953067664

مجلس ادارت

☆ ڈاکٹر شمس بدایونی (بریلی) ☆ اے۔ یو۔ آصف (نئی دہلی)

☆ شفیق الرحمٰن (نئی دہلی)

☆ سعید اختر اعظمی (ریاض، سعودی عرب)

مجلس مشاورت

☆ کاشف الہدیٰ (USA) ☆ رضوان احمد فلاحی (لندن)

☆ پروفیسر خالد محمود (نئی دہلی) ☆ ادریس احمد خاں (دہلی)

☆ ڈاکٹر محمد قطب الدین ابوشجاع (انڈیانا، USA)

☆ عارف محمود انصاری (مسقط، عمان)

☆ شاہ حسین نہری (اورنگ آباد، مہاراشٹر)

☆ احمد ابوسعید (حیدرآباد) ☆ سلمان غازی (ممبئی)

☆ ڈاکٹر سیّد احمد خاں (نئی دہلی) ☆ پروفیسر ارتضیٰ کریم (دہلی)

☆ انتخاب عالم انصاری (ممبرا، تھانے)

☆ عبدالرحمٰن صدیقی (ممبئی) ☆ اعزاز حسن (دہلی)

ممبر آل انڈیا اردو ایڈیٹرز کانفرنس

Under UGC Care List

Member, Press Club of India, New Delhi

**قیمت**

عام شمارہ (اسٹینڈ قیمت) : -/40

سالانہ (عام بذریعہ سادہ ڈاک) : -/200

سالانہ (عام رجسٹرڈ ڈاک) : -/350

سالانہ (کتب خانے و ادارے) : -/550 (رجسٹرڈ ڈاک)

تاحیات (ہندوستان) : -/5000

پاکستان، بنگلہ دیش و نیپال : -/2000 (سالانہ)

تاحیات : -/15000 (بھارتی کرنسی)

**دیگر ممالک**

: 35 امریکی ڈالر (سالانہ)

: 500 امریکی ڈالر تاحیات

**آن لائن رقم ٹرانسفر کرنے کے لیے**

**Mohammad Arif Iqbal**
Current A/c No. 33469561425
State Bank of India, Jama Masjid Delhi
IFSC: SBIN0002366

بینک ڈرافٹ یا ملٹی سٹی چیک پر صرف

"URDU BOOK REVIEW"

تحریر کریں۔

Registered Office

URDU BOOK REVIEW
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel
Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2

ترسیل زر اور ادارتی و انتظامی امور میں رابطے کا پتہ

1739/104, First Floor, M.P. Street
Pataudi House, Darya Ganj
New Delhi-110002 Ph: [O] 011-44753890
[M] +91 9953630788 +91 9899506816
Email: urdubookreview1995@gmail.com

کمپیوٹر کمپوزنگ: اردو بک ریویو، ڈی ٹی پی ڈویژن

کمپوزیٹر: محمد عمران

Printer, Publisher and Editor: Mohammad Arif Iqbal

پرنٹر، پبلشر اور اونر محمد عارف اقبال نے اصیلا آفسیٹ پرنٹرز، 08-1307، کلاں محل، دریا گنج، نئی دہلی-2 سے چھپوا کر دفتر اردو بک ریویو، 1739/3، (ذیلی منزل)، نیو کوہ نور ہوٹل، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی-2 سے شائع کیا۔

# ترتیب


**اداریہ:** کتاب، اسمارٹ فون اور بچّوں کا منفی رجحان 03-04
اسکول کے بچّوں کی تشویشناک صورت حال

**عرضِ ناشر:** چکنا گھڑا! 05

**قارئین کے تاثرات** 06-08

**بلا تبصرہ:** (۱) اکبر الہ آبادی [عبدالرؤف عروج] 09-10
(۲) دستِ تہہ سنگ [پروفیسر محسن عثمانی ندوی] 11-12

**علم و ادب:** آرسی کیا ہے اور مصحف کیا؟ [ابونشر] 13-14

**کتاب زندگی**
- ڈاکٹر محمد اظہر حیات (ناگپور، مہاراشٹر) 15
- ڈاکٹر ریحان حسن (امرتسر، پنجاب) 17

**سیر حاصل:** (مفصّل تبصرہ) 19-32
- غالب: کچھ تحقیق، کچھ تنقید [ڈاکٹر شمس بدایونی] 19
- ظ: ایک شخص تھا [ندیم صدیقی] 25
- نقد و نظر (منتخب مجموعہ مضامین) [جلال الدین اسلم] 29

**جائزہ انگریزی کتاب:** دی گلوریس قرآن
- The Glorious Quran 33-35/53

**نقد و تبصرہ** 37-53
- معرفت حیواناتِ قرآنی 37
- اردو صحافت کے فروغ میں غیر مسلم صحافیوں کی خدمات 38
- سائل دہلوی (مونوگراف) 40
- اسلام کا سپاہی (مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کی زندگی...) 42
- روہیل کھنڈ میں اردو افسانہ 43
- گلہائے رنگا رنگ (ادبی مضامین) 45
- ریاضِ عروج 46
- کنور مہندر سنگھ بیدی سحر: فن اور شخصیت 48
- تشبیہ میں تقلیب کا بیانیہ 50
- اردو مضمون نگاری: فن اور تاریخ 51
- مسلم مجاہدین آزادی (آزادی کا امرت مہوتسو) 52

**جائزہ: اردو کتب و رسائل** 55-60
- عتیق مظفر پوری: حیات و خدمات 55
- کھوئے ہوؤں کی جستجو 56
- اظہر نیّر: شخصیت اور خدمات 59
- یادگار مجلّہ، عالمی یونانی میڈیسن: 2025 60

خصوصی گوشہ: پروفیسر حکیم سیّد خلیفۃ اللہ: حیات و خدمات

**شعری ادب:** (مجموعہ کلام) 61-70
- کرب احساس 61
- نکہت غزلستان (کلیات نادم بلخی، دو جلدیں) 62
- پروازِ شاہین (مجموعہ رباعیات) 64
- رات سمندر خواب (غزلیں اور نظمیں) 65
- مختار ٹونکی کی منتخب غزلیات 67
- بچّوں کا بارہ ماسہ اور دوسری نظمیں 68
- چہچہاہٹ (بچّوں کی نظمیں) 69

**وفیات** [Obituaries]: 71-86
- ڈاکٹر منموہن سنگھ (71)
- شاہ قادری سیّد مصطفی رفاعی جیلانی (72)
- سیّد محمد جعفر مسعود حسنی ندوی (73)
- ڈاکٹر تابش مہدی (74)
- ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن (75) • مختار بدری (76)
- پروفیسر قمر جہاں (77) • الما لطیف شمسی (77)
- ڈاکٹر شعور اعظمی (78)
- فرید الدین اختر فلاحی (80)
- محمد عصمت بوبیرے (81)
- نصیر الدین خاں (82)
- مولوی سیّد احمد علی (83)
- محمد خورشید پرویز صدیقی (83)
- طارق متین (84)
- شبیر شاد (85) • ڈاکٹر آر چد مبرم (85)
- محمد رامش (85) • شاد عباسی (86) • سرور نگینوی (86)
- پروفیسر قاضی زین الساجدین قاسمی (86)

**موضوعاتی اشاریہ:** اردو بک ریویو 87-91
(جنوری تا دسمبر 2024، جلد 30، شمارہ 37 تا 40)

**نئی کتب:** [New Arrivals] 93-95



**مضمون نگار یا مبصر کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# کتاب، اسمارٹ فون اور بچّوں کا منفی رجحان

## اسکول کے بچّوں کی تشویشناک صورتِ حال

کووڈ:19 کے مہلک اثرات کا معمہ شاید اب بھی دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے۔ ایک زمانے میں جب ہمارے ملک میں ٹیلی ویژن (T.V.) عام نہیں تھا، ہندوستان کی تقریباً 70 فیصد آبادی دوسری دنیا سے انتہائی کم واقفیت رکھتی تھی۔ بہ الفاظ دیگر اس مصیبت سے کوسوں دور تھی۔ جب ٹی. وی. کے ساتھ موبائل فون عام ہونے لگا اور گاؤں تک پہنچ گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ گاؤں کی ترقی میں شاید اسی چیز کی کمی تھی۔ پھر اسمارٹ فون کے انقلاب نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ تاہم ایسا لگتا ہے کہ سائنس اور ٹکنالاجی کے ماہرین کو پھر بھی اطمینان نہیں تھا۔ کیونکہ کمپیوٹر اور اس کے ذریعے انٹرنیٹ کا استعمال ابھی محدود ہاتھوں میں تھا۔ لیپ ٹاپ اور ٹیبلیٹ کی نئی شکلیں جب عوام کے ہاتھوں میں تھمادی گئیں تو رفتہ رفتہ ' کرلو دنیا مٹھی میں' کا نعرہ شرمندہ تعبیر ہونے لگا۔

سائنس اور ٹکنالاجی کے اس ترقی معکوس سے اس کے مقتدری شاید اب مطمئن نہیں تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ کووڈ:19 کے تباہ کن حالات پوری دنیا میں شاید اس لیے پیدا کیے گئے کہ انسانوں کو گھروں میں کچھ دنوں کے لیے محصور کر کے یہ تجربہ بھی کیا جائے کہ اپنے گھر کے کمروں میں محصور ہو کر وہ کس طرح دنیا سے رابطہ قائم رکھ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں پوری دنیا میں قائم کارپوریٹ سیکٹرز نے اپنے ملازمین کو یہ رعایت دی کہ وہ اپنے گھر سے ہی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہیں۔ اس فیصلے سے ان ملازمین کو ضرور فائدہ ہوا جو براہ راست کمپیوٹر ٹکنالاجی سے منسلک تھے لیکن افتاد ان پر پڑی جو روایتی (Traditional) انداز سے اپنے ہر کام کو انجام دینے کے عادی تھے اور اپنے ہر کام یا تجارت کے روایتی اصول پر گامزن تھے۔ لیکن کووڈ کی وجہ سے چھوٹے دکاندار اور تاجر بے بس ہو گئے۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے ' آن لائن' (Online) نظامِ تجارت کو فروغ دیا، ان کی تجوریاں گھر بیٹھے بھرنے لگیں۔ شہر، گاؤں اور دیہات کی تفریق زندگی کے ہر میدان میں تقریباً معدوم ہو گئی۔ سماج کی تصویر ایسی بنائی گئی کہ ہر انسان گھر بیٹھے ہر چیز حاصل کرنے میں عافیت محسوس کرنے لگا۔

کووڈ:19 کے انقلاب کی یہ ایک ایسی تصویر ہے جس میں موجودہ بدلتی ہوئی دنیا کو واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس دنیا میں ایک تصویر ان بچوں کی بھی ہے جو اسکولوں، کالجز اور یونیورسٹیز میں زیر تعلیم ہیں۔ اس تصویر میں ٹین ایجرز (Teen-agers) کی حالت انتہائی قابل رحم کہی جاسکتی ہے۔ ہندوستان میں ایک این جی او 'پرتھم' کے نام سے 2005 میں قائم کی گئی تھی۔ اس کی جانب سے 14 سے 18 سال تک کے طلبا کی ایک سروے رپورٹ 2024 میں منظر عام پر آئی ہے۔ اسے ASER-2024 یا Annual Status of Education Report-2024 بھی کہا جاتا ہے۔ اس رپورٹ سے قومی سطح پر اسکول میں زیر تعلیم بچوں کی موجودہ خطرناک کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پندرہ سال قبل اسکول کے بعض بچوں

میں ویڈیو گیمز کی لت کے ضرر رساں اثرات محسوس کیے جاتے تھے،لیکن ان سے کہیں زیادہ موجودہ منفی اثرات اسکول کے بچوں میں مرتب ہورہے ہیں، جیسا کہ ASER-2024 کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے۔ یہ رپورٹ گوگل پر دستیاب ہے۔ اس سلسلے میں ہندی روزنامہ 'دینک جاگرن'(9فروری2025) نے ایک تجزیاتی رپورٹ شائع کی ہے،جس کا عنوان ہے 'مہنگا نہ پڑ جائے موبائل'۔ یہ عنوان اس لحاظ سے ذرا ہلکا ہے کہ تجزیاتی رپورٹ میں جو بات کہی گئی ہے،زیادہ خطرناک ہے۔

ایک بچہ جس کی نشوونما فیملی میں مہذب اور روایتی طریقے سے ہورہی ہے، اگر وہ نفسیاتی پیچیدگی کا شکار ہوکر کتابوں سے جی چرانے لگے اور والدین کی طرف سے تنبیہ کرنے پر چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرنے لگے تو سمجھ لینا چاہیے کہ مرض گہرا ہوتا جارہا ہے۔ والدین جن کا کُل سرمایہ ان کی اولادیں ہوتی ہیں، اگر وہ اس سرمایہ ہی سے محروم ہونے لگیں تو اندازہ کیجیے کہ صورت حال کس قدر تشویش ناک ہے۔ دینک جاگرن کے مطابق "ملک کے 82.2 فیصد طلبا موجود دور میں اسمارٹ فون استعمال کررہے ہیں،مگر حالات یہ ہیں کہ 14 سے 18 سال کے بچے درجہ سوم کی سطح کی ریاضی (Mathematics) حل کرنے میں ناکام ہیں اور ان میں سے 25 فیصد بچے تو پڑھنے میں بھی کورے ہیں۔" دینک جاگرن مزید لکھتا ہے:

" کورونا کے بعد بچوں کو پڑھائی کے لیے بھی اسمارٹ فون کا استعمال کرنے کی اجازت مل گئی۔ اسمارٹ فون کی دیگر ڈیوائس کی عادت کا یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ بچوں میں قوت برداشت کم ہورہی اور وہ چڑچڑے پن کے شکار ہورہے ہیں۔ ان کے لیے اسکرین کے چھوٹے فونٹ (Fonts) کو پڑھنا آسان ہوگیا ہے مگر کتاب میں لکھے حروف کو وہ مشکل سے پڑھ پا رہے ہیں۔ نیز ان میں صبر و استقلال کی کمی دکھائی دیتی ہے اور وہ مطالعے پر توجہ کم مرکوز کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بچوں میں تاخیر سے بولنے (Speech delay) کا مسئلہ پیدا ہورہا ہے نیز ان میں گفتگو کرنے کے آداب مفقود ہوتے جارہے ہیں۔"

اے ایس ای آر (ASER) کے مطابق جہاں بہت سے نفسیاتی امراض میں بچے مبتلا ہورہے ہیں وہیں ان میں سیکھنے کا عمل کم ترین درجے پر پہنچ گیا ہے۔ ASER کے مطابق یہ بھی محسوس کیا جارہا ہے کہ حکومت کی تعلیمی پالیسی کے سبب بچے پرائیوٹ اسکول سے گورنمنٹ اسکول میں داخلہ لینا زیادہ پسند کررہے ہیں کہ وہاں تعلیم کے نام پر اسمارٹ فون کے استعمال کی کھلی اجازت ہے۔ رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسمارٹ فون تیزی سے بچوں کو میڈیا کا عادی (Media addict) بنا رہی ہے۔ ان میں ویڈیو، ریلس اور شارٹس لینے کا رجحان عام ہوگیا ہے۔ ایسے بچوں میں Social Anxiety عام ہورہی ہے جس کی وجہ سے وہ عام لوگوں کے درمیان بیٹھنا پسند نہیں کرتے اور لوگوں کے درمیان بیٹھ کر بات چیت کرنا بھی ان کے لیے دشوار ہورہا ہے۔

ایک دردناک تازہ رپورٹ (روزنامہ منصف، حیدرآباد، 15 مارچ 2025) کے مطابق آندھرا پردیش کے ضلع کا کیناڈا کے 37 سالہ شخص نے اپنے دو بچوں کو پانی میں ڈبو کر اس لیے قتل کردیا کہ دونوں کمسن بچے تعلیم میں کمزوری کا مظاہرہ کررہے تھے۔ اس واردات کو انجام دینے کے بعد وہ شخص جو او این جی سی میں ملازم تھا، اس نے خودکشی کرلی۔

بچوں کو کتابوں سے جوڑے رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کے لیے اسمارٹ فون کے استعمال کو محدود کیا جائے اور والدین اپنی نگرانی میں خود بھی کتابوں کا مطالعہ کریں اور اپنے بچوں کو اس کی طرف راغب کریں۔

16 مارچ 2025 —— محمد عارف اقبال

## عرض ناشر

# چکنا گھڑا!

محترم قارئین!

ایک پُرانی کہاوت ہے کہ چکنے گھڑے پر پانی نہیں ٹھہرتا۔ یہ مثال صادق آتی ہے ہمارے اُتر پردیش کے وزیر اعلیٰ مہنت یوگی آدتیہ ناتھ اور ان جیسے دیگر انتہا پسند مذہبی سیاست دانوں پر۔ یوگی جی کی گھٹی میں ایسا مذہب ہے جسے وہ سناتن دھرم کہتے ہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ ملک کی تاریخ میں ایسے کوئی یوگی رہے ہوں جنھوں نے مسلمانوں کی خدمات بالخصوص مسلم حکمرانوں کی خدمات اور یادگار سے شدید نفرت کا اظہار کیا ہو۔ گزشتہ دنوں یو پی اسمبلی میں اردو کے نام پر یوگی جی نے جو کچھ کہا اسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ محمد اعظم شاہد صاحب اور ان جیسے دیگر صحافی اور دانشور حضرات دفاعی طرز عمل کا ثبوت کیوں دے رہے ہیں۔ دلائل اکٹھا کرنے میں اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ سوشل میڈیا پر ان دنوں جس طرح کے ویڈیوز گشت کرائے جا رہے ہیں، اندازہ ہوتا ہے کہ ہم ہی 'گنہگار' ہیں۔

شاید ہمیں نہیں معلوم کہ یوگی جی کے 'کٹھ ملّا' کا پس منظر کیا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ 'اردو اور مولویوں کی شان' میں وہ کس طرح کی گستاخی کر رہے ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ خاموشی کو ترجیح دیتے ہوئے حقیقی مسئلہ پر غور و فکر کیا جائے کہ یوگی جی اسلام اور اس سے جڑی تمام یادگاروں سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔ اگر گہرائی میں اترنے کی کوشش کی جائے تو یقینی طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ 'حق و باطل' کا ہے۔ وہ 'ایشور' کے مقابلے میں 'اللہ' کو گوارا نہیں کر سکتے۔ یوگی جی کے سامنے کسی بھی 'سیکولر پالیسی' کی دہائی نہیں دی جا سکتی۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس وقت یوگی جی کو سنتے رہیے، کوئی جواب نہ دیجیے۔ جہل اور بدزبانی کا جواب جہل سے نہیں دیا جا سکتا ہے بلکہ 'قالو سلاما' ہی ہمارے لیے بہتر ہے۔

دوسری طرف مشتعل کرنے والے ان واقعات کو سنجیدگی سے لینے کے بجائے ہم اُردو کے لیے جو کچھ اب تک نہیں کر سکے ہیں، ہر ممکن طریقے سے کچھ کرنے کی کوشش کریں۔ صرف ایک یہی عزم کر لیں کہ دنیا اِدھر سے اُدھر کیوں نہ ہو جائے تمام جدید علوم کے ساتھ ہمارے بچے لازماً اردو کے اسکالر بن جائیں۔ اگر صرف اتنا کام احسن طریقے سے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ہم کرنے لگیں گے تو یاد رکھیے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام سرکاری اسکولوں بشمول پرائیویٹ اسکولس کی طرف سے اردو پڑھنے کے لیے طلبا کو تلاش کرنے کی مہم کا آغاز ہو جائے گا۔ کیونکہ اردو سب کی زبان ہے، صرف مسلمانوں کی نہیں۔

کاش ہم صبر و تحمل کے ساتھ اردو کے لیے مخلص ہو جائیں۔!!

14 مارچ 2025

—— محمد عارف اقبال
Mobile: 09953630788

# قارئین کے تاثرات

❑ ... 'اردو بک ریویو' کا نیا شمارہ اکتوبر، نومبر، دسمبر 2024 حال ہی میں منظر عام پر آیا ہے۔ رسالے کی تمام مشمولات حسب معمول ہیں۔ ' کتابِ زندگی' میں اس مرتبہ ڈاکٹر سعید احمد سندیلوی (لکھنؤ)، ڈاکٹر ارشاد احمد (سیوان)، ڈاکٹر امتیاز احمد (سیوان) اور محمد خورشید اکرم سوز (بہار رمقیم ایوت محل) نے جوابات سے اپنی ' کتابِ زندگی' کے اوراق پلٹے ہیں اور قارئین کو مخفی گوشوں سے روشناس کیا ہے۔

محمد عارف اقبال کا اداریہ بعنوان 'ہندتو کا سیاسی منصوبہ: مسلمانانِ ہند کے تناظر میں' عمدہ ہے۔ یوں بھی 'اردو بک ریویو' کا اداریہ لائق مطالعہ اور عام ادبی رسالوں سے الگ ہوتا ہے۔ انہوں نے مذکورہ اداریے میں متنازعہ مورخ پی این اوک اور آر ایس ایس کے نظریے پر روشنی ڈالی ہے۔ معلومات سے بھرپور اس اداریے کے آخر میں وہ لکھتے ہیں: ''ایسا لگتا ہے کہ بھارت کے مسلمان اب ایک ایسے دور میں داخل ہو چکے ہیں کہ ان کے لیے کوئی چارہ نہیں کہ وہ تمام جلی اور خفی شرک کا انکار کرتے ہوئے خود کو اللہ رب العزت کے سپرد کر دیں، ممکن ہے کہ آنے والی حقیقی دنیا یعنی آخرت کا ادراک ہمیں ہو جائے۔''

خوش آئند اطلاع یہ ہے کہ ادبی رسالہ 'اردو بک ریویو' نے اپنی اشاعت کے 30 برس مکمل کر لیے ہیں۔ اردو کے کسی بھی رسالے کا اتنے برسوں تک جاری رہنا کسی اعزاز سے کم نہیں ہے۔ اس کامیابی کے لیے اس کے مدیر محمد عارف اقبال مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہیں دل کی گہرائیوں سے مبارکباد!

محمد عارف اقبال نے اردو اور ادب سے اپنے رشتے کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا اور جہاں تک ممکن ہو سکا، اردو سے اپنی محبت کا حق ادا کر دیا۔ اب یہاں اردو سے وفاداری کا دعویٰ کرنے والوں اور ان لوگوں کو جو اردو کے سبب روزی روٹی اور دولت کما رہے ہیں، یہ سوچنا چاہیے کہ کیا انہوں نے اپنی ذمہ داری ایمانداری سے ادا کی ہے۔

انہوں نے کبھی یہ سوچنے کی ضرورت محسوس کی ہے کہ کسی رسالے کی اشاعت اور وہ بھی مستقل اشاعت کے لیے ایک مدیر کو کن کن دشواریوں سے گزرنا پڑتا ہوگا؟ 'اردو بک ریویو' اِن 30 برسوں کے دوران کئی نشیب و فراز سے گزرا، مگر محمد عارف اقبال کی جواں مردی اور حوصلے نے اسے بند ہونے سے محفوظ رکھا۔ اردو سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں اور خصوصاً صاحبِ ثروت افراد کو چاہیے کہ وہ 'اردو بک ریویو' کی تاحیات رکنیت خود بھی حاصل کریں اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی اس جانب راغب کریں، تاکہ رسالے کی کمر مضبوط ہو سکے اور یہ رسالہ یوں ہی جاری رہے۔ موبائل نمبر 9953630788 پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

**حنیف وارثی**

ممبئی اردو نیوز، ممبئی-400008۔ موبائل:9320169397

❑ ... آپ کا سہ ماہی مجلّہ 'اردو بک ریویو' اپنی تمام تر خصوصیات اور عمدہ طباعت کے ساتھ ' مکتبہ مرکزیہ' (Central Library) جامعۃ الفلاح کو پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ یہ مجلّہ علمی، ادبی و تحقیقی مضامین اور حسن انتخاب کے لحاظ سے طلبا و اساتذہ کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ اللہ آپ کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

محترم! اس مجلّہ سے کم و بیش ساڑھے چار ہزار طلبا و طالبات، اساتذہ و معلمات استفادہ کرتے رہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ آئندہ بھی اعزازی موصول ہوتا رہے گا، نوازش ہوگی۔

**عرفان احمد فلاحی**

لائبریرین، سنٹرل لائبریری، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ-276121 (یوپی)۔ موبائل نمبر:8795780380

## اردو سے تعلق اور محبت کا ثبوت دیجیے

دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ ایک معروف علمی، تحقیقی اور تصنیفی ادارہ ہے۔ اس ادارے کی کارکردگی کے سو سال مکمل ہو چکے ہیں۔ یہاں سے شائع ہونے والی کتابیں ماخذ اور سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس کا اپنا علمی معیار ہے۔

دارالمصنّفین کے نظریہ ساز اور بانی علامہ شبلی نعمانی تھے۔ وہ اپنے زمانے کی نہایت ہی عبقری شخصیت، محقق، مفکر اور تاریخ داں تھے۔ علامہ شبلی نعمانی کو اس دنیا سے گزرے ہوئے سو سال مکمل ہو چکے ہیں۔ دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی سے علمی و تحقیقی رسالہ

ماہنامہ معارف اب بھی پابندی سے نکلتا ہے۔ 2014 میں شبلی صدی کے موقع پر ماہنامہ معارف کا خصوصی شبلی نمبر شائع ہوا جوکہ 320 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ نمبر اپنی نوعیت کا نہایت ہی منفرد اور دستاویزی نوعیت کا حامل ہے۔ خاکسار کی نظر میں معارف کے شبلی نمبر کا ایک اہم مضمون محقق، مصنف پروفیسر ریاض الرحمٰن شروانی کا کلیدی خطبہ ہے؛ جوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پروفیسر ریاض الرحمٰن شروانی نے علامہ شبلی نعمانی کی شخصیت، افکار اور خدمات کا نہایت ہی جامع انداز میں تعارف پیش کیا ہے۔

یہ شمارہ اب بھی نیٹ پر موجود ہے اور اسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کر کے پڑھا جاسکتا ہے۔ خاکسار نے جیسے ہی پروفیسر شروانی کے کلیدی خطبہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا تو نہ صرف معلومات میں اضافہ ہوا؛ بلکہ ذہن کے بند دریچے بھی کھلنے لگے، لیکن مشکل سے نیٹ پر صرف دس صفحات ہی پڑھ پایا۔ پھر میرے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ کلیدی خطبہ کی فوٹو کاپی نکال لی جائے۔ اسی مقصد کے تحت جب زیراکس سنٹر پہنچا تو انہوں نے ان بیس صفحات کے پرنٹ آؤٹ کی قیمت فی صفحہ تین روپے کے حساب سے ساٹھ روپے بتائی۔ جب کہ مجھے فوری طور پر دارالمصنّفین سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ 320 صفحات پر مشتمل معارف کے شبلی نمبر کی قیمت ڈیڑھ سو روپے، اور پچاس روپے کے ساتھ دوسو روپے میں ڈاک کے ذریعے یہ نمبر گھر بیٹھے مل سکتا ہے۔ اگر میں 60 روپے خرچ کر کے صرف کلیدی خطبہ کی فوٹو کاپی کرالوں تو اس کے دوسرے مضامین اور مکمل خصوصی نمبر سے محروم رہوں گا۔ میں نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ دوسو روپے ادا کر کے معارف کے خصوصی شبلی نمبر کو گھر پر حاصل کرلوں۔ میں نے کیو آر کوڈ کے ذریعے پیسے منتقل کر کے اس کا آرڈر دے دیا۔ یہ بھی اردو سے تعلق اور محبت کا اظہار ہے۔

خاکسار نے اس بات کا اظہار کرنا اس لیے ضروری سمجھا کہ آج کل جن لوگوں کی مادری زبان اردو ہے یا جو اردو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں؛ ان میں سے کئی لوگ زبانی جمع خرچ کے ذریعے اردو سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم ایسے اظہار کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی اردو سے تعلق اور محبت کا ثبوت دیں گے تو اس

## فرمانِ الٰہی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

**کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟...**

**ترجمہ:**

(اے نبی ﷺ) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اُس کے سوا دوسروں سے تم کو ڈراتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جسے گمراہی میں ڈال دے اُسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے ○ اور جسے وہ ہدایت دے اُسے بھٹکانے والا بھی کوئی نہیں۔ کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟○ اِن لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے۔ اِن سے پوچھو، جب حقیقت یہ ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری دیویاں، جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، مجھے اُس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روک سکیں گی؟ بس اِن سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں○ ان سے صاف کہو کہ ”اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا رہوں گا، عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا○ کہ کس پر رُسوا کن عذاب آتا ہے اور کسے وہ سزا ملتی ہے جو کبھی ٹلنے والی نہیں“○

[سورۃ الزمر: آیات ۳۶ تا ۴۰]

ترجمانی: علّامہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

منجانب ——— **ایک خیر خواہ**

سے اردو کو فائدہ پہنچے گا۔

**عبدالرحمٰن پاشا**

حیدرآباد۔موبائل نمبر:7093067074

❑ ... آپ کا حوالہ جاتی مجلّہ 'اردو بک ریویو' مسلسل مل رہا ہے اور علمی معلومات میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ مجلّہ کی اشاعت میں بطور تعاون مبلغ دو ہزار روپے پیش خدمت ہیں، قبول فرمائیں۔

رب کریم آپ کو تادیر بہ صحت و عافیت رکھے۔ آمین!

**(ڈاکٹر) محمد شعائراللہ خاں وجیہی القادری**

ناظم، مدرسہ جامع العلوم فرقانیہ، رامپور۔
متولی، خانقاہ احمدیہ قادریہ، رامپور-244901 (یوپی)
Mobile: 9412364111

❑ ... 'اردو بک ریویو' کی مسلسل تیس سال کی کامیاب اشاعت کے لیے آپ کے عزم اور حوصلے کو سلام ... بہت بہت مبارکباد قبول فرمائیں۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ فلسطین — اسرائیل جنگ 15 ماہ کے طویل عرصے کے بعد رُک گئی ہے جس میں تقریباً پچاس ہزار فلسطینی افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ ملک و ملت کے لیے ان مظلوم فلسطینیوں کی قربانیوں کو اللہ شہادت کے منصب سے شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی ممالک اور خصوصاً عرب ممالک اپنے سیاسی اور تجارتی اختلافات بھلا کر باہمی اتحاد سے ایک رائے ہو کر فلسطین کی بقا اور سالمیت کے لیے اپنی پوری قوت اور ذرائع کو استعمال کرنے کی کوشش کریں تو اس معرکے کو فتح کرنا کوئی دشوار کام نہیں۔ انہی حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے علامہ اقبال نے مسلم قوم کو اپنے پیغام میں آگاہ کیا تھا:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

**حفیظ احمد خان**

غوث منزل، احمد نگر کالونی، تحصیل محلّہ پچھور، ضلع شیوپوری-473995
(مدھیہ پردیش)۔موبائل نمبر:9584108615


## Statement of Ownership & Other Details

URDU BOOK REVIEW, Quarterly

(As per Form IV) R.N.I. No. 63106/95

***Place of Publication*:**
1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Daryaganj, New Delhi-110002
*Periodicity* : Quarterly
*Printer* : Mohammad Arif Iqbal
*Nationality* : Indian
*Address* : E-75, Street No. 3, Madanpur Khadar, Kanchan Kunj, Sarita Vihar, New Delhi-110076
*Publisher* : Mohammad Arif Iqbal
*Nationality* : Indian
*Address* : E-75, Street No. 3, Madanpur Khadar, Kanchan Kunj, Sarita Vihar, New Delhi-110076
*Editor* : Mohammad Arif Iqbal
*Nationality* : Indian
*Address* : E-75, Street No. 3, Madanpur Khadar, Kanchan Kunj, Sarita Vihar, New Delhi-110076
*Owner* : Mohammad Arif Iqbal
*Nationality* : Indian
*Address* : E-75, Street No. 3, Madanpur Khadar, Kanchan Kunj, Sarita Vihar, New Delhi-110076

I, Mohammad Arif Iqbal, hereby declare that the particulars given above are true to the best of my knowledge and belief.

Sd. (Mohammad Arif Iqbal)
Publisher


***Renewal***

**LIFE MEMBERSHIP**

**Mohammad Shakir Siddiqui**
811 Harvey Road,
APT 34, Colleg Station
**TX 77840 U.S.A.**
E-mail: mssiddiqui@hotmail.com

**محترم قارئین!**

اپنا زرتعاون وقت پر ارسال کرتے رہیں۔ براہ کرم ادارے کی طرف سے یاددہانی کا انتظار نہ کریں۔ یہ دستاویزی مجلّہ آپ کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ (ادارہ)

# اکبر الٰہ آبادی

تالیف: عبدالرؤف عروج

اکبر الٰہ آبادی کی شاعری جدید تہذیب کے خلاف ایک موثر احتجاج تھی۔ وہ 16 نومبر 1846 کو الٰہ آباد کے ایک قصبہ بارہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیّد تفضّل حسین کا شمار اودھ کے مشہور عالموں میں ہوتا تھا۔ اکبر نے ابتدائی تعلیم اُن ہی کی نگرانی میں پائی، پھر مختلف مدارس میں عربی، فارسی اور ریاضی کی تحصیل کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی کے محکمۂ تعمیرات میں ملازم ہو گئے۔ 1866 میں مختاری کا امتحان پاس کیا۔ 1869 میں نائب تحصیل دار ہوئے اس سے اطمینان نہ ہوا تو وکالت شروع کر دی۔ 1881 میں ان کو منصفی کا عہدہ مل گیا۔ اس کے بعد وہ عدالتِ خفیفہ کے جج بنائے گئے۔ 1904 میں پنشن لی اور علمی مشاغل کو اپنی زندگی بنالیا اور ادبی خدمات کے صلہ میں 'خان بہادر' ہو گئے۔

اکبر کا کلام 1904 کے بعد مخزن میں شائع ہوا تو اقبال پہلی مرتبہ اُن کی عظمت سے آشنا ہوئے اور پھر ان کی شاعری نے اقبال پر اتنا اثر ڈالا کہ وہ 1908 میں لندن سے واپس آنے کے بعد اکبر سے باقاعدہ خط و کتابت کرنے لگے یہی نہیں بلکہ انہوں نے اکبر کے اسلوبِ سخن کو بھی اپنایا جس کی واضح مثال بانگِ درا کے آخری حصے میں ملتی ہے۔ اکبر سے اقبال کی پہلی ملاقات 24 جنوری 1913 کو ہوئی۔ اکبر نے مرزا سلطان احمد کے نام ایک خط میں لکھا ہے:

"ڈاکٹر صاحب نے بڑی زحمت اٹھائی۔ صرف چند گھنٹوں مجھ سے ملنے الٰہ آباد تشریف لائے تھے ان کا کرم ہے، نیک دلی ہے ورنہ میری کیا ہستی ہے۔"

جون 1913 میں اکبر کے چھوٹے لڑکے ہاشم کا انتقال ہوا۔ اس سلسلے میں اکبر بہت غمزدہ تھے۔ خواجہ حسن نظامی نے تسلی دی، تعزیت کرنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ اس کے کچھ دنوں بعد اقبال کو کانپور جانا پڑ گیا۔ وہ کانپور جاتے ہوئے الٰہ آباد میں بھی کچھ دیر ٹھہرے اور اکبر کے گھر جا کر ان کے لڑکے کی تعزیت کی۔

اقبال کی والدہ کا انتقال ہوا تو اکبر نے اُردو اور فارسی میں دو قطعات لکھے۔ ان میں سے یہ قطعہ اقبال نے لوحِ مزار پر کندہ کرایا:

مادر مخدومۂ اقبال رفت
سُوئے جنت، زیں جہانِ بے ثبات
گفت اکبر بادل پُر درد و غم
رحلت مخدومہ تاریخ وفات ۱۳۳۳ھ

اکبر سے اقبال کی تیسری ملاقات 29 فروری 1920 کو ہوئی۔ اکبر کے بقول ڈاکٹر اقبال کسی مقدمہ میں ضلع گیا کو گئے تھے مجھ سے ملنے اس طرف سے گزرے، تین دن رہے۔ میں نے ان سے بہت پولیٹکل نشاطِ طبع پایا۔ اس کے باوجود اکبر ان کے ملّی جوش سے پوری طرح متفق نہیں تھے، جن دنوں ان کا ترانۂ حجازی نیا نیا نکلا تھا کسی نے اس کے بارے میں اکبر سے رائے پوچھی تو انہوں نے کہا" اقبال جوان آدمی ہیں، سارا جہاں ہمارا کہہ گئے۔ میں بڑھاپے میں یہ ترنگ کہاں سے لاؤں، میں تو یہی کہوں گا سارا جہاں کیسا کچھ بھی ہمارا نہیں، پھر انہوں نے یہ تین اشعار لکھوائے:

کالج میں ہو چکا جب امتحاں ہمارا
سیکھا زباں سے کہنا ہندوستان ہمارا
رقبہ کو کم سمجھ کے اقبال بول اُٹھے
ہندوستان کیا ہے، سارا جہاں ہمارا
لیکن یہ سب غلط ہے کہنا یہی ہے لازم
جو کچھ ہے سب خدا کا وہم و گماں ہمارا

اکبر کی زندگی کے آخری ایام بڑے کرب و بے چینی میں گزرے۔ ان کی اہلیہ اور بیٹے ہاشم کی موت نے ان پر غم کا پہاڑ توڑ دیا تھا۔ ان کی صحت برابر گرتی جارہی تھی۔ بالآخر وہ مستقل طور پر بیمار رہنے لگے۔ آخر 1921 میں 72 سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اقبال نے اُن کے انتقال کی خبر 'زمیندار' میں پڑھی تو دیر تک افسوس کرتے رہے۔ انہوں نے اسی وقت ایک تعزیتی خط ان کے لڑکے عشرت حسین کو لکھا:

"زمانہ سینکڑوں سال گردش کھاتا رہتا ہے جب جا کے ایک اکبر اسے ہاتھ آتا ہے۔ کاش اس انسان کا معنوی فیض اس بدقسمت ملک اور اس کی بدقسمت قوم کے لیے کچھ عرصہ اور جاری رہتا۔"

[ رجال اقبال، صفحہ 91-90، تالیف: عبدالرؤف عروج، طبع اول مارچ 1988، ناشر: نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی ]

□□□


## ڈاکٹر شمس بدایونی کی دونئی تصانیف

### رموز واوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟

صفحات: 218 قیمت:-/300 اشاعت:2024

ISBN 978-81-970897-6-3

--------------------------------------

### غالب: کچھ تحقیق، کچھ تنقید

صفحات: 407 قیمت:-/650 اشاعت:2025

ISBN 978-93-6691-273-8

ملنے کا پتہ: اردو بک ریویو، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲

Tel. 011-44753890 / 9953630788

## مظہر العلوم ایجوکیشنل چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) دہلی

شاہی امام مسجد فتح پوری دہلی مفکر ملت مفتی اعظم مولانا ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب کی سرپرستی میں عوامی فلاح وبہبود کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے مظہر العلوم ایجوکیشنل چیریٹیبل ٹرسٹ کا قیام عمل میں آچکا ہے، جس سے مستحقین اور ضرورت مند عوام، طلبا اور طالبات کی خدمت و معاونت کا سلسلہ جاری ہے۔ انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ کی طرف سے 12A اور 80G بھی مل گیا ہے۔ اس ٹرسٹ کا اصل مقصد مذہبی اور عصری تعلیم و تربیت کا فروغ، صحت اور انسانی خدمت ہے۔ مزید معلومات کے لیے موبائل نمبر پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

نوٹ: اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

**حماد احمد**

Mazharul Uloom Educational Charitable Trust (Regd.)

6479/11, G.F., Katra Bariyan, Fatehpuri, Delhi - 110006

**Axis Bank (Chandni Chowk Branch)**

A/c No. 920010070673650 IFSC: UTIB0000254

**Bombay Mercantile Co-Operative Bank Limited**

A/c No. 200100100068463 IFSC: UTIB0SBMCB1

The Trust has exemption from Income Tax Under 12A & 80G

Email: trust.mueducation@gmail.com **Mobile: 9899663435 / 9873684293**

Advtt./01/2025

# دستِ تہِ سنگ

تحریر: پروفیسر محسن عثمانی ندوی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سینہ قرطاس پر علم کے موتی بکھیرتے رہتے ہیں، ہم ان کے بہت قدرداں ہیں اور ہم بھی ان کی تحریروں سے استفادہ کرتے ہیں۔ آخر انہیں کیوں اس کا احساس نہیں کہ دھرتی کے سینہ پر اسلام کی سربلندی کے لیے لہو کی تحریریں بھی لکھی جارہی ہیں، اس جہاں میں کچھ ایسے مومن بھی ہیں جن کے لیے شہادت مقصود اور مطلوب ہے۔ ان کے نزدیک مسلمان ہونا شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے۔ ہم اسلام کے لیے ان سرفروشوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو ان کے لیے دعا تو کرسکتے ہیں، لیکن بہ یک جنبشِ قلم ان کی تمام کوششوں پر خط تنسیخ پھیر دینا اور ان کو غلط کار قرار دینا کسی عالم دین کے شایان شان بات نہیں ہے۔ شروع شروع میں عرب دنیا کے موضوع پر مولانا خالد سیف اللہ کی تحریر کی اٹھان اچھی تھی، منصف اخبار میں ان کی غیرت اور حمیت اور حق گوئی سے لبریز چیزیں شائع ہوئیں، ہم فخر کے ساتھ لوگوں سے کہتے تھے مولانا خالد سیف اللہ جیسے عالم دین نے عرب دنیا کے حالات سے متعلق صحیح موقف اختیار کیا ہے، وہ تمام علما کے لیے نمونہ ہیں۔ مصر میں اخوان پر جو ظلم ہوا اس پر انہوں نے نکیر کی تھی، سعودی سفارت خانہ کو ان کی حق گوئی اور بے باکی ناگوار ہوئی، سعودی سفارت خانہ نے منصف اخبار کے ایڈیٹر سے اس تحریر پر احتجاج بھی کیا تھا۔ مولانا خالد صاحب رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی کے ممبر ہیں اور حجاز کی بابرکت سرزمین پر ان کا بار بار جانا ہوتا ہے، مسلسل حق گوئی ان کے لیے مہنگی پڑسکتی تھی چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو اپنا موقف بتدریج تبدیل کرنا پڑا۔ شروع میں انہوں نے اس قدر فرمایا کہ جو لوگ اداروں کے ذمہ دار ہیں ان کے لیے حق گوئی ایک مشکل کام ہے۔ کسی کو ان کے موقف کی تبدیلی پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا۔ کیا ضروری ہے کہ ہر شخص عزیمت پر عمل کرے ایک شخص کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے تو وہ رخصت پر عمل کرسکتا ہے، یہ حق گوئی فرض عین نہیں ہے۔ اعتراض میں وقت ہوتا ہے جب وہ قربانیاں دینے والوں کے بارے میں یہ فتویٰ صادر کرنے لگیں کہ ''ان کی تحریک اسلام سے مکمل طور پر ہٹی ہوئی ہے۔'' مولانا خالد صاحب کی یہ وہ مجبوری ہے جس کا نام 'دست تہ سنگ' ہے جو فیض احمد فیض کے ایک دیوان کا نام بھی ہے۔ فیض احمد فیض نے دنیا کے ظالموں کے خلاف اور اسرائیل کی بربریت کے خلاف اور یاسر عرفات اور فلسطین کی حمایت میں اچھی نظمیں کہی ہیں۔ روس کے لیڈروں اور کمیونزم کے علم برداروں سے ان کے مضبوط روابط سب کو معلوم ہیں۔ چنانچہ دسمبر 1979 میں جب سوویت یونین نے افغانستان پر وحشیانہ یلغار کی تھی جیسے وہ اس وقت شام میں کر رہا ہے تو فیض احمد فیض کے لب بستہ تھے، زبان پر تالے پڑے ہوئے تھے، یہ فیض احمد فیض کی وہی مجبوری تھی جس کا نام دست تہ سنگ ہے یعنی پتھر کے نیچے ہاتھ۔

## علمائے کرام کا فریضہ

انسانی فطرت اگر مسخ نہ ہوجائے تو وہ صرف ظلم و ناانصافی کو بُرا نہیں سمجھتی ہے بلکہ بُرائی کے خلاف سینہ سپر ہوجاتی ہے، اس پر بند باندھنے کی کوشش کرتی ہے، اس کا مقابلہ کرتی ہے۔ ہر حال میں ظلم کو برداشت کرنا اور کچھ نہ کرنا نیکی کا کام نہیں ہے، یہ غلامانہ ذہنیت ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کو یہ سمجھنا چاہیے کہ شام و مصر کے جیالوں نے خون کا نذرانہ پیش کرکے اُمت کے ضمیر کو زندہ رکھا ہے۔ جس طرح امام حسین نے میدان کربلا میں اپنی شہادت کے ذریعہ پوری اُمت کے ضمیر کو قیامت تک کے لیے زندہ کیا تھا، تاریخ انسانی کا سب

سے پُرکشش حصہ وہی ہے جس کا تعلق حق کی حمایت اور اس کی مدافعت سے ہے۔ انسانی جسم میں کوئی بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے تو اس کے لیے کبھی اینٹی بائیٹک دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح جب اجتماعی زندگی ظلم و استبداد کی بیماری کا شکار ہوجاتی ہے تو اس کے لیے بطور دوا طاقت کے استعمال کی ضرورت کبھی پیش آجاتی ہے۔ عرب دنیا میں بھی احتجاجات کی تحریک جو حکومت کی جارحیت کی وجہ سے کبھی مسلح بغاوت کی شکل بھی اختیار کرلیتی ہے ہماری ہمدردیوں کی مستحق ہے۔ اللہ کے دین کے لیے اپنا خون بہانے والے عزت اور احترام کے مستحق ہیں (المسلم اخوالمسلم لایظلمه ولا یسلمه)۔ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ وہ مسلمان پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس پر ظلم کو دیکھ کر بے نیاز اور بے پروا ہوتا ہے۔'' بڑی زیادتی ہوگی اگر ہم یہ فیصلہ صادر کریں کہ اسلام پسندوں کی تحریک مکمل طور پر اسلام سے ہٹی ہوئی ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اپنی تحریر میں علما سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ عوام کو سمجھائیں، میرا یہ خیال ہے کہ مولانا خالد صاحب کو عوام کے بجائے علما کو سمجھانا چاہیے اور انھیں نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ حکام کی خوشامد اور سلاطین کی کاسہ لیسی بند کریں، وہ حکام اور سلاطین کا احتساب کیا کریں، ہماری تاریخ احتساب و نصیحت کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ اب علما نے اس راہ پر چلنا چھوڑ دیا ہے۔ (صفحہ 139 تا 141)

کتاب: عصر حاضر اور نظریہ جہاد [تنقید و استدراک]
مرتب: پروفیسر محسن عثمانی ندوی، اشاعت: 2018
ناشر: نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی، دہلی۔

□□□


## اُردو تنقید پر مغربی تنقید کے اثرات

ادب کے طالب علموں اور اسکالرز کے لیے
ترمیم و اضافے کے ساتھ (چوتھا ایڈیشن)
ISBN 978-93-90579-98-3
صفحات: 224 قیمت: -/300 اشاعت: 2023
رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی۔
Tel. 011-44753890 / 9953630788

## اَپلائڈ بُکس

زیر نگرانی: اردو بک ریویو، نئی دہلی

### طباعت و اشاعت کا ایک ادبی و علمی مرکز

اردو ادیبوں، شاعروں اور مصنفوں کی کتابیں شائع کرنے کا معتبر ادارہ ہے

یہ ادارہ اپنی ایڈیٹوریل ٹیم کے ساتھ کتاب کی طباعت تک کے مرحلے سے اسکالرز اور مصنفوں کو بے نیاز کردیتا ہے۔

### مسودہ دیجیے، کتاب لیجیے

— ہر کتاب کے لیے ISBN کا حصول
— اردو کے ساتھ ہندی اور انگریزی کتابوں کی اشاعت
— اوریجنل اِن پیج سافٹ ویئر پر کمپوزنگ
— کوالیٹی کمپوزنگ، ایڈیٹنگ اور بُک پروڈکشن

زیر اہتمام

**APPLIED BOOKS**
Publishers & Distributors
1739/104, First Floor
M.P. Street, Pataudi House,
Darya Ganj, New Delhi - 110002
Tel.: 011-44753890 / 9953630788
9868578503 / 9953067664
urdubookreview1995@gmail.com

# آرسی کیا ہے اور مصحف کیا؟

از: احمد حاطب صدیقی (ابونثر)

برادرِ مکرم، سید مکرم علی (مقیم بحریہ ٹاؤن، راولپنڈی) پوچھتے ہیں کہ

" قبلہ! آرسی مصحف میں آرسی تو آئینے کو کہتے ہیں، مگر یہاں مصحف کا کیا مفہوم ہے؟ اس کا تعلق مصافحہ سے ہے یا صحافت سے؟"

معلوم ہوتا ہے، بھائی مکرم علی، کہ آپ کو اب تک 'آرسی مصحف' کا تجربہ نہیں ہوا۔ ایسا ہے تو فی الفور تجربہ کر لیجیے۔ حصولِ علم کے لیے عملی قدم اُٹھایے اور شریعت کی اجازت سے استفادہ فرمایے۔ مگر 'آرسی مصحف' کی مہم شروع کرنے سے پہلے خسروؔ کی یہ پہیلی پڑھ لیجے:

فارسی بولی آئی نا
ترکی ڈھونڈی پائی نا
ہندی بولوں آرسی آئے
خسروؔ کہے کوئی نہ بتائے

شروع کے تین مصرعوں میں خسروؔ نے کمال کر دیا ہے۔ بظاہر ان تین مصرعوں کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ شاعر کو فارسی زبان نہیں آئی۔ ترکی تلاش کی تو ملی نہیں اور ہندی بولنے لگے تو 'آر' سی شے سامنے آجاتی ہے۔ ('آر' [ہندی، اسم مؤنث] ایک نوک دار کیل جو کوڑے میں لگائی جاتی ہے یا اُس چھڑی میں جس سے سُست بَیلوں کو ہانکتے ہیں) کمال یہ ہے کہ ان تینوں مصرعوں میں ایک ہی شے کا نام پوشیدہ ہے۔ جس چیز کو فارسی زبان میں 'آئینہ' کہا جاتا ہے ترکی زبان میں اُسی شے کو 'پائینہ' کہتے ہیں اور ہندی میں 'آرسی'۔ 'آئی نا' کی آئینہ سے اور 'پائی نا' کی پائینہ سے صوتی مناسبت کے سبب پہیلی کو پڑھنے سے زیادہ سننے میں لطف آتا ہے۔ لیجے آرسی پر رندؔ کا ایک رندانہ شعر بھی سن لیجیے:

تمام عمر بسر کی نظارہ بازی میں
رہا میں حیرتیِ حُسن آرسی کی طرح

آرسی یا آئینہ حیرت کی علامت ہے۔ حیران انسان بھی آئینے کی طرح آنکھیں پھاڑ کر ٹکر ٹکر دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔ اقبالؔ کہتے ہیں:

تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

تو جناب یہ درست ہے کہ 'آرسی' ہندی زبان میں آئینے کو کہتے ہیں۔ مگر صرف آئینے کو نہیں، 'درش' یا دیکھنے کو بھی کہتے ہیں۔ درش ہی سے لفظ درشن بنا ہے۔ پہلے زمانے کی عورتیں انگوٹھے میں ایک آئینہ دار انگوٹھی پہنا کرتی تھیں اور اُس میں (اپنا ہی) منہ دیکھتی رہتی تھیں۔ یہ انگوٹھی یا 'انگوٹھا' بھی 'آرسی' کہلاتا تھا۔ زمانہ بدل گیا ہے، مگر عورتیں تو نہیں بدلیں، اب بھی چاہیں تو انگوٹھے میں انگوٹھی پہن سکتی ہیں۔ ہمارے ہاں ایک طعنہ عام ہے کہ " کبھی آئینے میں اپنی شکل دیکھی ہے؟" انہیں معنوں میں کہا جاتا تھا کہ " آرسی تو دیکھو"۔ کوئی شخص اپنی شکل وصورت پر یا اپنے حسن پر ناز کرتا نظر آتا یا اپنی لیاقت سے بڑھ کر کسی بات کا دعویٰ کرنے لگتا تو ایسے موقعے پر یہ یہ فقرہ بولا جاتا۔ یہی فقرہ میر تقی میرؔ سے اُن کا محبوب بھی بول گیا تھا۔ میرؔ صاحب اپنے دیوانِ دوم میں اعتراف کرتے ہیں:

ابر سا روتا جو میں نکلا تو بولا طنز سے
آرسی جا دیکھ گھر، برسے ہے منہ پر نور کیا

گھر کی بزرگ خواتین سے ہم نے 'آرسی' پر ایک ضرب المثل بھی سن رکھی ہے:

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟
پڑھے لکھے کو فارسی کیا ہے؟

یہ اُس زمانے کی ضرب المثل ہے جب ہمارے تعلیمی

اداروں میں فارسی لازماً پڑھائی جاتی تھی۔تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی شخص پڑھا لکھا ہو اور فارسی نہ جانتا ہو۔ لہٰذا پڑھے لکھے شخص کے لیے فارسی کوئی مسئلہ ہی نہیں تھی۔ضرب المثل کا یہ دوسرا ٹکڑا ایسے موقعے پر بولا جاتا ہے جب کوئی مسئلہ حل کے لیے اُسی کام کے کسی ماہر کے سامنے پیش کیا جائے۔ رہا پہلا ٹکڑا تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہاتھ میں پہنے ہوئے کنگن کو دیکھنے کے لیے آئینے کی حاجت نہیں۔مراد، جو بات صاف ظاہر ہو اور آنکھوں کے سامنے ہو اُس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

'آرسی' کے بعد باری ہے 'مصحف' کی۔'مصحف' کا تعلق مصافحے سے نہیں ہے۔' آرسی مصحف' میں بھی مصافحے کی نوبت آنے سے پہلے ہی ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ 'مصحف' تو صحیفوں کے مجموعے کو کہتے ہیں اور صحیفہ لکھی ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے یعنی رسالے یا کتاب کو۔صحیفہ کی جمع صُحف اور صحائف ہے۔ 'صُحفِ سماوی' آسمان سے اُتری ہوئی کتابیں ہیں۔ اصطلاحاً قرآنِ مجید کے تحریری نسخے کو 'مصحف' کہا جاتا ہے۔ سورۃ البیّنہ کی دوسری اور تیسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صُحُفاً مُّطَهَّرَةً (پاکیزہ صحیفے) پڑھ کر سناتے ہیں، جن میں مستقل ومحکم کتابیں ہیں۔ان آیات سے استنباط کر کے کہا جا سکتا ہے کہ قرآنِ مجید کی 114 سورتیں دراصل 114 صحیفے ہیں۔

اہلِ فارس نے چشم و لب و رخسار کے مجموعے یعنی رُخِ محبوب کے لیے بھی 'مصحف' کا استعارہ استعمال کیا۔ پس اُردو شاعری میں بھی ایسا ہی ہونے لگا۔ ہمارے محبوب جاسوسی ناول نگار ابن صفی مرحوم، جو اسرارؔ ناروی کے نام سے شاعری کرتے تھے، کہتے ہیں:

دِل علیہ السّلام پر لوگو
مُصحفِ رُوئے یار اُترا ہے

گمان غالب ہے کہ ہمارے مشہور لکھنوی شاعر شیخ غلام علی ہمدانی کو کوئی تخلص نہ سوجھا تو وہ 'مصحفِ رُوئے یار' دیکھ کر مُصحفی ہو گئے۔

' آرسی مصحف' ہندوستان کی مسلمان خواتین میں در آنے والی ایک دلچسپ رسم تھی۔اس رسم کی جزئیات وتفصیلات بہت ہیں۔مختصر یہ کہ نکاح ہو جانے کے بعد دولھا کو زنان خانے میں بلایا جاتا۔ وہاں دولھا دولھن کو آمنے سامنے سر سے سر جوڑ کر بٹھایا جاتا۔ دونوں کے درمیان ایک تکیے پر 'مصحف' (یعنی قرآنِ مجید) رکھ دیا جاتا۔اب دولھا سے کہا جاتا کہ میاں! مصحف میں سے سورۂ اخلاص نکالو اور پڑھ کر دولھن کے منہ پر دم کرو (آج کل کے دولھوں کی بات نہیں ہو رہی۔ اُس زمانے کے دولھا سورۂ اخلاص درست پڑھ سکتے تھے۔ اس کے بعد مصحف کے ساتھ آئینہ بھی رکھ دیا جاتا، تاکہ دولھا 'مُصحفِ رُوئے یار' بھی دیکھ لے۔ دولھا دولھن کے سروں پر سُرخ رنگ کا زرق برق دوپٹہ تان دیا جاتا تھا۔ دولھا کی بہنیں دولھا پر اپنی اپنی اوڑھنیوں کا آنچل ڈال کر گویا اُسے اپنے حفاظتی حصار میں لے لیتی تھیں۔آئینہ اس لیے بیچوں بیچ تھا کہ دولھن شرم وحیا کی وجہ سے بھرے مجمعے میں دولھا کو براہِ راست نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتی۔ اس پر بھی، یعنی دوپٹوں کے خیمے میں بھی، لاج سے سمٹی سمٹی جاتی تھی۔ حیا کے بوجھ سے پلکیں جھکی رہتیں۔ بڑی بوڑھیوں کے اصرار پر بھی دولھن آنکھیں نہ کھولتی۔ سالیوں کی طرف سے ہنسی مذاق ہوتا رہتا۔ دولھا سے کہا جاتا کہ کہو: "بی بی میں تمہارا غلام، آنکھیں کھولو"۔ دولھن ذرا کی ذرا آنکھیں ٹمٹما بھی دیتی تو شور مچ جاتا کہ "آنکھیں کھول دیں"۔ ورنہ دولھا خود ہی اس مشقت و مصیبت سے تنگ آکر جھوٹ موٹ کہہ دیتا کہ "آنکھیں کھول دیں"۔ آنکھیں کھل جانے پر دولھن کو دودھ پلایا جاتا اور اُس کا جھوٹا دودھ دولھا کو پینے کے لیے دیا جاتا کہ محبت بڑھے گی۔

گئے زمانوں کی شرمیلی رسمِ آرسی مصحف کا موجودہ 'مخلوط تختِ عروسی' سے موازنہ کرنے بیٹھیے تو اقبالؔ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ:

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا

(فرائیڈے اسپیشل، کراچی۔ 28 فروری 2025)

❑❑❑

اُردو کی حقیقی ترقی کا مفہوم ...
تعلیمی اداروں میں اُردو کی تعلیم

# ڈاکٹر محمد اظہر حیات (ناگپور، مہاراشٹر)

ڈاکٹر محمد اظہر حیات کا شناس نامہ دلچسپ بھی ہے اور جہد مسلسل کا استعارہ بھی۔ انہوں نے انجمن گرلز ڈگری کالج آف آرٹس صدر ناگپور میں بحیثیت پرنسپل (2015 تا 2019) خدمات انجام دیں۔ انہوں نے ناگپور یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے (1978) کے بعد اردو میں بھی ایم اے (1980) کی ڈگری حاصل کی۔ پھر ریجنل کالج آف ایجوکیشن، بھوپال سے ان کو بی ایڈ (1988) کی سند ملی۔ 1997 میں پروفیسر عبدالرب عرفان (مرحوم) کی نگرانی میں ان کو پی ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی۔ ان کے تحقیقی مقالہ کا عنوان ہے "مولوی نذیر احمد کے ناولوں میں تعلیمی تصورات کا تنقیدی جائزہ۔" اس موضوع سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد اظہر حیات سہل پسندی کے قائل نہیں۔ تحقیقی میدان میں محنت شاقہ ان کا طرہ امتیاز ہے۔ وہ بحیثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر، یشودا گرلز آرٹس اینڈ کامرس کالج، ناگپور کے شعبہ اردو کے صدر (نومبر 1992 تا اکتوبر 2014) رہے۔ اسی کالج میں انہوں نے پانچ سال پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اس طرح ڈاکٹر اظہر حیات کی تدریسی خدمات تقریباً 31 برسوں کو محیط ہے۔ اس دوران میں ان کی 17 کتابیں شائع ہوئیں۔ ان میں ایک ناول 'آتش فشاں' ہے جس کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ اسی طرح مراٹھی زبان میں ان کے 38 کے قریب مضامین شائع ہوئے جو اردو کے تراجم ہیں۔ فکشن سے بھی ان کی دلچسپی ہے اور ادبی صحافت سے بھی منسلک رہے۔ لیکن نصابی کتابوں سے ڈاکٹر اظہر حیات کی دلچسپی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ان کی مرتب کردہ کتاب 'شعور ادب' (حصہ اول، دوم) ناگپور یونیورسٹی کے بی اے کے نصاب میں شامل ہے۔ ڈاکٹر اظہر حیات کو ان کی ادبی خدمات کے صلے میں ایک درجن کے قریب ایوارڈ و اعزازات عطا کیے گئے۔ ان کو 'محسن اردو' کا خطاب (2014) حضرت شاطر حکیمی اکیڈمی، کامٹی کی طرف سے دیا گیا۔

**اہم تصانیف :** ● احمد شوقی: ایک مطالعہ (1991) ● حافظ ولایت اللہ حافظ: حیات و خدمات (1994) ● سفر نامہ حج لبیک (2002)
● ودربھ میں جدید اردو شاعری (2022) ● آتش فشاں، ناول (ترجمہ، 2024) ● اک نئی بات نکل آئی ہے (تحقیقی و تنقیدی مضامین، 2024)
● ہندتوا کا مطلب بھارتیہ یکجہتی مسلم منافرت نہیں (ترجمہ مراٹھی، 2022)

● آپ کی تاریخ پیدائش؟

■ 10 اکتوبر 1954ء مقام: ناگپور، مہاراشٹر

● آپ نے کس اسکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی؟

■ ناگپور کارپوریشن اردو پرائمری اسکول

● آپ کی مادری زبان اور ذریعہ تعلیم؟

■ اردو

● آپ کے مطالعہ کے موضوعات کیا ہیں؟

■ ادبی و علمی تحقیق و تنقید، فکشن اور طنز و مزاح

● اِس وقت کون سی کتاب آپ کے زیر مطالعہ ہے؟

■ خندۂ زیر لب از محترم فیاض احمد فیضی

● آپ کے پسندیدہ مصنّفین (ادیب، ناول و افسانہ نگار، شاعر وغیرہ) کون ہیں؟

■ غالب، اقبال، پریم چند، مولانا وحید الدین خاں

● آپ کی زندگی میں کس کتاب سے انقلابی تبدیلی رونما ہوئی؟

■ الرسالہ، مدیر مولانا وحید الدین خاں

● حصولِ تعلیم کے دوران میں آپ کو کس نصابی کتاب نے سب سے زیادہ متاثر کیا؟

■ مضامینِ سر سیّد احمد خاں

● آپ اردو کا کون سا اخبار/ رسالہ خریدتے ہیں؟

■ روزنامہ انقلاب، اردو بک ریویو، اردو دنیا، پیش رفت

● آپ کے گھر کے نوجوان (teen agers) کیا اردو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں اور اردو کو اپنی مادری زبان سمجھتے ہیں؟

■ جی ہاں۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی تینوں بچے الحمدللہ اردو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں اور اردو ان کی مادری زبان ہے

● آپ کے نزدیک سیکولر تعلیم کا کیا مفہوم ہے؟

■ سیکولر تعلیم سے مراد یہ ہے کہ حکومت، مذہب اور ذات پات سے اوپر اٹھ کر ہر شہری کو اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کرے۔ مذہب اور عقیدہ ہر شہری کا ذاتی معاملہ ہے سرکار دخل اندازی نہ کرے

● علم و ادب کے میدان میں نئی نسل کے تعلیمی و علمی رجحان کو آپ کس زاویہ سے دیکھتے ہیں؟

■ ٹکنالوجی کے اس دور میں نئی نسل کو علم و ادب سے بھی واقف ہونا ضروری ہے... ادب سے انسان میں اخلاقی اقدار کا شعور پیدا ہوتا ہے

● کیا آپ اپنے ملک کی تعلیمی ترقی سے مطمئن ہیں؟

■ گزشتہ چند برسوں سے ملک میں ایک خاص ذہن و نظریہ کام کر رہا ہے جس سے تعلیمی ترقی سے نہ صرف اطمینان نہیں ہے بلکہ تشویش لاحق ہے

● ملک میں اردو کی بنیادی اور حقیقی ترقی کے اہم نکات کیا ہو سکتے ہیں؟ کیا اردو کی ترقی کے لیے اردو کو روزگار سے جوڑنا ناگزیر ہے؟

■ اردو کو بھی ہندوستانی زبان سمجھا جائے اور اس کے ساتھ وہی رویہ اپنایا جائے جو دیگر قومی زبانوں کے ساتھ ہے

● ملک کی اردو اکادمیوں اور اداروں کے ترقیاتی منصوبوں سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

■ ترقیاتی منصوبے قابلِ قدر مگر عمل بھی ضروری ہے... اطمینان نہیں ہے

● وہ کون سی کتاب ہے جسے آپ بار بار پڑھنا چاہتے ہیں؟

■ دیوانِ غالب اور کلامِ اقبال

● **مکمل پتہ:** حیات منزل، 9-A، راٹھور لے آؤٹ، اننت نگر، ناگپور-440013 (مہاراشٹر) موبائل: 9823704714
E-mail: azharhayat14@gmail.com

# قرآنی بیانیہ

(رائے عامہ کی تبدیلی قرآن مجید کی روشنی میں)

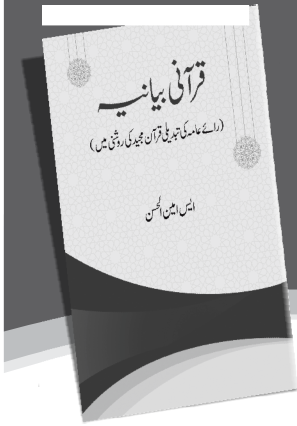


## ایس امین الحسن

جناب ایس امین الحسن کی نئی کتاب ”قرآنی بیانیہ“ ایک فکری اور روحانی دروس کا مجموعہ ہے جس میں تیس ابواب کے تحت مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ اگر آپ قرآن کریم کے پیغام کو گہرائی سے سمجھنا چاہتے ہیں اور اس کی حکمت کو اپنی زندگی میں اپنانا چاہتے ہیں، تو یہ کتاب آپ کے لیے بہترین انتخاب ہے۔

یہ کتاب آپ کو بتائے گی:

- قرآن کا جامع پیغام اور اس کی اصل روح
- جدید دور کے چیلنجوں کا قرآنی حل
- فہمِ قرآن کے نئے زاویے اور گہری بصیرت

یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے مفید ہے جو قرآن کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر سمجھنا اور اپنانا چاہتا ہے۔ اس کے مطالعے سے یقیناً ایک صاف دل اور انصاف پسند انسان کی رائے اسلام کے حق میں ضرور تبدیل ہو جائے گی۔

* سائز: 23X36/16 * صفحات: 496 * قیمت: 500.00

Contact No. : 7290092401, 7290092405 | WhatsApp: 7290092403

**MMI PUBLISHERS** مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

**D-307, Dawat Nagar, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi-110025**

**Email:** info@mmipublishers.net | mmipublishers@gmail.com | **Web:** www.mmipublishers.net

Sub Depot | **Hyderabad :** 9966710339, 9491874087, 04066710339, 8520961476 | **Mumbai :** 9699167700
**Goa :** 9987196549 | **Bangalore :** 9036996740, 8884045708, 9964355678

# ڈاکٹر ریحان حسن (امرتسر، پنجاب)

**ڈاکٹر** ریحان حسن گرونانک یونیورسٹی، امرتسر (پنجاب) سے بہ حیثیت اسسٹنٹ پروفیسر (شعبہ اردو و فارسی) وابستہ ہیں۔ اردو زبان وادب سے نہ صرف وہ محبت کرتے ہیں بلکہ اس کے تعلیمی فروغ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی نگرانی میں چار ریسرچ اسکالرز پی ایچ۔ڈی کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ریحان حسن کی پیدائش منجھن پور، کوشامبی، الٰہ آباد (اتر پردیش) میں ہوئی لیکن ابتدائی تعلیم گوپال پور (سیوان، بہار) میں ہوئی۔ تحقیق وتنقید ان کا خاص میدان ہے۔ اردو زبان وادب کی خدمات کے صلے میں ڈاکٹر ریحان حسن کو بہار اور اتر پردیش کی اکادمیوں نے ایوارڈز واعزازات سے بھی نوازا ہے۔ بہار اردو اکادمی کی جانب سے 2013 میں ڈاکٹر ریحان حسن کو اختر اورینوی ایوارڈ عطا کیا گیا۔ وہ پنجابی اردو اکیڈمی کی مشاورتی کمیٹی کے رکن بھی ہیں۔ ان کے ایک صد (100) سے زائد مقالات ومضامین شائع ہو چکے ہیں۔ تیس کے قریب کتابوں کے تبصرے شائع ہوئے۔ ان کی تقریباً دس کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ ان میں 'شہنائی' کلاس ا کے لیے نصابی کتاب ہے جسے NCERT نے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر ریحان حسن کو ممتاز مفتی کی حیات اور ادبی خدمات پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی تھی۔

**اہم تصانیف:** ● ممتاز مفتی: حیات اور ادبی خدمات ● اردو شاعری میں گورو صاحبان کی عظمت ● ادبی مطالعے ● تجزیات بیادڈاکٹرحسن مثنیٰ ● سلام وپیام ● کاروانِ صحافت ● تحقیق وتفہیم

● آپ کی تاریخ پیدائش؟

■ 21 مارچ 1978ء مقام: منجھن پور، ضلع کوشامبی، الٰہ آباد

● آپ نے کس اسکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی؟

■ ناصر الایمان، گوپال پور، سیوان (بہار)

● آپ کی مادری زبان اور ذریعہ تعلیم؟

■ اردو

● آپ کے مطالعہ کے موضوعات کیا ہیں؟

■ تنقید، تحقیق، ناول، افسانہ، خاکہ، انشائیہ، شاعری

● اِس وقت کون سی کتاب آپ کے زیر مطالعہ ہے؟

■ کلیاتِ اقبال، اقبال کی کہانی

● آپ کے پسندیدہ مصنفین (ادیب، ناول وافسانہ نگار، شاعر وغیرہ) کون ہیں؟

■ غالب، میر، اقبال، ممتاز مفتی، وزیر آغا، شارب ردولوی

● آپ کی زندگی میں کس کتاب سے انقلابی تبدیلی رونما ہوئی؟

■ کلیات اقبال، ۱۸۵۷ نکات اور جہات

● حصولِ تعلیم کے دوران میں آپ کو کس نصابی کتاب نے سب سے زیادہ متاثر کیا؟

■ غبار خاطر، گئودان

● آپ اردو کا کون سا اخبار/ رسالہ خریدتے ہیں؟

■ ماہنامہ نیادور، آج کل، اردو دنیا، ہندسماچار

● آپ کے گھر کے نوجوان (teen agers) کیا اردو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں اور اردو کو اپنی مادری زبان سمجھتے ہیں؟

■ گھر کے تمام افراد اردو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں

● آپ کے نزدیک سیکولر تعلیم کا کیا مفہوم ہے؟

■ تعلیم میں سبھی کو برابر کا حق حاصل ہو اور کسی طرح کی کوئی تفریق نہ ہو

● علم وادب کے میدان میں نئی نسل کے تعلیمی وعلمی رجحان کو آپ کس زاویہ سے دیکھتے ہیں؟

■ بعض طالب علم پڑھنے میں بہت اچھے ہیں لیکن بیشتر طالب علم امتحان میں کامیاب ہونے کے لیے ہی پڑھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ طالب علم کی پکڑ اپنے موضوع سے متعلق مضبوط نہیں ہوتی

● کیا آپ اپنے ملک کی تعلیمی ترقی سے مطمئن ہیں؟

■ ہمیں اپنے ملک کے بچوں کی تعلیمی ترقی پر مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے

● ملک میں اردو کی بنیادی اور حقیقی ترقی کے اہم نکات کیا ہو سکتے ہیں؟ کیا اردو کی ترقی کے لیے اردو کو روزگار سے جوڑنا ناگزیر ہے؟

■ اسکول میں اردو تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اردو کے ترقی کے امکانات بڑھ جائیں گے اور روزگار کے مواقع بھی فراہم ہوں گے

● ملک کی اردو اکادمیوں اور اداروں کے ترقیاتی منصوبوں سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

■ ہنوز مزید ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے

● وہ کون سی کتاب ہے جسے آپ بار بار پڑھنا چاہتے ہیں؟

■ علی پور کا ایلی، آگ کا دریا

● **مکمل پتہ:** شعبۂ اردو وفارسی، گورونانک یونیورسٹی، امرت سر-143005 (پنجاب) Mobile: 8559020015
E-mail: drraihanhasan@gmail.com

# ابن صفی کی عصری معنویت

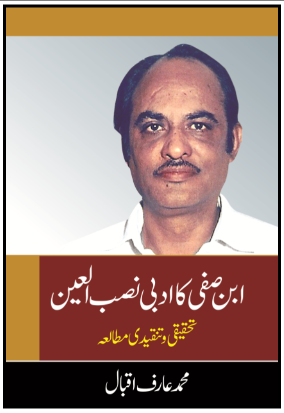


## ابن صفی کا ادبی نصب العین

تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

مصنف: محمد عارف اقبال

ابن صفی کی تخلیقات میں مستقبل کی آگہی اور زبان وادب کے
گراں قدر علوم پوشیدہ ہیں

اردو اکادمی دہلی سے اول انعام یافتہ کتاب

صفحات: 312، اشاعت: 2018، قیمت: -/300 روپے

ISBN 978-93-83239-81-8

## فلسفی ابن صفی

تالیف وترجمہ: ایم طاہر

ابن صفی کے ناولوں سے 283 متنوع موضوعات پر
منتخب اقتباسات کا مجموعہ
اردو اقتباس کے ساتھ انگریزی ترجمہ
نئی نسل کے لیے گراں قدر تحفہ

صفحات: 144، اشاعت: جون 2022، قیمت: -/250 روپے

ISBN 978-93-90579-43-3

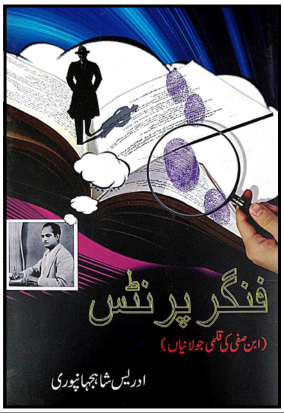


## فنگر پرنٹس (ابن صفی کی قلمی جولانیاں)

تحقیق وترتیب: ادریس شاہجہانپوری

اُن تمام ثقہ حضرات کے نام جنہوں نے اپنی خلوتوں میں بیٹھ کر
ابن صفی کی تخلیقات سے حظ تو اٹھایا لیکن روزِ روشن میں
ان کی عظمت کا اعتراف کرنے کا حوصلہ نہ کر سکے

صفحات: 808، اشاعت اول: مارچ 2021، قیمت: -/850 روپے

ISBN 978-93-5457-057-5

رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی۔ Mobile: 9953630788

سیر حاصل

# غالب: کچھ تحقیق، کچھ تنقید

## از: ابراہیم افسر

ڈاکٹر شمس بدایونی بنیادی طور پر محقق ہیں لیکن ان کی تحقیق میں تنقیدی مضمرات پنہاں ہیں ۔ان کا تحقیقی اندازِ بیان انہیں موجودہ تحقیقی منظر نامے میں کی صف میں اولیت بخشتا ہے۔ موصوف اپنے تحقیقی وتنقیدی متنوع موضوعات میں انفرادیت کا خاص خیال رکھتے ہیں۔اس لیے ان کی ہر تحریر کو ادبی وعلمی حلقوں میں غور سے پڑھا جاتا ہے۔املا، زبان و بیان اور پیش کش ان کے موضوعات کا وصفِ خاص ہے۔موصوف نے مرزا غالب کی حیات، شخصیت اور کلام کو موضوع بحث بناتے ہوئے 'غالب کچھ تحقیق ، کچھ تنقید ' میں پیش کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ' غالب: کچھ تحقیق، کچھ تنقید' ڈاکٹر شمس بدایونی کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو انہوں نے غالب کے سلسلے میں دہلی اور علی گڑھ میں منعقدہ سمیناروں کے لیے تحریر کیے تھے۔اپنے مضامین میں غالب پر ہونے والی تحقیق و تنقید کو موضوع بنایا ہے۔در اصل شمس صاحب نے اپنے دیباچہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان کا پہلا طویل تحقیقی مقالہ غالب پر تھا۔انہیں ابتدا سے ہی غالب کی شخصیت ،ان کے کلام اور دیگر معاملات پر لکھنا پسند ہے۔انہوں نے پروفیسر حنیف نقوی، پروفیسر ظفر احمد صدیقی اور رشید حسن خاں جیسی نابغۂ روزگار شخصیات سے تحقیق و تنقید کے آداب و رموز پر تبادلۂ خیال کیا ہے۔ڈاکٹر شمس بدایونی اگرچہ ہمہ وقتی کاروباری ہیں لیکن اپنی کاروباری مصروفیات کے باوجود وہ ادب کے لیے وقت نکال لیتے ہیں۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ادب ان کی مصروف ترین کاروباری زندگی کا لازمی جز ہے۔ اس لیے ان کی تحریریں ادیبوں کے لیے مشعلِ راہ سے کم نہیں۔ ان کے نقدِ شعور میں تحقیق کے آداب جا بجا موجود ہیں۔زیر نظر کتاب کے زیادہ تر مقالات تنقیدی ہیں لیکن ان میں تحقیقی پہلو نمایاں ہیں۔اس لیے موصوف کی تحریروں کا ادب کے شائقین کو بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔

ڈاکٹر شمس بدایونی کے مطابق زیر نظر کتاب سے قبل غالب کے حوالے سے تقریباً 40 مقالات و مضامین اور تین کتابیں 'غالب اور بدایوں '، 'مزارِ غالب' اور ' تفہیمِ غالب کے مدارج' منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ غالبیات کے سلسلے میں یہ ان کی چوتھی کتاب ہے۔زیر نظر کتاب کا پہلا ایڈیشن ورلڈ ویو پبلی کیشنز، لاہور سے 2024 میں شائع ہوا۔ ہندوستان میں اسے عرشیہ پبلی کیشنز، نئی دہلی نے 2025 میں شائع کیا ہے۔اس کتاب میں 17 مقالات اور چار مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔ان مضامین میں 'دیوانِ غالب کی پہلی اشاعت'، 'غالب کا ایک غم شدہ شعر'، 'غالب صدی کے بعد'، ' دیوانِ غالب کی قابلِ ذکر اشاعتیں'، 'غالب تحقیق کے موجودہ امکانات'، 'غالب تحقیقی مقدمات کے تناظر میں'، 'غالب کا سفر کلکتہ ( عنوان سے موضوع تک )'، 'غالب: تنقیدی مقدمات

**غالب: کچھ تحقیق، کچھ تنقید**
**مصنف: ڈاکٹر شمس بدایونی**
صفحات: 407، قیمت: -/650، اشاعتِ ثانی: 2025
ISBN 978-93-6691-273-8
ناشر: عرشیہ پبلی کیشنز، A-470 گراؤنڈ فلور 3، سوریہ اپارٹمنٹ، دلشاد کالونی، دہلی-110095، موبائل:9971775969

تبصرے کے لیے اپنی کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیں۔ایک نسخہ موصول ہونے پر تبصرہ شائع نہیں ہوگا۔(ادارہ)

کے تناظر میں'، 'تحریک نظم جدید اور سلسلۂ غالب'، 'عہدِ غالب: تحریک احیائے دین کے پس منظر میں'، 'دیوانِ غالب کے نظامی ایڈیشن'، '1857 اور غالب کے معاصر شعرا (فریادِ دہلی کے حوالے سے)'، 'خطوطِ غالب: مرتبہ مہیش پرشاد کا تحقیقی جائزہ'، 'تفہیمِ غالب کے مدارج'، 'مرزا غالب اور امیر مینائی کے روابط کا جائزہ'، 'خواجہ حسن نظامی اور غالب'، 'بجنوری: بہ حیثیت ناقدِ غالب'، 'مجنوں گورکھپوری اور نقدِ غالب'، 'نثار احمد فاروقی کی غالب شناسی'، 'پروفیسر حنیف نقوی: بہ حیثیت غالب شناس'، 'غالب انسٹی ٹیوٹ کا فیضان'، اور ضمیمہ 'غلطی ہائے کلیات غالب' اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں بعض مضامین ڈاکٹر شمس بدایونی کی مذکورہ تین کتابوں میں شامل تھے۔ شمس صاحب نے ان تینوں کتابوں کے بہترین مقالات اور کچھ نئے مضامین کو زیر نظر کتاب میں شامل کیا ہے۔

ڈاکٹر شمس بدایونی نے مضمون 'دیوانِ غالب کی پہلی اشاعت' میں غالب کی شعر گوئی کے آغاز اور ان کے کلام کے پہلے منتخب دیوان کی اشاعت پر تحقیقی گفتگو کی ہے۔ بقول شمس صاحب غالب نے آگرہ میں 1807 یا 1808 میں اسد تخلص کے تحت اُردو میں شاعری کا آغاز کیا۔ چند سال کی مشق کے بعد دوسرے شعرا کی طرح انہوں نے بھی ایک ابتدائی بیاض ردیف وار یا باعتبار نظم تیار کر لی۔ اس بیاض کو ردیف وار درست کر کے خود اپنے قلم سے لکھ کر مسودے کی صورت دے دی۔ (مولانا) امتیاز علی خاں عرشی کے مطابق اُردو کلام کو ردیف وار مرتب اور نقل کرنے کا کام خود مرزا کے ہاتھوں 14 رجب سنہ 1231ھ / 11 جون 1816 کو تمام ہو چکا تھا (ص 14)۔ غالب کا یہ دیوان 153 سال بعد غالب صدی کے موقع پر 1969 میں امروہہ سے برآمد ہوا جسے نسخۂ امروہہ سے موسوم کیا گیا۔ اس نسخے کو نقوش پریس، لاہور سے 1969 میں شائع کیا گیا۔ شمس صاحب کے مطابق اس نسخے کے مرتب نثار احمد فاروقی تھے۔ اکبر علی خاں عرشی نے اسی نسخے کو ادارۂ یادگار غالب رام پور سے ستمبر 1969 میں شائع کیا۔ اس نسخے کو 'نسخۂ عرشی' نام دیا گیا۔ ڈاکٹر شمس بدایونی نے اس مضمون میں بتایا کہ غالب کے متداول اُردو دیوان میں 1796 اشعار شامل ہیں۔ اس دیوان پر نواب ضیاء الدین احمد خان نیّر نے تقریظ لکھی تھی۔ موصوف نے تحقیقی شواہد کے ساتھ لکھا کہ عبدالرحمن بجنوری کے مشہور قول 'ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں ایک مقدس وید اور دیوانِ غالب' کا اصل ماخذ 'ہر صفحہ ازیں اوراق برہمنی است بیدخواں' یعنی ان اوراق کا ہر صفحہ کسی وید پڑھنے والے برہمن کی مانند ہے' نواب ضیاء الدین کی تقریظ سے مستعار ہے۔ سر سید احمد خاں نے بھی 'آثار الصنادید' میں ضیاء الدین احمد خاں کے ترجمے کو نقل کیا ہے۔ (ص 22)

ڈاکٹر شمس بدایونی نے مضمون 'غالب کا ایک گمشدہ شعر' میں مرزا غالب کے لوح مزار پر میر مہدی مجروح کے قطعۂ تاریخ کے اوپر کندہ شعر:

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مُرد
اسد اللّٰہ خانِ غالب مُرد

کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ یہ شعر میر مہدی مجروح کا نہیں بلکہ مرزا غالب کا ہے۔ اس شعر کے بارے میں مزید بتایا کہ مرزا کی وفات سے پہلے ان کے بعض شاگردوں یعنی محمد حسین آزاد، شہاب الدین خاں ثاقب، منشی جواہر سنگھ جواہر، شمس الدین شمس، عزیز الحسن عزیز، عبدالغفور ناسخ نے 'آہ غالب بمُرد' سے غالب کی تاریخِ وفات نکالی تھی۔ کرامت علی انصاری نے 'ہاتف غیب گفت غالب مرد' اور منشی ہر گوپال تفتہ نے 'اسداللہ خان غالب مرد' شعر کہہ کر تاریخِ وفات نکالی۔ مرزا غالب کی وفات کے بعد مولانا حالی اور میر مہدی مجروح کے مرثیے اکمل الاخبار میں شائع ہوئے۔ ڈاکٹر شمس بدایونی نے غالب کے مذکورہ شعر کے بارے میں لکھا کہ مرزا نے اس شعر کو اپنے خط میں تحریر کیا تھا۔ موصوف مضمون کے آخر میں نتیجہ برآمد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ درج بالا شعر کو غالب کا تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے۔

مضمون 'غالب صدی کے بعد دیوانِ غالب کی قابل ذکر اشاعتیں' میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے 1969 تا 2019 کو ہندو پاک میں غالب کے دیوان کی اشاعتوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس مضمون کو انہوں نے تین شقوں (۱) دیوان غالب کے خطی نسخوں کی بازیافت (۲) دیوانِ غالب و منتخبات

کے عکسی ایڈیشن اور (۳) غالب کے دیوان اور انتخاب کی تاریخی تدوین، میں تقسیم کیا ہے۔ 'دیوان غالب کے خطی نسخوں کی باز یافت' کے تحت شمس صاحب نے دیوان غالب اُردو نسخۂ خدا بخش، تقدیم: فرخ جلالی، ناشر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ اشاعت اوّل 1969، دیوانِ غالب نسخۂ خواجہ، ڈاکٹر سید معین الرحمن، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، اگست 2000، نسخۂ حمیدیہ ڈجیٹل کاپی پر اپنے مطمحِ نظر کو واضح کیا ہے۔ انہوں نے 'دیوانِ غالب ومنتخبات کے عکسی ایڈیشن کے تحت دیوانِ غالب (عکسی) طبع اوّل، ناشر ول پبلی کیشنز، بمبئی 1986، دیوانِ غالب چوتھا ایڈیشن، مطبع نظامی کانپور 1862 (عکسی) ول پبلی کیشنز، بمبئی 1987، دیوانِ غالب مطبوعہ 1863 (عکسی) مقدمہ حکیم ظل الرحمن ناشر ابنِ سینا اکیڈمی علی گڑھ اشاعت 2016، گل رعنا مع آشتی نامۂ غالب، مرتبہ سید قدرت نقوی، انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی، 1975 پر تحقیقی وتنقیدی گفتگو کی ہے۔ 'غالب کے دیوان اور انتخاب کی تاریخی تدوین' کے تحت موصوف نے دیوانِ کامل (تاریخی ترتیب سے) کالی داس گپتا رضا، ساکار پبلی کیشنز، بمبئی بار اوّل 1988، دیوانِ کامل نسخۂ گپتا رضا (تاریخی ترتیب سے) کالی داس گپتا رضا، ساکار پبلی کیشنز، بمبئی 1995، انتخاب کلامِ غالب، مسعود حسین، سرسید بک ڈپو، علی گڑھ، اوّل 1991 پر ناقدانہ گفتگو کی ہے۔

'غالب تحقیق کے موجودہ امکانات' میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے مرزا غالب پر ہو چکے تحقیقی وتنقیدی کاموں کا جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھا کہ غالب کو عنوان بنا کر اب تک جو تحقیقی کام کیا گیا ہے، خواہ اس کا تعلق تلاش وجستجو سے ہو یا دریافت اور باز یافت سے، خواہ زبان وقواعد سے ہو یا تشریح وتعبیرات سے، خواہ عصری میلانات سے ہو یا عہدِ غالب کے علمی مزاج سے، خواہ لغت کے مسائل سے ہو، یا مکتوبات کے علمی مباحث سے؛ ہر جگہ ادبی تحقیق مرزا غالب کی مرہون منت ہے۔ موصوف نے یہ بھی لکھا کہ ادبی تحقیق میں ابھی تک غالب محققین کی تین نسلیں پیدا کی ہیں۔ پہلی نسل میں بہ لحاظ علمی مراتب مولوی مہیش پرشاد، مولوی غلام رسول مہر، (مولانا) امتیاز علی خاں عرشی، پروفیسر نذیر احمد، کالی داس گپتا رضا کا نام قابلِ ذکر ہے۔ دوسری نسل کے محققین میں عبدالرؤف عروج، اکبر علی خاں عرشی زادہ، نثار احمد فاروقی، سید معین الرحمن، رشید حسن خاں، پروفیسر حنیف نقوی، کاظم علی خاں اور خلیق انجم کے اسما اہمیت کے حامل ہیں۔ تیسری نسل کے محققین میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے صرف پروفیسر ظفر احمد صدیقی کو شامل کیا ہے۔ نئی نسل میں جن لوگوں نے غالبیات کو اپنی تحقیق وتنقید کا محور ومرکز بنایا؛ ان کے ادبی کارناموں کا شمس صاحب نے اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔

'غالب کا سفر کلکتہ (عنوان سے موضوع تک)' میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے غالب کے سفر کلکتہ (اکتوبر 1826 تا 29 نومبر 1829) کو موضوع بنا کر لکھی گئی تحقیقی وتنقیدی کتابوں کا تعارف پیش کیا ہے۔ اس مضمون میں شمس صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا غالب نے اپنی زندگی میں چھوٹے چھوٹے متعدد سفر کیے، لیکن ان کی حیات کا طویل تر سفر، سفر کلکتہ ہے۔ جو اُن کی سوانح کا محض ایک ذیلی عنوان یا باب تھا، لیکن رفتہ رفتہ نقادوں اور محققوں کے اس طرف التفات اور توجہ خاص نے اسے ایک موضوع کا درجہ دے دیا۔ غالب کے سفرِ کلکتہ کا ذکر سب سے پہلے مولانا حالی نے 'یادگار غالب' میں دس صفحات میں پیش کیا۔ اس کے بعد غلام رسول مہر نے 'غالب' ذیلی سرخیوں کے ساتھ چھبیس صفحات، شیخ محمد اکرام نے 'غالب نامہ' میں 'لکھنؤ اور کلکتہ' عنوان کے تحت چودہ صفحات، مالک رام نے 'ذکر غالب' ذیلی عناوین کے تحت دس صفحات میں سفرِ کلکتہ کی روداد کو موضوع بنایا۔ ہندوستان میں غالب صدی (فروری 1969 تا 28 فروری 1970) کے موقع پر غالب سے متعلق بہت سی کتابیں منظرِ عام پر آئیں۔ غالب کے اسفار سے متعلق اولین کتابوں میں 'بھوپال اور غالب' از عبدالقوی دسنوی، 'غالب اور حیدر آباد' از ضیاء الدین احمد شکیب، اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کتابوں کے بعد ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ کی کتاب 'غالب اور بنگال'، 'غالب کا سفر کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ از ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر کلیم سہسرامی کی کتاب 'بنگال میں غالب شناسی'، غالب انسٹی ٹیوٹ کا کتاب چہ 'غالب کا سفر کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ اُردو دانشوروں کی رائے (بدون تاریخ)، شکیل افروز کی مرتبہ کتاب 'غالب کلکتہ میں'، 'غالب اور کلکتہ مرتبہ شاہد ماہلی، غالب

کا سفر کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ: ایک تعارف از اسلم پرویز اہمیت کی حامل کتابیں ہیں۔علاوہ ازیں سفر کلکتہ کے دوران جن شہروں میں غالب نے قیام کیا انہیں بھی موضوع بنا کر کتابیں لکھی گئیں جن میں باندہ اور غالب (صالحہ بیگم قریشی)، غالب باندہ اور دیوان محمد علی (صغیر افراہیم)، غالب اور بنارس (شاہد ماہلی)، غالب اور الہ آباد (پروفیسر علی احمد فاطمی)، عہد غالب کا لکھنؤ (سید رضا حیدر) کے علاوہ ڈاکٹر شمس بدایونی نے اخبارات و رسائل میں غالب کے سفرِ کلکتہ سے متعلق لکھے گئے مقالات پر بھی تنقیدی گفتگو کی ہے۔

'تحریک نظم جدید اور سلسلۂ غالب' میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے ثابت کیا کہ بھلے ہی محمد حسین آزاد نے 21 جنوری 1865 کو لاہور میں انجمن پنجاب کا قیام کیا ہو لیکن اس انجمن کے مشاعروں میں پڑھی جانے والی نظموں کے شاعر مرزا غالب کے افکار و نظریات سے متاثر تھے۔اس لیے اس تحریک کو مرزا غالب کی جدید فکر وفن سے متاثرہ تحریک کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔شمس صاحب نے (مولانا) الطاف حسین حالی، (مولانا) اسماعیل میرٹھی، سیف الحق ادیب سہارن پوری، مولوی اموجان ولی دہلوی، سید فرزند احمد صفیر بلگرامی کے بارے میں لکھا کہ ان لوگوں نے مرزا غالب کی صحبتوں اور روشن خیالی سے متاثر ہو کر شاعری کی۔انجمن پنجاب کا مرکز بھلے ہی لاہور ہو لیکن دہلی کی ترقی یافتہ روشن خیالیوں اور مرزا غالب کی نئی طرز ادا سے یہ سب متاثر تھے۔ڈاکٹر شمس بدایونی نے انگریزی نظموں کے تراجم کے حوالے سے لکھا کہ (مولانا) قلق میرٹھی، (مولانا) الطاف حسین حالی اور اسماعیل میرٹھی کے انگریزی نظموں کے تراجم کو سب سے پہلے انگریز حکام نے مرزا غالب کے پاس اصلاح کے واسطے بھیجا تھا۔جو اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا غالب کی روشن خیالی اور سیکولر مزاج نے اپنے ہم عصروں اور شاگردوں کے نظریات کو متاثر کیا۔

'دیوانِ غالب کے نظامی ایڈیشن' مضمون میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے نظامی پریس بدایوں سے شائع غالب کے دیوان کو موضوع بحث بنایا ہے۔نظامی پریس بدایوں سے دیوانِ غالب کے کل 6 ایڈیشن 1915 تا 1927 شائع ہوئے۔نظامی پریس سے دیوانِ غالب کی اشاعت کا محرک سر راس مسعود کا وہ خط ہے جسے انہوں نے منشی رحمت اللہ رعد مالک نامی پریس کان پور کے نام تحریر کیا تھا۔سر راس مسعود چاہتے تھے کہ ہندوستان میں مرزا غالب کا دیوان عمدہ کاغذ پر شائع ہو۔ان کی خواہش کی تکمیل نظامی بدایونی نے اپنے پریس سے دیوانِ غالب کی اشاعت کر کے کی۔نظامی بدایونی نے دیوانِ غالب کے جو دیوان اپنے یہاں سے شائع کیے اُن میں فرہنگ و شرح کا بھی اہتمام کیا۔نظامی بدایونی نے مرزا غالب کے 'سہرے' اور کچھ 'نادر کلام' کو بھی اپنے دیوان میں شامل کیا جو مرزا کے کسی بھی دیوان میں شامل نہیں ہے۔ مالک رام، پروفیسر حنیف نقوی اور دیگر ماہرینِ غالب نے 'دیوانِ غالب نسخہ نظامی' کو تحقیق کی کسوٹی پر جانچنے اور پرکھنے کے بعد ثابت کیا کہ مذکورہ سہرا کلام غالب کا نہیں ہے۔درج ذیل شعر:

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے یہ گھر سے مرے ساماں نکلا

کے بارے میں پروفیسر حنیف نقوی نے لکھا کہ یہ شعر مرزا غالب کا نہیں بلکہ مرزا عاشق حسین بزم اکبرآبادی اس کے اصل خالق ہیں۔محققینِ غالب نے نظامی پریس سے شائع دیوانِ غالب میں شامل سر راس مسعود کے دیباچوں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔اپنے دیباچے میں سر راس مسعود نے غالب کے کلام میں وطن پرستی کے عناصر کو قارئین کے سامنے پیش کیا تھا۔حالاں کہ انہوں نے اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے غالب کے جن اشعار کا انتخاب کیا وہ 1857 سے قبل ہی تخلیق ہو چکے تھے۔اس لحاظ سے سر راس مسعود کا دیباچہ مشکوک وغیر منصفانہ حوالوں کی بدترین مثال بن گیا۔

'1857 اور غالب کے معاصر شعرا' [فریادِ دہلی کے حوالے سے] میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے اپنے مطمحِ نظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا کہ دہلی کی تباہی و بربادی کے بعد لکھی جانے والی شاعری پر مشتمل ایک مجموعہ واقعۂ 1857 کے پانچ سال بعد 1863 میں مرزا غالب کے شاگرد مرزا تفضّل حسین کوکب دہلوی نے مطبع اکمل المطابع دہلی سے شائع کیا تھا۔اس مجموعے میں دہلی کے 37 شعرا کی 51 منظومات تھیں۔ بہادر شاہ ظفر اور مرزا

محمد رفیع سودا کی چار منظومات بھی اس میں شامل کی گئی تھیں۔اس طرح اس میں 39 شعرا کی 55 منظومات کو شامل کیا گیا۔اس مجموعے کا نام 'فغانِ دہلی' تھا جس پر تقریظ مرزا قربان بیگ سالک نے لکھی تھی۔ڈاکٹر شمس بدایونی نے 'فغانِ دہلی' کے مختلف ایڈیشنوں کی نشان دہی اس مضمون میں کی ہے۔گوپی چند نارنگ اور رفعت سروش نے اپنے مقدمات کے ساتھ اسے شائع کیا تھا۔لیکن گوپی چند نارنگ نے اپنی مرتبہ کتاب میں بقول شمس بدایونی نظامی بدایونی پر الزام عائد کیا ہے کہ انہوں نے فغانِ دہلی کا نام بدل کر 'فریادِ دہلی' کر دیا۔شمس صاحب نے اپنے مضمون میں 'فغانِ دہلی' اور 'فریادِ دہلی' دونوں کتابوں کا تقابلی مطالعہ عرق ریزی اور تحقیقی حوالوں کے ساتھ کیا ہے۔ انہوں نے دونوں کتابوں میں شامل شعرا کے اسما اور کلام کے نمونے قارئین کے سامنے پیش کیے ہیں۔

'مرزا غالب اور امیر مینائی کے روابط کا جائزہ' میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کے مضمون 'غالب اور امیر' کو اپنی تحقیق و تنقید کا موضوع بنایا ہے۔انہوں نے تحقیقی شواہد سے قاضی احمد کی اس بات کو رد کیا کہ غالب کے دوستانہ تعلقات امیر مینائی سے تھے۔امیر مینائی نے اپنی کسی بھی کتاب یا خط میں اس بارے میں کوئی اہم جانکاری درج نہیں کی ہے۔مضمون کے پہلے حصے کے آخر میں شمس بدایونی نے اس بات پر زور دیا کہ دونوں کے درمیان دوستی اور رشتۂ اخلاص و محبت قائم تھا اس کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا۔

'بجنوری: بہ حیثیت ناقدِ غالب' میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے عبدالرحمن بجنوری کی کتاب 'محاسنِ کلامِ غالب' پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔انہوں نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ بجنوری غالب کو موضوع کے طور پر نہیں بلکہ ممدوح کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اپنے تمام افکار و نظریات اور ترجیحات کو اس کی ذات میں سمو دیتے ہیں۔اس طرح وہ غالب کی عظمت کا معیار اُس کے الہامی تصورات، متنوع مضامین و خیالات اور مختلف رنگ و آہنگ کو قرار دیتے ہیں۔اس کے باوجود شمس صاحب بجنوری کی تنقید، شعری افہام و تفہیم کے قائل ہیں۔در اصل عبدالرحمن بجنوری نے 'محاسنِ کلام غالب' کو اپنی وفات سے چند سال قبل 'نسخۂ حمیدیہ بھوپال' کے مقدمے کے طور پر تحریر کیا تھا۔سب سے پہلے یہ مقدمہ رسالہ اُردو (اورنگ آباد) سے مولوی عبدالحق کے ایما پر 1921 میں شائع ہوا۔بعد میں یہ مقدمہ 1921 میں 'محاسنِ کلام غالب' نام سے منظرِ عام پر آیا۔ 'نسخۂ حمیدیہ' میں بھی اس مقدمے کو شامل کر شائع کیا گیا۔ڈاکٹر شمس بدایونی نے اپنی تحقیق کا موضع 1935 میں شائع ہوئے 'محاسنِ کلام غالب' نسخے کو بنایا۔انہوں نے بجنوری کے مبالغہ آمیز فقروں پر تنقید کی۔اس بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ بجنوری، رشید احمد صدیقی کی طرح اور فکر آمیز جملے تخلیق کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، اس طرح وہ اپنے قارئین کے ذوقِ مطالعہ کو فزوں تر کرنے اور اس میں لذت و حلاوت پیدا کرنے کا سامان فراہم کرتے چلتے ہیں (ص302)۔انہوں نے اپنی بات کی وضاحت کے لیے پروفیسر محمد حسن کے قول 'بجنوری کا مقدمہ تنقیدِ غالب نہیں، غالب کی خدمت میں نئی نسل کا خراجِ عقیدت ہے' (ایضاً) کو نقل کیا ہے۔اس کے بعد انہوں نے بجنوری کے 12 تاریخی جملوں کی فہرست قارئین کے سامنے پیش کی جن میں بجنوری نے مرزا غالب کے کلام کو بقول شمس صاحب غیر منطقی انداز میں تحریر کیا ہے۔انہوں نے غالب کے کلام کو مغربی شعرا کے مد مقابل ٹھہرانے کے لیے بجنوری کی بات سے بھی اختلاف کیا۔اس بارے میں شمس صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا غالب کے مغربی شعرا سے تقابل کو بجنوری سے پہلے علامہ اقبال نے 1901 میں نظم 'مرزا غالب' میں پیش کر دیا تھا۔مضمون کے آخر میں شمس صاحب نے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھا کہ بجنوری کی تنقید اپنی تمام تر علمی شان، فلسفیانہ آن بان اور ارفع و اعلیٰ زبان و بیان کے باوصف غالب کو تنقید کے خاکے میں پیش کرنے سے قاصر رہی۔(ص314)

'غالب انسٹی ٹیوٹ کا فیضان' مضمون میں ڈاکٹر شمس بدایونی نے غالب شناسی کی جانب توجہ کرنے اور غالب انسٹی ٹیوٹ کی پچاس سالہ ادبی خدمات کا احاطہ پیش کیا ہے۔موصوف کی خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے غالب انسٹی ٹیوٹ کی سلور جبلی تقریبات اور گولڈن جبلی تقریبات میں بہ نفس نفیس شرکت کی۔وہ اس ادارے کے اہم پروجیکٹس میں بھی شامل رہے ہیں۔

پروفیسر نذیر احمد، شاہد ماہلی اور ڈاکٹر سید رضا حیدر سے ان کے ادبی مراسم تھے۔ شمس صاحب لکھتے ہیں کہ غالب انسٹی ٹیوٹ سے ان کا تعلق 1995 میں قائم ہوا۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں اسی سال انہوں نے اپنا تحقیقی مقالہ ' بجنوری بہ حیثیت ناقد غالب' پڑھا۔ بعد میں یہ مقالہ غالب نامہ کے سلور جبلی نمبر جولائی 1996 میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ان کے تحقیقی مقالہ ' غالب اور بدایوں' کو کتابی شکل میں غالب انسٹی ٹیوٹ نے شائع کیا۔ پروفیسر نذیر احمد کے ایما پر انہوں نے اپنا تحقیقی مقالہ ' قاضی عبدالودود کا تحقیقی رویہ' تحریر کیا۔

بہرنوع: ڈاکٹر شمس بدایونی نے زیر نظر کتاب میں منفرد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ انہوں نے اپنی باتوں کو مدلل بنانے کے لیے تحقیقی حوالے پیش کیے ہیں۔ موصوف نے اپنے مضامین میں ترقیمے کا خاص اہتمام کیا ہے۔ البتہ بعض مضامین بہت طویل ہیں لیکن قارئین کو یہ طوالت کھٹکتی نہیں ہے۔ بات میں سے بات اس انداز میں پیدا کی گئی ہے کہ اہم علمی و ادبی نکتوں سے قارئین تشنگی محسوس نہ کرے۔ ان کے یہ مضامین غالب تحقیق و تنقید کے باب میں گراں مایہ اضافہ ہیں۔ کتاب کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر شمس بدایونی نے اپنے موضوع سے مکمل انصاف کیا ہے۔ میری ناقص رائے کے مطابق غالب کو سمجھنے اور سمجھانے میں ڈاکٹر شمس صاحب نے بھرپور کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنے مضامین میں خشک اور مشکل الفاظ کے استعمال سے گریز کیا ہے۔ سادہ اور سلیس انداز میں شمس صاحب نے وہ سب کہہ دیا جو قارئین کی سمجھ میں آجائے۔ اس موقع پر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی نے ڈاکٹر شمس بدایونی کی ادبی خدمات کے مدنظر انہیں سال 2023 کا غالب انعام برائے تحقیق عطا کیا ہے۔

پروفیسر شافع قدوائی نے کتاب کی اہمیت و افادیت کے بارے میں مضمون ' تحقیق اور تنقید کا تخلیقی امتزاج: شمس بدایونی' تحریر کیا ہے۔ اس مضمون میں شافع صاحب لکھتے ہیں کہ ' ہمارے عہد کے نکتہ رس علمی اور تحقیقی طور پر تازہ کار محقق ڈاکٹر شمس بدایونی کی تحریریں اس اجمال کی تفصیل پر دال ہیں' ۔ کتاب کے فلیپ پر مشہور ناقد عتیق اللہ کی آرا درج ہے جس میں انہوں نے لکھا کہ موجودہ اُردو تحقیقی منظر نامہ بہت سنسان ہے، آپ کی آواز حوصلہ بخش ہے۔۔۔ آپ کی نثر میں جامعیت، ارتکاز اور صلابت ہے اس کا میں ہمیشہ متلاشی رہا ہوں۔

❑❑❑


قرآنی آیات اور مضامین کے حوالے سے

دینی موضوعات پر اہم تالیف

اوراقِ حکمت

مؤلف: ابرار احمد

ISBN 978-93-90579-94-5

اشاعت: مارچ 2025 صفحات: 672 قیمت: -/800 روپے

ناشر: القاسم پبلی کیشنز، سوائی مادھوپور، راجستھان۔

ملنے کا پتہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی۔ Tel. 011-44753890

# ظ: ایک شخص تھا

## از: محمد عارف اقبال

سینئر صحافی ندیم صدیقی (پ:16 اکتوبر 1951) کانپور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم جمیل مرصع پوری ممبئی کے شعری و ادبی حلقوں میں معروف تھے۔ ندیم صدیقی کے صحافتی تجربات تقریباً 50 برسوں کو محیط ہیں۔ 2009 میں روزنامہ انقلاب ممبئی سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد روزنامہ اردو ٹائمز سے بھی وابستہ ہوئے۔ پھر ممبئی اردو نیوز میں اپنی خدمات دیں۔ اس اخبار سے وہ 2019 تک وابستہ رہے۔ لیکن صحافتی حلقے کے علاوہ ندیم صدیقی کی شناخت ایک اعلیٰ درجے کے شاعر کی بھی ہے۔ انہوں نے ملک سے باہر کے مشاعروں کو بھی اپنے فکر انگیز کلام سے رونق بخشی ہے۔ 2015 میں ان کی ایک کتاب 'پُرسہ' کے نام سے شائع ہو کر داد و تحسین حاصل کر چکی ہے۔ یہ کتاب مرحوم اہل قلم کے خاکے نما تذکروں پر مشتمل ہے۔

اس تعارفی شناخت نامہ کے بعد ایک ایسے محقق اور مصنف کا ذکر کیا جائے جس نے علامہ اقبال کی سوانح حیات لکھنے کا ایک نادر طریقہ ایجاد کیا۔ پاکستان کے ایک نامور محقق، تاریخ داں اور ماہر اقبالیات خرم علی شفیق نے علامہ اقبال کی سوانح حیات کئی جلدوں میں لکھی ہے۔ یہ سوانح حیات روایات سے ہٹ کر تاریخی اعتبار سے بڑے دلنشیں ادبی اسلوب میں ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کا ہر واقعہ اپنے عصر کے مختلف واقعات سے منسلک ہے۔ گویا علامہ کی سوانح حیات کے ساتھ ہی آپ علامہ کی عصری تاریخ سے بھی روشناس ہوتے جا رہے ہیں۔ مصنف نے اس میں تاریخ نگاری کے اس اسلوب کو اختیار کیا ہے جس سے اس ماحول اور زمانہ میں اقبال کے ارد گرد وقوع پذیر ہونے والے حالات اور واقعات کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ اس میں تاریخ کئی جہتوں سے ایک ساتھ چلتی ہے۔ تاریخ نگاری کی یہی خصوصیت کسی عہد کو سمجھنے میں زیادہ معاون ہوتی ہے، اس لیے ہمارا احساس ہے کہ سوانح نگاری یا تاریخ نگاری کا یہ اسلوب کم سے کم گزشتہ پچاس ساٹھ برسوں کے اردو لٹریچر میں تحقیق و تلاش کے باوجود شاید ہی مل پائے۔

**ظ: ایک شخص تھا**

**مولف و مرتب: ندیم صدیقی**

صفحات: 208 (مجلد)، لاگت: -/400، اشاعت: اگست 2024

اہتمام: سیّد منظر زیدی (مجگاؤں، ممبئی)

ناشر: اردو قبیلہ (ممبرا)، بلڈنگ نمبر 24، فلیٹ نمبر 101، سیلیش نگر، نزد ریلوے اسٹیشن، ممبرا (تھانے) -400612

Mobile: 9323786610

درج بالا سطور میں پاکستان کے خرم علی شفیق کے حوالے سے ایک پیرا لکھنے کا پس منظر یہ ہے کہ اردو دنیا میں ایک تجربہ خرم علی شفیق نے کیا جس کی پذیرائی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ندیم صدیقی صاحب نے ظ – انصاری پر جو کتاب مرتب کی ہے اس کا انداز بھی انوکھا ہے۔ کسی بھی ادبی شخصیت پر آج کل جس طرح کی کتابیں تیار کی جا رہی ہیں ان میں شخصیت کے حوالے سے مختلف لوگوں کے مضامین کو جمع کر کے ایک عدد 'پیش لفظ' یا 'مقدمہ' لکھ کر مرتب یہ سمجھتا ہے کہ اس نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور خیر سے وہ مصنف بھی بن گیا ہے۔ عام طور پر یہی ہو رہا ہے۔ ندیم صدیقی کی یہ کتاب 'ظ – ایک شخص تھا' اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں انہوں نے ظ – انصاری کی شخصیت میں ڈوب کر

بڑے محققانہ انداز میں کنکر پتھر کو الگ کر کے موتی اور جواہر تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ندیم صدیقی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا ہر جملہ نپا تلا ہوتا ہے۔ لفاظی سے وہ ہمیشہ گریز کرتے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ان کی زندگی میں یہ بات راسخ ہے کہ ''اگر دل و دماغ کے سوتے خشک نہ ہوئے ہوں تو زندگی کا ہر لمحہ ہمیں کوئی سبق دیتا رہتا ہے۔... جس دن یہ عمل تمام ہوا اُس دن، اُس لمحے کو سمجھ لینا چاہیے کہ بس ہم تمام ہوئے۔!!''

وہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے اس فرمان کو بھی حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں کہ ''جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا، وہ میرا استاد ہے۔''

اس کتاب کی ابتدا ہی میں ندیم صدیقی کا درج ذیل خاکسارانہ اعترافیہ قابل توجہ ہے:

''ڈاکٹر ظ انصاری سے متعلق جو کچھ آپ کے سامنے ہے، آپ کے ہاتھوں میں ہے، ... ہم اسے تصنیف یا تالیف کیا کہیں!! البتہ آپ چاہیں تو اسے نقل کہہ لیجیے، ہمارا مقصود ظ انصاری پر ایک فوکس تھا، ایک پہاڑ جیسی شخصیت کو ذرّے میں سمیٹنا محال ہے۔ ہم نے ان کے علم کے تنوع اور افکار کی مختلف جہتوں اور ان کی شخصیت و کردار پر گاہ گاہ روشنی ڈالنے کی سعی کی ہے، اگر پڑھنے والے کے ہاں ظ انصاری کے تعلق سے کوئی تجسس بیدار ہوتا ہے تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری محنت سوارت ہوئی۔''

ندیم صدیقی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے انتساب کے لیے جس تحریر کو منتخب کیا، وہ بھی ظ — انصاری کے قلم سے ہے۔ ذرا انتساب ملاحظہ فرمائیں:

''اُس امّاں کے نام... جس کو لفظ کی حرمت، اپنی زبان کا اتنا پاس تھا کہ اپنے بیٹے کے ایک غلط لفظ بولنے پر لوہے کا چمٹا پھینک مارا جس سے بچّے کے پیر کے انگوٹھے کا ناخن اُدھڑ گیا تھا۔ آدھی صدی گزر گئی، انگوٹھے پر زخم کا نشان تو باقی رہا مگر امّاں (لئیق فاطمہ) کے لائق بیٹے (ظ انصاری) کی زبان سے وہ لفظ پھر نہ نکلا۔''

نامور ادیب ڈاکٹر جمیل جالبی کے حوالے سے ندیم صدیقی لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر ظ انصاری جو ممبئی یونیورسٹی میں غیر ملکی زبانوں کے صدر تھے، 6 فروری 1925 کو سہارنپور (مغربی یوپی) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم میرٹھ، الہ آباد وغیرہ میں پائی، ماسکو میں انہوں نے تراجم کا جو کام کیا وہ اتنا اعلیٰ اور معیاری ہے کہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، انہوں نے انگریزی، فارسی اور روسی زبان کی کوئی 38 شاہکار کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا، جن میں نہ صرف کارل مارکس اور ایف اینجلز کی منتخب تصانیف شامل ہیں بلکہ دوستو فسکی کے چار، چےخف اور پوشکن کے (ایک ایک) ناول بھی ہیں۔'' (صفحہ 39)

روزنامہ 'انقلاب' ممبئی کے سابق ایڈیٹر ڈاکٹر ظ انصاری (و:31 جنوری 1991) کے بارے میں ندیم صدیقی، جنہوں نے روزنامہ انقلاب میں برسوں ان کی معیّت میں کام کیا، لکھتے ہیں کہ... شخصی اور قلمی کردار کی روشنی میں جتنا دیکھا تو اسی نتیجے پر پہنچے کہ وہ رہ حیات کے ایک مسافر تھے، ایسے مسافر کہ جس کے مقدر میں کہیں قیام نہیں لکھا تھا... لہٰذا ان کا ذہن کہیں رُکا نہیں اور اگر ٹھہرا بھی تو اگلے سفر کی تیاری کے لیے کچھ آرام... اور پھر روانگی...!!

ندیم صدیقی لکھتے ہیں کہ بعض اصحاب ظ انصاری کی کھلّی اڑاتے تھے کہ انہوں نے کئی اخبار نکالے اور کئی اخباروں نے انہیں نکالا... مگر یہ بھی سچ ہے کہ وہ جہاں (اور جس اخبار میں) گئے وہاں جتنے دن رہے، اُتنے دن کے اخبار کو 'مثالی اخبار' بنادیا، اُن کی تحریر کی چھاپ، ان کے انداز کی کشش کہیں ماند نہیں پڑی۔ (صفحہ 38)

ماہنامہ قومی زبان، کراچی (مئی 1991) میں 'ڈاکٹر ظ انصاری کے بارے میں' جو کچھ لکھا گیا ہے اس کتاب میں درج ہے کہ انہوں نے جدید روسی شاعری کا بھی اردو میں ترجمہ کیا جو گیارہ ہزار مصرعوں پر مشتمل ہے، ان کا یہ کام ماسکو سے تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ 'قومی زبان' مزید لکھتا ہے:

''ڈاکٹر ظ انصاری نے دو جلدوں میں اردو روسی... روسی اردو... فرہنگ بھی مرتب کیں جو پچیس ہزار الفاظ پر مشتمل ہیں۔ ڈاکٹر ظ انصاری نے مرزا غالب کی فارسی مثنویوں کے بھی

اردو میں منظوم ترجمے کیے جنہیں غالب انسٹی ٹیوٹ (دہلی) نے شائع کیا، پانچ جلدوں میں امیر خسرو کی پانچ مثنویاں بھی مرتب کیں، جن میں اشعار کی کُل تعداد اٹھارہ ہزار ہے، روسی زبان میں امیر خسرو اور مرزا غالب کے بارے میں دو کتابوں کے ساتھ، بہترین روسی کہانیوں کے اردو تراجم بھی کیے جو تین جلدوں میں ماسکو سے شائع ہوئے ہیں۔ ان ترجموں کو پڑھیے تو اصل کا گمان ہوتا ہے، فکشن کے ایسے خوب ترجمے اردو میں مشکل سے ملیں گے۔

ڈاکٹر ظ انصاری نے اردو میں جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں مثنوی کا سفر نامہ (1989)، ابوالکلام آزاد کا ذہنی سفر (1950)، کانٹوں کی زبان (اداریوں کا مجموعہ، 1987)، جواہر لعل نہرو: کہی اَن کہی (1987)، کتاب شناسی (تبصرے، 1981)، اقبال کی تلاش (1987)، دوستوفسکی (1978)، پوشکن (1976)، چے خف (1976)، خسرو کا ذہنی سفر (1966)، غالب شناسی (جلد اوّل 1966)، غالب شناسی (جلد دوم 1974)، زبان و بیان (1958)، کمیونسٹ اور مذہب (1957)، جارج برنارڈ شا (1951)، ورق ورق (مثلِ روزنامچہ، 1951)... ان کتابوں کے علاوہ مرحوم نے 128 مقالے بھی لکھے جو معیاری رسائل اور جرائد میں چھپے، مشرقی جرمنی، مصر، سوویت یونین، لندن وغیرہ میں انہوں نے مختلف علمی، فکری، نظریاتی موضوعات پر لیکچر بھی دیے۔ قومی یک جہتی کے موضوع پر (ممبئی کے قریب شہر پونے کے) انڈین انسٹی ٹیوٹ میں تیس لیکچر دیے۔''

کتاب میں کُل دو باب ہیں لیکن موضوعات اور عنوانات کے تنوع سے یہ کتاب ظ– انصاری کی شخصیت کا مرقع بن گئی ہے۔ اگر ہر بات پر بات کی جائے تو شاید تبصرہ بے معنیٰ ہو۔ باب دوم ہی سے ظ انصاری کی مختلف تحریروں کا جامع انتخاب ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے''... میرا ہی نام ظ انصاری ہے!'' (صفحہ 68)

ڈاکٹر ظ انصاری کو اپنی 66 سالہ حیات میں قدرت نے جتنی مہلت دی، انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ نہ صرف تعمیری اور علمی و ادبی کاموں میں صرف کیا بلکہ پوری ایمانداری کے ساتھ اللہ رب العزت کی دی ہوئی صلاحیوں کا بھر پور استعمال کیا۔ ابتدا ہی سے ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ علمی، فکری اور نظریاتی معرکوں کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی کے سفر کے سیاسی اور سماجی معرکے بھی سر کیے۔ بالآخر انہوں نے اپنے انتقال سے چند ماہ قبل ایک مضمون لکھا جو روزنامہ انقلاب (ممبئی) کے 21 ستمبر 1990 کے شمارے میں شائع ہوا۔ ان کے مضمون کا جلی عنوان تھا 'کمیونزم ایک نظام فریب'۔ اس کتاب میں شامل تین صفحات پر مشتمل یہ مضمون (صفحہ 184 تا 186) قابل توجہ ہے۔ اپنے مضمون میں ڈاکٹر ظ انصاری ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ستّر برس پہلے دنیا میں ایک نظام پیدا ہوا تھا، جس نے خدا اور پیغمبروں کو نکال باہر کیا، گرجاؤں میں گھوڑے باندھے، عوام پر جبر کو لادا، اب دیکھو روٹی کو ترس گئے ہیں، ہوٹلوں میں قطار لگی ہے، کرنسی نام کی گویا کوئی چیز موجود نہیں، ہر چیز ڈالر میں، روبل میں ہوائی جہاز کا ٹکٹ نہیں ملتا، ڈالر میں خریدو اور وہ بھی ڈبل قیمت دے کر قومی انٹرنیشنل فریب... گاؤں کا آدمی درست کہتا ہے:

'اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں'

دارالمکافات کو کچھ بے وقوف کافی پینے اور جی بہلانے کی جگہ سمجھے تھے، اب دیکھ لو جس طرح ٹیومر کا علاج آ گے نہیں اسی طرح سوشلزم کی بیماریوں کا علاج آ گے نہیں!''

ماسکو ریٹرن شخص ڈاکٹر ظ انصاری کے درج ذیل الفاظ موجودہ دنیا کے لیے ایک ایسا پیغام ہے جو نہ صرف باطل سے برأت کا اعلان ہے بلکہ 'حق' کی پناہ میں توبۃ النصوح بھی ہے۔ ظ انصاری لکھتے ہیں:

''میری وہ کتابیں جن میں کمیونزم کی مَیں نے تائید کی ہے، اپنے آپ کو ان سے الگ کرتا ہوں، disown ا، اب جس قدر جیوں گا، اس بوسیدہ نظام جبر کے خلاف لکھوں گا، یہ پورا نظام ایک فریب ہے اور کچھ نہیں۔'' (صفحہ 185)

'اللہ مغفرت فرمائے، عجب آزاد مرد تھا!'

ندیم صدیقی صاحب کی یہ کتاب از اوّل تا آخر بالاستیعاب مطالعے کا تقاضا کرتی ہے۔ ہر سطر اور ہر حرف نپا تلا۔ حوالوں سے موثق۔ ایسا لگتا ہے کہ فاضل مصنف نے ڈوب کر لکھا ہے۔

بظاہر بعض چھوٹے چھوٹے واقعات لیکن فکر انگیز اور معنیٰ خیز۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن 2020 میں فیصل آباد (پاکستان) کے مثال پبلشرز نے شائع کیا تھا۔جس کے محرک و مہتمم پروفیسر غازی علم الدین (پ: یکم جنوری 1959) ہیں۔ پروفیسر غازی علم الدین اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے 1983 میں فارغ التحصیل ہیں۔ اپنی 35 سالہ تدریسی خدمات اور پرنسپل جیسے عہدے سے 2018 میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اس پاکستانی ایڈیشن میں ندیم صدیقی کی ایک جامع تحریر پروفیسر غازی علم الدین کے بارے میں کچھ یوں ہے:

''ڈاکٹر ظ انصاری فکر و خیال کے ساتھ لفظ و معنیٰ کی حرمت کے صرف قائل نہیں بلکہ اس عمل کے مبلغ بھی تھے، ان کی ایک صفت یہ بھی تھی کہ وہ صحتِ الفاظ کے تعلق سے بزرگ و خرد کی تفریق نہیں رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ آدمی اپنے علم و عمل سے بزرگ ہوتا ہے۔ پروفیسر غازی علم الدین بھی اسی قبیل کا کردار رکھتے ہیں، وہ بھی لفظ کی وحدتِ حُرمت کے سامنے نام نہاد علم و فضل کی بُت شکنی کرنے میں چوکتے نہیں اور مستزاد یہ کہ اپنی شرافتِ نفسی کو بھی مجروح نہیں ہونے دیتے، ہمارے نزدیک یہ بھی ایمان وایقان کی ایک واضح نشانی ہے، ان کا نام علم الدین تو والدین نے رکھا ہوگا مگر لسانیات میں پھیلے ہوئے کفر کے مقابل انہوں نے اپنے کردارِ علمی سے خود کو ایک غازی ثابت کیا۔ ظ انصاری سے ان کا معنوی رشتہ ہی پاکستان میں اس کتاب کی اشاعت کا سبب بھی ہے، کاش ہماری زبان و ادب میں ایسے دو چار غازی اور پیدا ہو جائیں!!''

جس 'اردو قبیلہ' کے زیر اہتمام ہندوستان میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے، ڈاکٹر ظ انصاری نے اس ادارے کے بارے میں ایک تقریب میں اپنے قلم سے تاثرات تحریر کیے تھے جس کا عکس کتاب کے آخر میں شامل ہے۔ ذرا اسے بھی ملاحظہ کیجیے:

'' قبیلے دراصل جدا جدا خاندانوں کے جوڑے، ہمسائیگی، ہم پیشگی اور ہم زبان سے بنتے ہیں۔ اگر تینوں شرطوں میں سے کوئی ٹوٹ جائے، باقی نہ رہے تو اسی نسبت سے قبیلہ ٹوٹنا شروع ہوتا ہے۔ اردو قبیلہ واحد قبیلہ ہے ہمارے زمانے کا کہ پھیلا تو دور دور تک سایہ بھی اس کا دراز ہے، اس میں سے جو بزرگ اٹھتا ہے اس کی جگہ بھرنے کی بجائے ٹھنڈی رہ جاتی ہے۔ حوصلہ منداور بے غرض نوجوان اٹھیں، جن کے دل میں قبیلے کا درد ہو تو شاید کچھ بات بنے ورنہ سب ٹھاٹ پڑا رہ جاوے گا...

جمائیے قبیلہ مبارک ہو آپ کو۔''

اس کتاب میں ظ انصاری کے نام لکھے گئے چند نادر خطوط بھی شامل ہیں۔ ان میں ولی شاہجہانپوری، مولوی عبدالحق، قاضی عبدالغفار، فراق گورکھپوری، جوش ملیح آبادی، امتیاز علی عرشی، دیوان سنگھ مفتوں، احتشام حسین، مالک رام، محمد طفیل (نقوش، لاہور)، راجہ مہدی علی خاں، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر اور میرزا ادیب کے اسمائے گرامی ہیں۔ کتاب میں ظ انصاری کی منتخب تحریریں اور تبصرے بھی شامل ہیں۔ عصمت چغتائی کے ایک ناول 'ایک قطرہ خوں' پر ظ انصاری کا تبصرہ بڑا ہی دلچسپ ہے۔ (صفحہ 109)

اس کتاب کے مطالعے کے لیے قارئین کو مبصر کی طرف سے اُکسانے کے کئی طریقے دریافت کیے گئے ہیں۔ میرے نزدیک ' کتاب کا موضوع اور مصنف ومولف' کا نام ہی کافی ہے کہ مطالعہ لازماً کیا جائے۔ تاہم آخر میں ظ انصاری کی ایک مختصر تحریر پڑھتے جائیے:

'' پرانے زمانے میں منطق والوں نے انسان کی تعریف کی تھی 'حیوانِ ناطق' (بولنے والا جانور) تم جو بہت بولتے ہو تو شاید تم نے انسان کو حیوانِ ناطق ہی سمجھا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ بڑا انسان بننے کے لیے زیادہ بولنا ضروری ہے–، جو بڑا 'ناطق' ہوتا ہے اس کے بڑے حیوان ہونے میں کسے شبہ ہوگا؟ لیکن بڑا انسان؟... وہ صرف اُس وقت بولتا ہے جب نہ بولنے میں نقصان ہو۔'' (صفحہ 112)

❑❑❑


عالمی جنرل نالج (اعداد کی روشنی میں)

مصنف: ڈاکٹر عبدالسمیع صوفی

صفحات: 416 قیمت:-/300 روپے

رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی۔ Tel. 011-44753890

## منتخب مجموعہ مضامین

# نقد ونظر

از: محمد عارف اقبال


منتخب مجموعہ مضامین نقد ونظر

مصنف: جلال الدین اسلم

صفحات: 648، قیمت: -/800، اشاعت: 2024

ISBN 978-81-971593-4-3

ناشر: اعظمی برادران، B-94/9 جوشی کالونی، آئی پی ایکسٹینشن، دہلی-110092 موبائل: 8588899087 (فیضان)

ملنے کا پتہ: اردو بک ریویو، 1739/104، فرسٹ فلور، ایم پی اسٹریٹ، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی-110002

Tel. 011-44753890


بزرگ خطاط اور کہنہ مشق صحافی جلال الدین اسلم صاحب کی ادبی وصحافتی خدمات تقریباً 50 برسوں کو محیط ہے۔ عمر کے اسّی ویں سال کو عبور کرنے کے باوجود ان میں علمی، ادبی، صحافتی اور دانشورانہ نشاط اور سوجھ بوجھ بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ممکن ہے کہ ضعف کے سبب اس وقت وہ اپنے کمرے سے باہر نکلنے میں حددرجہ احتیاط کرتے ہوں لیکن ان کی ذہنی توانائی الحمدللہ برقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ایک عشرے میں انہوں نے درجنوں ایسے مضامین تحریر کیے ہیں جن کے مطالعہ سے ان کے دانشورانہ افکار اور تجزیے کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے طویل صحافتی تجربات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امداد صابری، عثمان فارقلیط، سلمان ندوی، عشرت علی صدیقی، سلامت علی مہدی، محمد مسلم اور محفوظ الرحمن جیسے جید صحافیوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ان کا تعلق سہ ماہی اور ہفت روزہ دعوت کے علاوہ روزنامہ قومی آواز اور پیلومودی کے اخبار 'مارچ آف دی نیشن' سے باضابطہ رہا ہے۔ اس طرح رسائل میں رامپور کے ماہنامہ نور، مشاہدہ، محراب وغیرہ سے بھی وہ منسلک رہے۔ وہ 'انقلاب' اور 'راشٹریہ سہارا' کے علاوہ 'اخبار مشرق' اور 'روزنامہ خبریں' کے کالم نگار بھی رہے ہیں۔ ان تمام خصوصیات کے ساتھ اگر 'انسانیت' اور 'انسانی اقدار' سے کوئی شخص عاری ہو تو یقینی طور پر اس کی تحریروں میں وہ بات نمایاں نہیں ہوسکتی جو کسی تحریر کی اصل روح ہوتی ہے۔ جلال الدین اسلم کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ عام اردو صحافیوں کے علی الرغم ان تمام کمزوریوں اور خرابیوں سے گریز کرتے رہے ہے جن کی وجہ سے عام صحافیوں کا کردار ہمیشہ مشکوک رہتا ہے۔ اسلم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ان خوش نصیبوں میں شامل کیا ہے جن کی فکری تطہیر دراصل ان بزرگوں کی مرہون منت ہے جن کے دامن میں فقیری اور بوریہ نشینی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ...جو دنیا کے حریص نہیں ہوتے بلکہ دنیا ان کے پیچھے چلنے پر مجبور ہوتی ہے۔ جلال الدین اسلم کا نظریہ صحافت یوں ہی قائم نہیں ہوا بلکہ انہوں نے برسوں اس دشت کی سیاحی کی ہے اور آبلہ پائی کو برداشت کیا ہے جہاں بڑے دانشور اور صحافی قدم رکھتے ہوئے خوف کی نفسیات میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

زیرنظر کتاب 'نقد ونظر' کا انتساب جن چار عنوان سے کیا گیا ہے ان میں ایک عنوان 'الحمدللہ' ہے۔ لکھتے ہیں:

"اُن تمام اہل قلم کے نام جو انتہائی ناخوش گوار اور نامساعد حالات میں 'علم فرائض' کی خشک ہوتی ہوئی زمین اپنے خونِ جگر سے سیراب کررہے ہیں۔"

ایک دوسرا انتسابی عنوان ہے 'قسم ہے قلم کی'۔ موصوف لکھتے ہیں:

"صحافت کا پیشہ ضمیر فروشی نہیں نفس کُشی ہے۔ لذتِ دنیا سے اپنا دامن بھرنے والے کبھی اچھے صحافی نہیں ہوسکتے، صحافت کی پُرخار پر صرف وہی لوگ چل سکتے ہیں جنہیں اپنے پاؤں کے آبلے کی پروانہ ہو۔"

اندازہ کیجیے کہ اِن فکر انگیز اور دانشورانہ باتوں کے بین السطور میں کتنی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور زندگی کے لیے یہ کتنا شفاف اور بلیغ استعارہ ہے۔ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جس کی زندگی ایک مشن کے ساتھ گزر رہی ہو اور ایک واضح نصب العین کے ساتھ اس نے زندگی کی پُرخار راہوں پر پھونک پھونک کر قدم رکھا ہو تا کہ جس قدر ممکن ہو زندگی کو آلائشوں سے پاک رکھا جا سکے۔

'نقد ونظر' تقریباً 167 متنوع موضوعات کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے مصنف جلال الدین اسلم کا قلم و قرطاس سے رشتہ کس قدر مستحکم ہے۔ ضروری نہیں کہ ان کے تمام خیالات اور اظہار رائے سے اتفاق کیا جائے لیکن مجموعی طور پر ان کے مطالعے سے ذہن میں جو تصویر بنتی ہے اس میں ایک دیانت دار اور ایمان دار صحافی و دانشور کی شبیہ نظر آتی ہے۔ اس کتاب کا 'مقدمہ' صحافی ظفر انور شکر پوری نے لکھا ہے اور 'دیباچہ' معروف اردو صحافی سہیل انجم کے قلم سے ہے۔ معصوم مرادآبادی نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ مصنف نے 'اعتراف' کے عنوان سے اپنی تحریر میں لکھا ہے:

"دراصل کتابت وصحافت علم وادب کی وہ راہ داریاں ہیں جو علوم وفنون کے شہ سواروں کو اُس مقام کی چوکھٹ تک پہنچا دیتی ہیں جہاں خیر وشر کا انتخاب کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صحافت وسیاست کے درمیان بھی ایک بہت ہی باریک سی لکیر ہوتی ہے جو عملی طور پر دونوں کو تقسیم کرتی ہے اور یہی لکیر جب تک قائم رہتی ہے تب تک ہی دونوں پیشوں کی پہچان باقی رہتی ہے۔" (صفحہ 31)

'صحافت اور سیاست' کے حوالے سے مصنف نے ایسی گہری بات لکھ دی ہے جس کی تشریح میں کئی صفحات سیاہ کیے جاسکتے ہیں۔ اس کتاب کے اجرا کے دوران میں ایک سوال یہ اٹھایا گیا کہ مضامین کی ترتیب موضوع کے اعتبار سے کی جانی چاہیے تھی۔ اگر 80 سال کا کوئی مصنف اپنی دستاویز کو سمیٹ رہا ہوتا کہ محفوظ ہو جائے تو اس سے اس تکلف کے اہتمام کا تقاضا نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ یہ کام ان کے 'غم خواروں' کو انجام دینا چاہیے تھا۔ تاہم اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اول مضمون کا عنوان ہے 'مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی: ایک بوریہ نشیں قائد' اور آخری مضمون کا عنوان ہے 'رہِ بہار سے ہم بے نشاں نہیں گزرے (مولانا مودودیؒ کے یومِ وفات پر خراج عقیدت)'۔ گویا ان دونوں مضامین کے درمیان میں وہ 165 مضامین ہیں جن کی فکری کاشت شاید انہی دونوں بزرگوں کے افکارِ صالحہ کی زمین پر کی گئی ہے۔ اس کتاب پر اظہار خیال کرتے ہوئے جن چند صحافیوں کے نام بتائے گئے ہیں، ان میں 'ابواللیث اصلاحی ندوی' کا نام شامل نہیں ہے جو ایک زمانے میں خود اسلامی وادبی صحافت سے وابستہ رہے۔ ان کا گھریلو نام 'شیر محمد' تھا۔ ان کی رحلت 5 دسمبر 1990 کو چاندپٹی (اعظم گڑھ) میں ہوئی۔ ان کے بارے میں صفحہ 5 پر 'رحیل کارواں' کے لقب کے ساتھ فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ "شیر ادبی نیند سو گیا کچھار سونی ہو گئی۔" یہ جملہ معمولی جملہ نہیں بلکہ 1947 کے بعد کی ہندوستانی جماعت اسلامی ہند پر ایک 'تیر ونشتر' کی طرح ہے۔

یہاں کتاب کے تمام موضوعات اور عنوانات کا احاطہ کرنا اور تعارف پیش کرنا آسان نہیں۔ لہٰذا چند موضوعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ فاضل مصنف نے 'مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی' سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آزادی کے بعد جبکہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے قریبی رفقا نے پاکستان کو اپنا وطن بنالیا تو اس وقت جو ہاتھ مسلمانوں کی دست گیری کے لیے آگے اٹھا تھا اور تحریک اسلامی کی تسبیح کے ٹوٹے ہوئے دانوں کو جن ہاتھوں نے جوڑنے کی کوشش کی تھی، وہ مولانا ابواللیث ندوی کے ہی ہاتھ تھے۔ ... 1948 میں انہیں جماعت اسلامی ہند کا امیر منتخب کیا گیا اور اس کے بعد 1972 تک وہ اس منصب جلیلہ پر مسلسل فائز رہے۔ فاضل مصنف نے آگے جو باتیں لکھی ہیں وہ چونکانے والی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اکتوبر 1972 سے لے کر مارچ 1990 تک کا یہ زمانہ مولانا مرحوم کے لیے سخت ذہنی اذیت کا زمانہ رہا ہے۔ اس مدت کے دوران وہ لوگ پوری طرح سرگرم رہے جو مولانا کی دوبارہ آمد کو اپنے مفادات کے لیے نقصان دہ سمجھتے تھے۔ کچھ لوگ مولانا کے خلاف مسلسل سازش کرتے رہے۔ ان پر طرح طرح کے الزامات عاید کیے گئے اور دستور جماعت میں ترمیم کر کے انہیں بالکل بے دست و پا بنا دیا۔ انہیں اس بات کے لیے مجبور کر دیا گیا کہ وہ ہر اس بات کو مان لیں جس پر جماعت کے قیّم اور دو سکریٹری متفق ہیں۔" (صفحہ 36) ۔ فاضل مصنف نے آگے لکھا ہے کہ دہلی میں ان کی موجودگی میں جب نئی شوریٰ کا اجلاس ہوا تو وہ اس کی کسی نشست میں شریک نہیں رہے۔ وہ اپنے بہت ہی قریبی لوگوں سے بڑے دکھ اور درد کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ جماعت ہے کہاں؟ وہ تو کب کی ختم ہو چکی ہے۔"

واضح ہو کہ یہ بات اسلم صاحب نے صرف عقیدت میں نہیں لکھی ہے بلکہ اس تحریر کو ایک دیانت دار صحافی کا مصدقہ انکشاف خیال کیا جانا چاہیے۔

جلال الدین اسلم اپنے ایک مضمون 'مسلمان مغرب کو کبھی خوش نہیں کر سکتے' (صفحہ 365) میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"... سعودی عرب سے آنے والی خبروں کے مطابق اب وہاں نہ صرف یہ کہ 'علمائے حق' کو گرفتار کیا جا رہا ہے بلکہ 'درباری علما' کو ابھارا بھی جا رہا ہے اور یہ بھی کہ ایک ایسا شہر آباد کیا جائے جہاں صرف وہی لوگ آباد ہوں گے جو ولی عہد کے ماڈریٹ اسلام کے سانچے میں ڈھلے ہوں۔"

6 دسمبر 1992 بابری مسجد کی شہادت کے حوالے سے اپنے مضمون (صفحہ 370) میں لکھا ہے:

"بے شک مسلمانوں کے درمیان بھی مسلمان نما موجود ہیں جو آپ کی چال کا مہرہ بنے ہوئے ہیں، جن کی حیثیت عام مسلمانوں کے درمیان ایک دلال لااعتبار جیسی ہمیشہ رہی ہے۔ یہ مہرے چاہے مسلم پرسنل لا بورڈ کے ہوں یا شیعہ سنٹرل وقف بورڈ کے، ان کی قدر و قیمت چند سکوں سے زیادہ کبھی تھی نہ اب ہے۔"

'بے بصیرت قیادت' کے عنوان سے فاضل مصنف لکھتے ہیں:

"... تقسیم ملک کے بعد اس ملک کا مسلمان سیاسی بصیرت وشعور اور دور اندیشی سے محروم ہو گیا ہے اور آئندہ یعنی 2019 کے لوک سبھا انتخابات میں ایسا لگ رہا ہے کہ پہلے کی طرح ہی مسلمانوں کا آپسی انتشار ان کی بے وزنی کا سبب بن رہا ہے۔" (صفحہ 456)

فاضل مصنف نے اپنے ایک مضمون (صفحہ 515) میں ایک جگہ لکھا ہے:

"... شام اس وقت تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ فلسطین دھیرے دھیرے چھینا جا رہا ہے اور ممکن ہے جلد ہی اسپین بن جائے اور مسلمان ناقابل معافی مجرمانہ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔"

'سنگھ پریوار' کے حوالے سے ایک مضمون میں مصنف لکھتے ہیں:

"... بلاشبہ تاریخ میں نفرت وحقارت بھی ہوتی ہے لیکن سنگھ تو نفرت وحقارت کو دائمی تاریخ میں ڈھال رہا ہے۔ سنگھ کا کہنا ہے کہ ہندو ہی ملک کے اصل باشندے ہیں، مسلمان تو باہر سے آئے درانداز ہیں، لیکن یہ کہنے والے بھول جاتے ہیں کہ موجودہ ہندوؤں کے بزرگ آریا تو خود درانداز تھے۔" (صفحہ 521)

'مسلم مجلس مشاورت کا المیہ' کے ذیل میں مصنف نے اس کے پس منظر کا گہرا تجزیہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

"یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت عملاً ماضی کی ایک ایسی یادگار بن چکی ہے جو اپنی افادیت واہمیت مکمل طور پر کھو چکی ہے اس لیے زیادہ بہتر ہوگا کہ اسے تحلیل کر دیا جائے، کیونکہ یہ تنظیم مکمل طور پر اب مفادات حاصلہ کا ذریعہ بن چکی ہے۔" (صفحہ 535)

حضرت امام حسینؓ کے تقدس پر گفتگو کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

"علمائے کرام، واعظین اور ذاکرین حضرات سے گزارش ہے کہ فرقہ واریت کے فتنہ کی کھل کر مذمت کریں۔ امام حسین اور آئمہ اہل بیت کسی فرقے کے نہیں وہ سب مسلمانوں کے لیے محترم ہیں۔ ان کی محبت دین کا حصہ ہے، ضروری ہے کہ ہمارے مذہبی رہنما شیعہ اور سنی کے درمیان رواداری پر زور

دیں اور اختلافی امور کو وجہ فساد نہ بننے دیں۔'' (صفحہ 583)

جلال الدین اسلم نے اردو زبان کے حوالے سے کئی مضامین لکھے ہیں۔ نمونے کے طور پر ایک مضمون 'اردو کا گھر نکالا' (صفحہ 358) کا یہ اقتباس دیکھیے:

''اردو کے پرستاروں نے تو انجمن ترقی اردو اُتر پردیش کے تحت دستخطی تحریک بھی چلائی اور بیس لاکھ افراد کے دستخطوں سے صدر جمہوریہ ہند کی خدمت میں میمورنڈم بھی پیش کیا، جسے اردو کے دشمنوں کے 'الاؤ' میں پھینک دیا گیا۔ اس کے بعد سے ہی سیاسی کرتب بازوں نے کرتب دکھانے شروع کردیے، کسی نے بگلا بھگت کا تو کسی نے مگرمچھ کا رول ادا کیا۔''

اردو کی موجودہ صورت حال کے تناظر میں مذکورہ بالا اقتباس پر غور کرتے رہیے، شاید کہ نکتے کی بات سمجھ میں آجائے۔ اس ضخیم کتاب کے تمام ہی مضامین اس لائق ہیں کہ ان کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تاکہ موجودہ ہندوستان کے ساتھ بین الاقوامی مسائل پر فاضل مصنف کے خیالات سے لطف اندوز ہوں۔ معصوم مرادآبادی کی رائے کتاب کے سرورق کی پشت پر موجود ہے۔ آخر میں وہ لکھتے ہیں ''جلال الدین اسلم ایک بہترین خطاط، صحافی اور ادیب ہی نہیں بلکہ ایک بہترین انسان بھی ہیں۔ ان کی طبیعت میں مروت، رواداری، درمندی اور دل سوزی کے جوعناصر اربعہ ہیں، وہ دراصل انہیں 'انسانِ کامل' ہونے کی سندعطا کرتے ہیں۔''

اس رائے میں معصوم صاحب نے مبالغہ آرائی کی حد کردی ہے۔ یقینی طور پر اپنے کردار اور افکار کے لحاظ سے اسلم صاحب ایک اچھے انسان ہیں۔ اس وقت جلال الدین صاحب صحافت اور خطاطی کے میدان میں اپنے ہم عصر پر سبقت حاصل کرچکے ہیں۔ لیکن کسی اچھے انسان کی شان میں 'بہترین' اور 'انسانِ کامل' کی اصطلاح شاید غلو کی انتہا ہے۔ 'انسانِ کامل' تو ہم اپنے رسول اللہ (ﷺ) کی شان میں ہی استعمال کرسکتے ہیں۔

ابتدا میں عرض کیا گیا تھا کہ جلال الدین اسلم نے بانی تحریک اسلامی ہند (غیر منقسم) کے یوم وفات پر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اس لیے آخر میں انہی کی تحریر سے 'علامہ مودودی' (1903-1979) کے لیے ان کا خراج عقیدت پیش کیا جارہا ہے۔ بڑے ادیبانہ اسلوب میں جلال الدین اسلم اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''اس کی راہ مصائب و مشکلات سے بھرپور ثابت ہوئی لیکن وہ مردحق اپنی راہ پر آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ اسے گالیوں کے تحفے ملے لیکن وہ بے مزا نہ ہوا۔ وہ زینت زنداں بنا مگر سرگرم سفر رہا۔ وہ دار و رسن کے مرحلوں تک پہنچا لیکن فاتح بن کر لوٹا، اس کی راہوں میں نوکیلے خار بچھائے گئے لیکن حرف شکایت زبان پر نہ لایا۔ وہ نگاہِ غیر کا کانٹا بھی تھا اور اپنوں کی مشقِ ستم کا شکار بھی لیکن اس کا پیمانہ صبر لبریز نہ ہوا۔ اس پر گل پاشی کم اور سنگ باری زیادہ کی گئی لیکن ہر زخم اس کے شوقِ منزل کے لیے مہمیز ثابت ہوا۔ افکار باطل کے ایوان اس کے نام سے لرزاں وترساں تھا کہ وہ مردِ توحید تھا۔ مصائب اس کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کرسکے۔'' (صفحہ 646-645)

بانی تحریک کے بارے میں اس خراج عقیدت کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسلم صاحب 'تحریک اسلامی ہند' اور اس سے منسلک اہم شخصیات کی قربانیوں سے واقف نہیں۔ اس لیے اسلم صاحب کی رائے کو ہلکے میں نہیں لیا جاسکتا بلکہ اگر کوئی ان کی رائے کو رد کرنا چاہے تو اسے دانتوں پسینے آسکتے ہیں۔

توقع ہے کہ 'نقد و نظر' کے اس مجموعہ مضامین کی بھرپور پذیرائی کی جائے گی۔ اس سے قبل فاضل مصنف کی آپ بیتی 'اوراقِ زندگی' کے نام سے 2023 میں شائع ہوچکی ہے۔ اس کتاب پر 'اردو بک ریویو' کے شمارہ اپریل تا ستمبر 2023 میں تفصیلی تبصرہ شائع ہوا تھا۔

□□□

پروفیسر عبدالبرکات کی تازہ تصنیف

تصوّرات وتفہیمات

ادبی مضامین کا مجموعہ

صفحات: 400 قیمت:-/445 اشاعت:2025

ISBN 978-93-90579-77-8

رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی۔ Tel. 011-44753890

**جائزہ**
**انگریزی کتاب**

# دی گلوریس قرآن

## (انگریزی ترجمہ قرآن مع عربی متن)

از: ڈاکٹر شاہد حبیب فلاحی☆

The Glorious Quran
By: Zafarul-Islam Khan
Pages: 1216+18 2nd Edition: 2024
(Hardcover with Parallel Arabic Text)
Hadya: Rs. 1195/- (India) - Foreign: 48 USD
ISBN 978-81-7221-134-9
Published by: Pharos Media & Publishing Pvt. Ltd., D-84, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi - 110025 Mobile: 9818120669
E-mail: booksepharosmedia.com

قرآن مجید کی تفہیم اور اس کے پیغام کو عام فہم انداز میں پیش کرنا ایک عظیم علمی خدمت ہے۔ کیونکہ قرآن پوری انسانیت کے لیے ہدایت کی کتاب ہے، جو ہر زمانے، ہر قوم اور ہر تہذیب کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس مقدس کتاب کا صحیح مفہوم دنیا بھر کے قارئین تک پہنچانے کے لیے مختلف ادوار میں علما اور مترجمین نے اس کے تراجم کیے۔ ایک موثر اور جامع ترجمے کے لیے ضروری ہے کہ وہ سادہ، عام فہم، اور اصل متن کے مفہوم سے قریب تر ہو۔ موجودہ دور میں انگریزی زبان میں قرآن کے کئی تراجم سامنے آ چکے ہیں، مگر ڈاکٹر ظفرالاسلام خان کا ترجمہ The Glorious Quran اپنے سادہ اسلوب، علمی استناد، اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی بنا پر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ترجمہ نہ صرف مستند اسلامی تفاسیر پر مبنی ہے، بلکہ مسلمانوں کو جدید دور کے تناظر میں قرآن کی ہدایات پر عمل کرنے کے عملی اصول بھی فراہم کرتا ہے۔

ڈاکٹر ظفرالاسلام خان ایک معروف اسلامی اسکالر، مصنف، اور مترجم ہیں۔ ان کی علمی زندگی نہایت متنوع اور وسیع ہے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم مدرستہ الاصلاح سرائے میر، اور دیگر ہندوستانی مدارس سے حاصل کی، پھر جامعہ ازہر (مصر) اور قاہرہ یونیورسٹی سے اسلامی علوم کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے یونیورسٹی آف مانچسٹر (برطانیہ) سے اسلامک اسٹڈیز میں ڈاکٹریٹ مکمل کی۔ وہ مسلم انسٹی ٹیوٹ لندن سے طویل عرصے تک وابستہ رہے اور مختلف علمی اور تحقیقی منصوبوں پر کام کیا۔ جہاں انہوں نے اسلامی تاریخ، بین المذاہب مکالمہ، اور جدید اسلامی مسائل پر تحقیق کی۔ ان کی تصانیف عربی، اردو، اور انگریزی زبانوں میں ہیں، جن میں اسلامیات، تاریخ، اور عصری مسائل پر گراں قدر علمی کام شامل ہے۔ مسلم مجلس مشاورت کے صدر اور انگریزی پندرہ روزہ " دی ملی گزٹ" کے مدیر کی حیثیت سے طویل عرصے تک ہندوستانی مسلمانوں کے ترجمان کے طور پر انہوں نے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ The Glorious Quran ان کے بارہ سالہ تحقیقی اور علمی غور و فکر کا نچوڑ ہے، جو قرآن کے فہم کو جدید قاری کے لیے قابلِ فہم بنانے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ انہوں نے اپنے لندن کے زمانہ قیام میں مختلف تراجم قرآن کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور شدت سے ایک مستند ترجمہ قرآن کی ضرورت کو محسوس کیا۔ کیونکہ عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ قرآن کے بشمول کسی بھی ترجمے سے وہ مطمئن نہیں تھے۔ پھر لندن کے احباب کی توجہ دہانی پر اس ذمے داری کو انہوں نے خود اٹھانے کی ٹھانی۔ چونکہ وہ عربی و انگریزی زبانوں پر کما حقہ

عبور رکھتے ہیں اور اسلامی علوم پر بھی درک رکھتے ہیں تو اس ذمے داری کی ادائی کے اہل بھی تھے۔ان کی اس کاوش کا بغور مطالعہ کرنے پر واضح ہوتا ہے کہ ان کا یہ ترجمۂ قرآن ایک علمی، فکری اور تحقیقی کارنامہ ہے، جو نہ صرف عربی متن کے ساتھ ایک معیاری انگریزی ترجمہ فراہم کرتا ہے، بلکہ اسے ایک مکمل علمی دستاویز کی حیثیت بھی دیتا ہے۔ یہ ترجمہ محض لفظی ترجمہ نہیں بلکہ ایک مفصل اور بسیط مقدمہ، قرآن مجید کا جامع تعارف، سیرتِ رسول ﷺ کی تفصیل، بیش قیمت حواشی، علمی ضمیمے (appendices)، ایک مکمل اشاریہ (index) اور دیگر مفید اضافوں پر مشتمل ہے، جو اسے دیگر تراجم سے منفرد اور ممتاز بناتے ہیں۔

ڈاکٹر ظفرالاسلام خان کا ترجمہ قرآن کئی لحاظ سے منفرد اور نمایاں ہے۔ اس ترجمے میں شامل References and Abbreviations قاری کو ان مصادر اور اختصارات سے روشناس کراتی ہیں، جن کا ترجمے میں استعمال کیا گیا ہے۔ضمیمے (Appendices) کے حصے میں مختلف علمی اضافے شامل کیے گئے ہیں، جو اس ترجمے کو محض قرآن کی تفہیم تک محدود نہیں رکھتے، بلکہ اسے ایک مکمل اسلامی علمی ذخیرہ بنا دیتے ہیں۔ ان میں شامل Appendix A میں نبی اکرم ﷺ کی ایک مختصر سوانح عمری دی گئی ہے، جو اصل تاریخی ذرائع پر مبنی ہے۔ یہ سیرت النبی ﷺ کو مستند حوالوں کے ساتھ پیش کرتی ہے، جس سے قارئین کو نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ Appendix B میں اللہ تعالیٰ کے "اسمائے حسنیٰ" کی فہرست اور ان کے معانی شامل کیے گئے ہیں، جو قاری کو اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کی گہرائی کو بہتر طریقے سے سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ Appendix C میں ان تمام انبیاء کرام کا ذکر شامل ہے جن کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے، جبکہ Appendix D میں اسلامی اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے، جو قرآن کے پیغام کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ Appendix E اس ترجمے کا ایک انتہائی اہم حصہ ہے، کیونکہ یہ Subject Index to the Glorious Qur'an پر مشتمل ہے۔ اس اشاریے کے ذریعے قاری قرآن میں موجود کسی بھی مخصوص موضوع یا آیت کو آسانی سے تلاش کر سکتا ہے، جو اس ترجمے کو ایک تحقیقاتی نوعیت کا بنا دیتا ہے۔ ترجمے کے آخر میں Transliteration Scheme دی گئی ہے، جس میں انگریزی قاری کے لیے عربی الفاظ کے درست تلفظ کا نظام واضح کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، Signs of Waqf/Stoppage during the recitation of the Holy Quran کے ذریعے قرآن کی تلاوت کے دوران وقف کے اصولوں کی وضاحت کی گئی ہے، جو قاری کے لیے تجوید کے اصولوں کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس ایڈیشن میں شامل Certificate of the correctness of the Arabic text of the Quran اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس میں شامل عربی متن مستند اور صحیح ہے، اور اس کی ترتیب وتدوین میں کسی قسم کی غلطی نہیں پائی جاتی۔ آخر میں The Translator کے عنوان کے تحت ڈاکٹر ظفر الاسلام خان کا مختصر تعارف دیا گیا ہے، جس میں ان کی علمی خدمات، تحقیقی کام، اور قرآن و اسلامیات کے میدان میں ان کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ تمام اضافے اس ترجمے کو نہایت منفرد اور قیمتی بناتے ہیں۔ یہ محض ایک سادہ ترجمہ نہیں بلکہ ایک علمی و تحقیقی دستاویز ہے، جو قرآن کے مفہوم کو جدید انگریزی قارئین تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی تفہیم کو مزید آسان اور وسیع کرتا ہے۔مترجم نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ ترجمہ سہل، عام فہم اور بامحاورہ ہو، تاکہ ایک عام قاری بھی اسے آسانی سے سمجھ سکے۔ یہ ترجمہ نہ صرف ڈاکٹر ظفرالاسلام خان کی قرآنی علوم میں گہرائی، وسیع مطالعہ، اور تحقیقی بصیرت کو ظاہر کرتا ہے، بلکہ ان کے عشقِ رسول ﷺ اور دین سے بے پناہ شغف کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کے اس علمی کارنامے نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیرمسلم قارئین کے لیے بھی قرآن کی تفہیم کو آسان اور قابل فہم بنا دیا ہے۔ ترجمے کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

1۔ **سادہ اور رواں انگریزی زبان:** یہ ترجمہ ایک عام

انگریزی قاری کے لیے نہایت آسان اور قابل فہم ہے۔ روایتی اسلامی اصطلاحات کو زیادہ پیچیدہ انداز میں بیان کرنے کے بجائے سادہ زبان میں اس کی وضاحت دی گئی ہے، تاکہ جدید قارئین، خصوصاً وہ لوگ جو اسلامی علوم سے زیادہ واقف نہیں، آسانی سے قرآن کی تعلیمات کو سمجھ سکیں۔ مشکل اصطلاحات سے اجتناب کرتے ہوئے عام بول چال کی زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

2۔ **مستند اور روایتی تفاسیر سے ہم آہنگی:** اس ترجمے میں "تفسیر بالماثور" (یعنی احادیث اور صحابہ کے اقوال پر مبنی تفاسیر) کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ مترجم نے کوشش کی ہے کہ قرآن کی اصل روح کو برقرار رکھا جائے اور اس کے معانی کو اسلامی روایت کے مطابق بیان کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے قدیم اور جدید تفاسیر سے استفادہ کیا، جن میں طبری، رازی، ابن کثیر، اور دیگر جید علما کی تفاسیر شامل ہیں۔

3۔ **مسلمان اقلیتوں کے لیے راہنمائی:** یہ ترجمہ ایک منفرد پہلو بھی رکھتا ہے، جو اسے دیگر تراجم سے ممتاز کرتا ہے۔ ڈاکٹر ظفرالاسلام خان نے قرآن کی تعلیمات کو جدید دور کے تناظر میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ خاص طور پر مسلمان اقلیتوں کے مسائل، انسانی حقوق، اور بین المذاہب تعلقات جیسے موضوعات پر قرآن کی رہنمائی کو واضح کیا گیا ہے۔ اس میں ان مسلمانوں کے لیے خاص طور پر ہدایات موجود ہیں جو غیر مسلم ممالک میں اقلیت کے طور پر رہ رہے ہیں۔ مترجم نے واضح کیا ہے کہ مسلمان جہاں بھی ہوں، انہیں اپنے دین پر کاربند رہتے ہوئے اپنے ملک کا وفادار اور اچھا شہری بننا چاہیے۔ اس سلسلے میں انہوں نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کے واقعے اور ہجرت حبشہ کے واقعات کا حوالہ دیا ہے، جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان اقلیت میں رہ کر بھی اپنے دین پر عمل کر سکتا ہے اور ملک کے لیے تعمیری کردار ادا کر سکتا ہے۔

4۔ **اجتماعی اور سماجی ذمہ داریوں کا تذکرہ:** قرآن مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر ذمہ داریوں کی تلقین کرتا ہے۔ اس ترجمے میں واضح کیا گیا ہے کہ ایک مسلم سماج کو غریبوں، یتیموں، پڑوسیوں، اور دیگر ضرورت مند افراد (چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم) کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اس حوالے سے سورہ بقرہ (2:219) اور سورہ آل عمران (3:110) کی روشنی میں ہدایت دی گئی ہے کہ ایک صالح معاشرہ وہی ہوتا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصولوں پر قائم ہو۔

5۔ **اسلامی ریاست اور حکمرانی کا تصور:** ایک اور اہم پہلو جو اس ترجمے کو خاص بناتا ہے، وہ اسلامی ریاست کا نظریہ ہے۔ ترجمے کے حواشی میں اسلامی ریاست کے تصور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مترجم کے مطابق، اسلامی حکومت کا کوئی خاص سیاسی ڈھانچہ متعین نہیں کیا گیا، بلکہ اس کا اصل مقصد عدل وانصاف کا قیام، شریعت کی عمومی ہدایات پر عمل، اللہ پاک کے احکامات کے تابع رہنا اور عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنا ہے۔ انہوں نے اس نکتے کو بھی اجاگر کیا کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی دی جانی چاہیے، اور ان کے شہری حقوق کا احترام کیا جانا چاہیے۔ یہ ایک ایسا پہلو ہے جو اسلامی تاریخ کی روشنی میں نہایت اہمیت رکھتا ہے اور جسے مترجم نے واضح انداز میں بیان کیا ہے۔

6۔ **قرآنی عربی زبان کی خصوصیات:** قرآن عربی زبان کا سب سے قدیم اور فصیح ترین متن ہے۔ ڈاکٹر ظفرالاسلام خان نے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ کس طرح قرآن نے عربی زبان کو ایک معیاری زبان کے طور پر محفوظ رکھا اور اس کے اصول وقواعد کو مستحکم کیا۔

یہ ترجمہ علمی حلقوں میں بے حد سراہا گیا ہے۔ متعدد نامور اسکالرز اور اداروں نے اس کی سادگی، مستند تفہیم، اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگی کو سراہا ہے۔ بیک کور پیج پر شائع تاثرات میں پروفیسر عبدالمجید قاضی (جامعہ ملیہ اسلامیہ) کے مطابق یہ ترجمہ اسلامیات کے ایک جامع انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ انیس لقمان (ابوظہبی) نے اسے ایک مستند اور عام قاری کے لیے موزوں ترجمہ قرار دیا۔ سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی (علی گڑھ) کے مطابق اس ترجمے میں مسلمانوں کو اقلیت میں رہتے ہوئے اپنے کردار کا بہترین نمونہ فراہم کیا گیا ہے۔ [**باقی صفحہ 53**]

# اردو کے ممتاز صحافی اور محقق محمد طارق غازی کے قلم سے

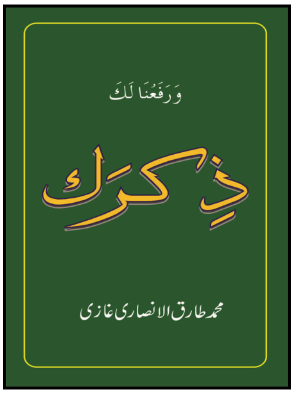


Pages: 744 - Price: Rs. 500/-

سیرت کی کتب میں عموماً واقعات ملتے ہیں لیکن تاریخی تناظر میں ان واقعات کا عمرانی اور سیاسی تجزیہ نہیں ملتا جن کے اثرات مکہ اور مدینہ کی سیاست اور اقتصادیات پر نظر آئے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب نہ صرف منفرد ہے بلکہ پہلی بار سیرت کے عمرانی، سیاسی اور اقتصادی اقدامات کا تاریخی تجزیہ کیا گیا ہے۔

## سوانح ہاجرہ نازلی

یہ سوانحی واقعات مشہور ادیبہ ہاجرہ نازلی کے ہیں۔ ان کے اٹھارہ ناول اور ستّر اسّی کے قریب افسانے اور کہانیاں نیز مختلف موضوعات پر مضامین و مکالمے ماہنامہ بانو دہلی، حریم لکھنؤ اور مختلف ڈائجسٹوں میں شائع ہوتے رہے۔ ان سوانحی واقعات کو ان کی بیٹی شہناز کنول غازی (علی گڑھ) نے مرتب کیا ہے۔

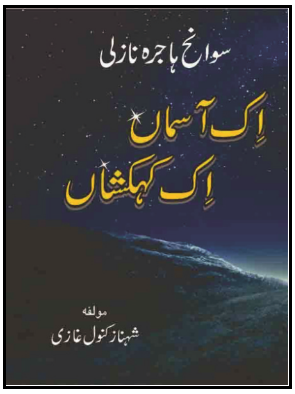


Pages: 348
Price: Rs. 300/-

رابطہ

**IQRA EDUCATION FOUNDATION**
A-2 Firdaus, 24 S.V. Savarkar Road, Mahim West
Mumbai - 400016 **Cell: 9359210010**

---

**URDU BOOK REVIEW**
1739/104, First Floor, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj,
New Delhi - 110002 **Tel.: 011 - 44753890 / 9953630788**

Advtt. 01/2025

## نقد و تبصرہ

# معرفتِ حیواناتِ قرآنی

## مصنف: ڈاکٹر عبدالسمیع صوفی

### تبصرہ: پروفیسر فاروق احمد صدیقی☆

ڈاکٹر عبدالسمیع صوفی کی تازہ ترین تصنیف 'معرفت حیوانات قرآنی' ہے جس میں انہوں نے قرآن کریم میں آئے ہوئے تمام حیوانات کا مفصل تعارف پیش کیا ہے اور ان کے خصائص بھی بیان کیے ہیں۔ محترم عبدالسمیع ایک معروف و مستند مصنف ہیں۔ اس سے پہلے ان کی نصف درجن سے زائد کتابیں اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں اور ان کا علمی حلقوں میں زبردست خیر مقدم ہوا ہے۔ اسی طرح زیرنظر کتاب بھی وسیع حلقۂ قارئین کو متاثر کرے گی کیونکہ موضوع میں بڑی دلکشی اور جاذبیت ہے۔ قرآن پاک میں جن حیوانات کے تذکرے آئے ہیں ان کا ایک سرسری اور سطحی علم تو بہت سارے قارئین کو ہوگا لیکن ان کی نسل، رنگ، عمر، فطرت اور خاصیت کا وسیع و عمیق علم کم لوگوں کو ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالسمیع صوفی چونکہ اردو اور عربی کے علاوہ سائنسی علوم سے بھی گہری واقفیت رکھتے ہیں اس لیے انہوں نے ماہر حیوانات سائنس دانوں سے بھی خوب خوب استفادہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر جانوروں کے ذبح کرنے کے طریقے کے عنوان میں انہوں نے 'ایک غلط فہمی کے ازالہ' میں ڈاکٹر تھارنٹن کے خیالات کی تشریح کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ حلال ذبح کے طریقے سے جانور کے گلے کے خون کی رگیں کٹ جانے سے جانور فوراً بے ہوشی کی حالت میں آجاتا ہے اور تکلیف کم ہوتی ہے۔ اس طرح مضمون آٹومیٹک ذبح کے سلسلے


صفحات: 304 قیمت: -/400 اشاعت: 2024
ISBN 978-93-90579-84-6
ملنے کا پتہ: اردو بک ریویو، 1739/104 فرسٹ فلور،
ایم پی اسٹریٹ، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی-110002
Mobile: 9953630788


میں قابل غور بات میں بہت سے مسلم حلقوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ جدید ترین مشینی ذبح خانوں میں جانوروں کو بے ہوش کر کے ذبح کیے جاتے ہیں تو یہ ذبیحہ حلال ہوگا؟ اس سلسلے میں انہوں نے جامعہ ازہر اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے ساتویں فقہی سمینار منعقدہ بھڑوچ گجرات کی رپورٹ کا حوالہ دیا ہے۔ اس لیے حلال گوشت کے تعلق سے انہوں نے بڑی مفصل گفتگو کی ہے جس سے اس کتاب کی افادیت بڑھ جاتی ہے اور لوگوں کی یہ غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں کہ جانوروں کا اسلامی طریقۂ حلال وحشیانہ ہے اور جانوروں کو ذبح کرتے وقت بہت تکلیف ہوتی ہے اس سلسلے کی بحث بہت ہی مفید اور چشم کشا ہے۔ کاش لوگ اس کا مطالعہ کریں۔

اس کتاب میں مصنف محترم نے قرآن میں مذکور تقریباً 34-35 جانوروں کی نشاندہی کی ہے اور مختلف کتابوں کے حوالے سے تقابلی مطالعہ کر کے بڑی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک جانور کے تعلق سے اگر سیر حاصل گفتگو کی جائے تو ایک طویل مقالہ تیار ہو جائے گا جس کا موقع نہیں، اس لیے سردست ایک کیڑا جو ساری دنیا میں پایا جاتا ہے اور ہر شخص جس کی ایذا رسانی سے پریشان ہے یعنی 'مچھر' اس کے تعلق سے مصنف محترم نے جو معلومات فراہم کی ہیں نذر قارئین کی جارہی ہیں۔ عربی میں مچھر کو بعوضہ کہا جاتا ہے اس کے لیے انگریزی لفظ Mosquito آتا ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر صرف ایک بار سورہ بقرہ آیت 26 میں آیا ہے۔ اس کا مفصل تعارف ملاحظہ ہو:

"مچھر گو کہ ایک منحنی حقیر سا کیڑا ہے، جس کا جسم پتلا، 6 لمبے پیر، جوڑ دار، سینے کے اوپری طرف ایک جوڑی باریک شفاف پَر ہوتے ہیں۔ منہ کے اعضا سیرنج نما چھوٹے اور چوسنے والے ہوتے ہیں۔ سر پر ایک چوڑی مرکب آنکھیں اور ایک جوڑی دار محسوسے یعنی اینٹینا (Antenne) ہوتے ہیں جس سے وہ ماحول کو محسوس کرتے ہیں۔ اس کی ہر ایک آنکھ میں ایک ہزار سے زائد عدسے (Lens) ہوتے ہیں جو

آزادانہ طور پر مختلف سمتوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

☆ مچھر کے 48 دانت ہیں۔

☆ مچھر کے 3 دل ہیں اور تینوں مختلف قسم کے ہیں۔

☆ مچھر کے سونڈ بھی ہیں جن میں 6 سوئیاں ہیں اور ہر سوئی کا اپنا ایک کام ہے۔

☆ مچھر کے دونوں طرف 3-3 پَر ہیں جو ایک سکنڈ میں 275 بار پَر مارتے ہیں۔

☆ مچھر کے اندر حرارت کا پورا نظام ہے جو لیزر کی مانند اس کے ذریعہ انسانی جلد کی رنگت کو تاریکی میں پہچانتا ہے اور خون کی نالیوں کو بھی پہچان لیتا ہے۔

☆ مچھر کی سوئی میں بے حس کرنے کا نظام بھی ہے جس سے کاٹتے وقت انسان کو محسوس نہیں ہوتا اور کاٹی ہوئی جگہ چوسنے سے سوج جاتی ہے۔ (صفحہ 178 تا 180)

ماہرین کے مطابق اس کے پَر ایک سکنڈ میں 275 بار اوپر نیچے ہوتے ہیں۔ یہ حقیر ہونے کے باوجود انسان کے لیے سب سے زیادہ خطرناک جانور ہے۔ یہ ہر سال دس لاکھ (ایک ملین) سے زیادہ آدمی کو ہلاک کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک حقیر کیڑا اشرف المخلوقات کی ناک میں دَم کرسکتا ہے، اس سے اللہ کی کبریائی ظاہر ہوتی ہے۔ جن حضرات کو قرآن میں مذکور تمام حیوانات اور کیڑے مکوڑوں کے بارے میں جاننے کا اشتیاق ہو وہ براہ راست زیرنظر کتاب کا مطالعہ کریں، ان کے دماغوں کے چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔

مصنف کتاب ڈاکٹر عبدالسمیع صوفی اب جب کہ اپنی عمر کی دسویں دہائی (سال پیدائش 1935) میں قدم رکھنے ہی والے ہیں، اس قدر محنت اور عرق ریزی سے کام لے کر جدید موضوعات پر کتابیں تصنیف کررہے ہیں۔ یہ ان کی علمی کرامت ہی کہی جائے گی۔ رب کریم ان کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے۔ آمین!

☆ مبصر کا پتہ: امرود بگان، جیل روڈ، چندوارہ،
مظفر پور-842001 (بہار) Mobile: 9835660835

□□□

# اردو صحافت کے فروغ میں غیر مسلم صحافیوں کی خدمات

## مصنف: سہیل انجم

### تبصرہ: محمد عارف اقبال

**وائس** آف امریکہ (اردو سروس) کے نمائندہ سہیل انجم (پ: یکم جولائی 1958) کی صحافتی خدمات تقریباً چالیس برسوں کو محیط ہیں۔ وہ 1995 سے مارچ 2008 تک روزنامہ ’قومی آواز‘ کے بند ہونے تک بحیثیت سب ایڈیٹر اس سے وابستہ رہے۔ تاہم اس ملازمت کے دوران ہی 2002 میں انہوں نے ریڈیو وائس آف امریکہ واشنگٹن کے لیے جز وقتی رپورٹنگ کا آغاز کردیا تھا۔ وہ ہفت روزہ بلٹز، اخبارنو، ہفت روزہ ہمارا قدم، نئی دنیا اور ہفت روزہ ملّی ٹائمز انٹرنیشنل وغیرہ سے بھی وابستہ رہے۔ سعودی عرب کے روزنامہ اردو نیوز کے لیے 1995 سے 2000 تک جز وقتی کنٹری بیوٹر رہے۔ 2006 سے 2024 تک سہیل انجم کی تقریباً 29 کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان کتابوں میں اردو صحافت کے موضوع پر کچھ زیادہ ہی لکھا گیا۔ ان کے خاکے اور سفرنامے بھی شائع ہوئے۔ اردو کے ایک سینئر صحافی کی حیثیت سے سہیل انجم کو اب ایک استناد کا درجہ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ان کی کتابوں پر مختلف ریاستوں کی اردو اکیڈمیز نے انعامات واعزازات سے نوازا، کئی دیگر اداروں نے بھی ایوارڈ برائے صحافت عطا کیا۔ تاہم دہلی اردو اکادمی نے سب سے پہلے 2013 میں سہیل انجم کو ’ایوارڈ برائے صحافت‘ سے نوازا تھا۔

’اردو صحافت کے فروغ میں غیر مسلم صحافیوں کی خدمات‘ سہیل انجم کی تازہ ترین کتاب ہے۔ اپنے نام اور مواد دونوں

صفحات: 368 (مجلد) قیمت: -/500 اشاعت: 2024
ISBN 978-81-979368-5-4
ناشرین: سہیل انجم، نئی دہلی۔ Mobile: 9818195929
نعمانی کیئر فاؤنڈیشن، لکھنؤ۔ (اتر پردیش)
ملنے کا پتہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی۔ Mob: 9953630788

اعتبار سے یہ کتاب اس لائق ہے کہ اہل علم وادب اس کا مطالعہ کریں۔ کتاب کا انتساب اردو کے اولین صحافی 'ہری دت' اور 'سدا سکھ لعل' کے نام ہے۔ اردو صحافت کی تاریخ پر نظر رکھنے والے واقف ہیں کہ 'جام جہاں نما' (کلکتہ) 27 مارچ 1822 کو جاری ہونے والا اردو کا پہلا اخبار تھا جس کے بانی 'ہری دت' تھے اور اس کے ایڈیٹر 'سدا سکھ لعل' تھے۔ دونوں حضرات کا تعلق بنگال سے ہے۔

زیرنظر کتاب کے پیش لفظ کے بعد اس کا مقدمہ اسعد فیصل فاروقی (علی گڑھ) نے لکھا ہے۔ اپنے 'مقدمہ' میں اسعد فیصل فاروقی نے کتاب کے عمومی جائزے کے بعد لکھا ہے کہ کتاب کے مصنف کا یہ کام نامکمل اور ادھورا ہے اور وہ اس کام سے پوری طرح مطمئن نہیں ہیں۔ ان کا ارادہ آگے اس موضوع پر مزید تحقیق کرنے کا ہے تا کہ اس نامکمل کام کو مکمل کیا جاسکے۔

زیرنظر کتاب کو اگر نامکمل تصور کرلیا جائے تو بھی اس کی فہرست کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سہیل انجم نے خاکساری سے کام لیتے ہوئے شاید یہ بات کہی ہے۔ کتاب کی ابتدا میں 'اردو صحافت کی دوسو سالہ تاریخ' ایک جامعہ مضمون ہے۔ چند صفحات میں (27 تا39) ہندوستان کی اردو صحافت کی دوسو سالہ تاریخ کو سمیٹ لینا آسان نہیں ہے۔ اس کے بعد کا مضمون اردو کے پہلے اخبار 'جام جہاں نما' کے تاریخی پس منظر پر اختصار سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرا مضمون 'اردو صحافت کی خصوصیات' اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ اس میں اردو صحافت جس کا آغاز مشن کے طور پر ہوا تھا، نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اس مضمون کے آخر میں سہیل انجم لکھتے ہیں:

''... اردو صحافت کا موازنہ دیگر زبانوں کی صحافت سے کیا جائے تو اردو صحافت میلوں آگے نظر آئے گی۔ انگریزی اور ہندی کے اخبارات میں قومی اہمیت کے مخصوص مواقع پر چند ایک مضامین کی اشاعت ہوجائے تو ہوجائے خصوصی شماروں کی اشاعت کم ہی ہوتی ہے۔ البتہ ان مواقع پر ان کو اشتہارات خوب ملتے ہیں۔''

یہ بات لکھ کر گویا سہیل انجم نے دیگر زبانوں کی صحافت کی نہ صرف دکھتی رگ پر انگلی رکھ دی ہے بلکہ ان پر حکومت کی خصوصی توجہ کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ عام طور پر اردو کے حوالے سے یہ بات اب آئے دن کہی جارہی ہے کہ یہ 'مسلمانوں کی زبان' ہے اور حال ہی میں اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ نے اسمبلی میں طنز کرتے ہوئے یہ تک کہہ ڈالا کہ یہ 'کٹھ ملاؤں کی زبان' ہے۔ لیکن سہیل انجم نے 'غیر مسلم صحافیوں کی کہکشاں' سجا کر یہ ثابت کیا ہے کہ اس ملک میں اردو زبان کی آبیاری اور اردو صحافت کی تاریخ رقم کرنے میں غیر مسلم صحافیوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ خواہ ان کا تعلق اتر پردیش، بہار، پنجاب، مغربی بنگال یا دہلی سے ہو۔ سہیل انجم نے جہاں 53 کے قریب غیر مسلم صحافیوں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے وہیں انہوں نے ہندو مذہب کے اخبارات، سکھ مذہب کے اخبارات، عیسائی مشنریوں کے اخبارات پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ منشی نول کشور، لالہ لاجپت رائے، منشی دیانرائن نگم، پنڈت میلا رام وفا، سردار دیوان سنگھ مفتوں، کے نریندر، ماسٹر جگت سنگھ، ہربھجن سنگھ تھاپر، جمنا داس اختر، فکر تونسوی، شانتی رنجن بھٹاچاریہ، کلدیپ نیر، ظفر پیامی، خوشتر گرامی، دیوان تصور، جی ڈی چندن، گوپال متل، موہن چراغی، نند کشور وِکرم، اوم پرکاش سونی، راج نرائن راز، سوم آنند، چندر بھان خیال، دیویندر اِسر، بلراج مینرا کے اسمائے گرامی اس طویل فہرست میں شامل ہیں جنہوں نے اردو صحافت کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ سہیل انجم نے اس کتاب میں اردو کے ایک امریکی مجاہد 'ڈاکٹر برائن کیوسلور' کا ذکر بھی کیا ہے۔ اردو کا یہ امریکی مجاہد اب اس دنیا میں نہیں تاہم سہیل انجم نے ان کی صحافتی خدمات کا بڑے تحقیقی انداز سے جائزہ لیا ہے۔ اردو اخبارات کی ڈائرکٹریز پر بھی معلوماتی مواد شامل ہے۔ اس کتاب میں موجودہ دور کے ایک نامور صحافی اور سابق ممبر پارلیمنٹ سنتوش بھارتیہ کا تذکرہ بھی بڑے دلآویز انداز سے کیا گیا ہے۔ ان کے تین اخبارات ہندی، انگریزی اور اردو میں نکلتے رہے۔ 'ہفت روزہ چوتھی دنیا' جو 2011 میں لانچ کیا گیا، اپنی شہرت اور اردو دنیا میں اہم خصوصیات کے باوجود دسمبر 2018 میں بند ہوگیا۔ اس کے اردو ایڈیٹر کے حوالے سے سہیل انجم نے صرف محترمہ وسیم راشد کا نام لیا ہے حالانکہ وسیم راشد کے بعد ہفت روزہ چوتھی دنیا کے ایڈیٹر اس کے بند ہونے تک

انگریزی اور اردو کے سینئر صحافی اے یو آصف رہے ہیں۔ ان کا نام کتاب میں لازماً درج کیا جانا چاہیے تھا۔

اپنے موضوع اور معلومات کے لحاظ سے یہ کتاب یقینی طور پر اردو صحافیوں، اساتذہ اور عام قارئین کے لیے بے حد مفید ہے۔ توقع ہے کہ اس کی بھرپور پذیرائی کی جائے گی۔

❑❑❑

# سائل دہلوی (مونوگراف)

## مصنف: ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی

### تبصرہ: مظہر احمد ☆

گزشتہ صدی کی ابتدائی دہائیوں میں اردو شاعری کے اُفق پر بطورِ خاص غزل کے میدان میں تلامیذِ داغ کا بول بالا تھا۔ داغ کے شاگردوں کی ایک کہکشاں تھی جس کی جلوہ سامانیوں اور عشوہ طرازیوں کے چرچے عام تھے۔ حیدرآباد سے لے کر دہلی اور رامپور سے لے کر اودھ کی سرزمین سے زمزمۂ داغ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ داغ کا تعلق دہلی سے تھا حالانکہ انہوں نے طویل عرصہ رامپور اور حیدرآباد میں گزارا، مگر ان کے شاگردوں میں دہلوی شعرا معیار و مقدار میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی دہلوی شعرا میں ایک نام نواب سراج الدین خاں المتخلص سائل دہلوی کا تھا، جنہوں نے اس دورِ خاص میں اپنی شاعری سے ایک الگ پہچان بنائی اور تاریخ ادبِ اردو میں اپنا نام مستحکم کرالیا۔

زیرِ نظر کتاب بعنوان 'سائل دہلوی' دراصل ایک مونو گراف ہے۔ چنانچہ سائل دہلوی کی سوانح اور شاعری پر اظہارِ خیال کے ساتھ ساتھ مصنف نے شاعرِ موصوف کا ایک جامع اور معتبر انتخاب بھی شاملِ کتاب کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد فیروز صاحب نے دہلی کے پرانے ادبا اور شعرا کی آنکھیں دیکھی ہیں، انھی میں ایک نام سائل دہلوی کا ہے۔ سائل صاحب کی حویلی سے ان کا مکان متّصل تھا اور خرد و کلاں کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا۔ ایک ملاقات میں فیروز صاحب نے بتایا کہ سائل صاحب کے پوتے باقی میاں اُن کے ہم عمر تھے اور سردیوں میں جب دونوں سائل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تو سائل صاحب ان دونوں بچوں کو چلغوزے چھیل چھیل کر دیا کرتے تھے نیز فیروز صاحب کی پھوپھی کا بھی ان کے گھر آنا جانا تھا۔ اسی لیے کتاب میں رقم بہت سے واقعات کے اعتبار و استناد پر یقین اور بھی پختہ ہو جاتا ہے، چنانچہ مصنف نے تفصیلی سوانح مرتب کی ہے۔ ساتھ ہی کئی معتبر کتب و رسائل سے استفادہ کرتے ہوئے سائل دہلوی کی شخصیت کے اہم پہلوؤں کو شاملِ کتاب کیا ہے۔

سائل صاحب دہلوی وضع داری، رواداری اور خلوص و محبت کا مرقّع تھے۔ سوانحی حصے کے مطالعے سے ہم ان کی رواداری اور لباس و نشست و برخاست کے ساتھ ساتھ ان کے سراپے سے بھی آشنا ہو جاتے ہیں۔ ماہرِ غالبیات مالک رام کے حوالے سے فیروز صاحب نے سائل کا سراپا ان الفاظ میں کھینچا ہے:

"تقریباً ستر برس کا سن، کوئی چھ فٹ کا قد، کمر میں خفیف سا خم، میدہ و شہاب کی ملی جلی رنگت، لمبوترا کتابی چہرہ، کشادہ پیشانی اونچی کاٹھی کی لمبی عقابی قسم کی نوک دار ناک، کلے کی ہڈیاں نمایاں طور پر ابھری، سڈول جسم، سنہری جھلک پائی ہوئی سپید داڑھی جو ایک مشت تو یقیناً تھی، دو انگشت کی خدا جانے، شرعی بس، آنکھیں نسبتاً چھوٹی، لمبے لمبے بازو اور ہاتھ پاؤں، سر پر ہلکے سے پلے کی ٹوپی جس کے نیچے سے لمبے لمبے کھچڑی بال نکلے پڑتے تھے، گلے میں کاج پٹّی گریباں اور کھلی آستینوں کا ململ کا کرتا، کندھے پر رومال نیچے لٹھے کا آڑا پاجامہ پاؤں میں خورد نوک کا جوتا، دائیں ہاتھ میں لکڑی اور بائیں میں سگریٹ کا بکس اور دیاسلائی کی ڈبیہ۔...."

اس مختصر سراپے سے دہلی کے شرفا کی نفاست اور شائستگی کے ساتھ لباس اور وضع قطع کا ایک نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

سوانحی حصے کی ایک خاصیت سائل صاحب کی وضع داری اور رواداری کے واقعاتی بیان ہیں، جن میں کئی ایسے قصے بھی رقم

صفحات: 192 قیمت:-/90 اشاعت: 2024
ISBN 978-81-7121-243-3
ناشر: اردو اکادمی دہلی، CPO بلڈنگ، کشمیری گیٹ، دہلی-110006 فون: 011-23863697

کیے گئے ہیں کہ جن کے مطالعے سے سائل صاحب کی جیتی جاگتی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ یہ عہدِ رفتہ کے وہ بزرگ تھے کہ جن سے دہلی کی تہذیب عبارت تھی۔

مذکورہ کتاب کے دوسرے باب میں مصنف نے سائل دہلوی کے شعری سرمائے کو موضوع بنایا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا، سائل شاگردِ داغ تھے، مگر داغ سے پہلے انہوں نے ارشد گورگانوی سے اصلاح لی۔ داغ کے قدموں کی برکت سے سائل کے یہاں معنی آفرینی اور ترکیب سازی کا رجحان کم ہوا اور وہ محاوروں اور دہلوی زبان کی پاسداری کرتے ہوئے ایک الگ ہی رنگ کے شاعر نظر آنے لگے اور دبستان دہلی کے رنگ میں رنگ گئے۔ بقول مولانا واصف اگر انہیں ارشد جیسا ہی دوسرا استاد میسر آجاتا تو ''دنیائے ادب کو مرزا غالب کی نظیر تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔'' مولانا واصف کا یہ بیان مبالغے سے پُر نظر آتا ہے، مگر بباطن سائل کے رنگِ تغزل کی طرف واضح اشارہ بھی کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی خاندانی وراثت اور داغ کے رنگ کی آمیزش سے ایک منفرد اسلوب اختیار کرلیا اور اسی لیے ان کے کلام میں شوخی بھی ہے اور سنجیدگی بھی، معنوی بلند پردازی بھی ہے اور زبان و بیان کی باریکیاں بھی۔ ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی نے ممکنہ مآخذ بروئے کار لاتے ہوئے سائل دہلوی کی شاعری کی انفرادیت پر خامہ فرسائی کی ہے۔ سائل دہلوی کا بیشتر کلام ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ چنانچہ مختصر سے انتخاب کو پیش نظر رکھتے ہوئے ناقدین ادب نے سائل کے کلام کے حسن و قبح پر روشنی ڈالی ہے اور وہیں سے ڈاکٹر فیروز دہلوی نے استفادہ کیا ہے۔

سائل دہلوی کا رنگِ سخن اس زمانے کے رواج کے مطابق نیز داغ کی شاگردی کے باوصف عشقِ مجازی کی جلوہ سامانیوں اور معاملہ بندی وحسن مجازی کی تعریفوں پر مشتمل تھا اور پھر سائل ہی نہیں اس دور کے شاگردانِ داغ اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر فیروز دہلوی نے ڈاکٹر اعجاز حسین کی کتاب ''مختصر تاریخ ادب اردو'' سے یہ اقتباس بھی شاملِ کتاب کیا ہے جو سائل کی شعری خصوصیات کا کماحقہٗ احاطہ کرتا ہے:

''انہوں نے غزل کو حسن و عشق کے لطیف مضمون تک محدود رکھا نہ تو فلسفے کے ادق مضامین کو نظم کرنے کی فکر کی ہے اور نہ تصوف کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک صاحب دل کی طرح دنیائے محبت میں قدم رکھا۔ اس کے ناز و نیاز دیکھ کر خاموشی سی مضمون لیا اور اثر لینے والی طبیعتوں کے سامنے نہایت مزے کے ساتھ پیش کر دیا۔''

سائل دہلوی کی زبان پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے متعدد ناقدین نے بجا طور پر دہلوی زبان کی خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ سائل دلّی والی تھے تو لامحالہ ان کی زبان پر دلی دبستان کے اثرات مرتب ہونے ہی تھے، یہ ان کے گھر کی، ان کے محلے کی اور ان کے شہر کی زبان تھی۔ محمد یحییٰ تنہا کے مطابق ''زبان کا چٹخارہ لینا ہو تو ان کا کلام ضرور پڑھنا چاہیے۔'' بقول ڈاکٹر عبدالوحید ''(سائل کی زبان) پرانی دہلی کی شستہ و رفتہ زبان کا مکمل نمونہ ہے۔'' حقیقت یہ ہے کہ سائل دہلوی کے یہاں نہ ثقیل الفاظ نظر آتے ہیں نہ غیر معیاری محاورات و تراکیب، انہیں زبان پر عبور حاصل ہے۔ چنانچہ ان کی شاعری میں یہ خصوصیات بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی نے مذکورہ باب میں اردو کے تمام مآخذ و مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے سائل کے رنگ شاعری، زبان و بیان اور موضوعاتِ شعری پر غیر جانبدارانہ رائے پیش کر دی ہے، جو خاصّے کی چیز ہے۔ انہوں نے غزلیات کے علاوہ دیگر اصناف ادب پر بھی اپنی گرانقدر آرا سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔ جملوں کی تکرار، گفتگو کا انداز، شوخی و شرارت، جرأتِ رندانہ، شیخ و محتسب سے چھیڑ چھاڑ، خمریات، صنائع لفظی و معنوی اور مقطعوں میں مومن کی سی معنی آفرینی غرض کلامِ سائل کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہایت دقّتِ نظر سے کیا ہے۔ اور ہر ہر پہلو کے لیے اشعار کی سند بھی پیش کی ہے۔ یہاں چند اشعار درج کرتے ہوئے ہمیں ڈاکٹر فیروز دہلوی کی شعر فہمی اور ادبی مذاق کا اعتراف بھی کرنا ہے کہ اشعار کا عمدہ انتخاب انہوں نے شاملِ کتاب کیا ہے۔ مختلف رنگوں اور خصوصیات کے اشعار برائے مطالعہ وسند:

ظہیر و ارشد و غالب کا ہوں جگر گوشہ
جنابِ داغ کا تلمیذِ یادگار ہوں میں

ہمیشہ خونِ دل رویا ہوں میں لیکن سلیقے سے
نہ قطرہ آستیں پر ہے نہ دھبّہ جیب و دامن پر
آپ سے ہوتا گلہ کیوں، کہہ چکا ہوں لاکھ بار
شکوہ ہے دل سے مجھے، دل سے مجھے، دل سے مجھے
کہا اُس سے مداوائے مریض درد وغم کیا ہو
کہا یہ کل کا مرتا آج مرجائے تو اچھا ہو
گماں کس پر کریں ادھر واعظ اُدھر صوفی
خدا رکھے ، محلے میں سبھی اللہ والے ہیں
محتسب میخانے میں تسبیح پر گنتا رہا
کن نے پی، کن نے نہ پی، کتنوں کے آگے جام تھا
لیا تیرے عاشق نے برسوں سنبھالا
بہت کر گیا مرنے والا کسالا

اور اب آخری بات، مثنوی نورُ علیٰ نور چونکہ فیروز صاحب کے پیش نظر نہ تھی چنانچہ انہوں نے عظمیٰ علی کی آرا کومن وعن پیش کرکے ادبی دیانت داری کا ثبوت دیا ہے۔

الغرض ایک دلّی والے کے قلم سے دوسرے دلّی والے کے سوانحی و ادبی کوائف و انتقاد کا جائزہ خاصّے کی چیز بن گیا ہے۔جس کے لیے ہم اردو اکادمی دہلی کے اربابِ حل وعقد کے حسنِ انتخاب کے قائل ہو گئے ہیں۔

☆ مبصر کا پتہ:3183، کوچہ تاراچند، دریا گنج، نئی دہلی-110002
Mobile: 9212089910

❑❑❑

اُردو سیکھنے کا نیا طریقہ
Modern Method to Learn Urdu
ISBN 978-93-83239-98-6
صفحات:224 ، قیمت:-/220 ، اشاعت:2022
رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی
Tel. 011-44753890
Mobile: 9953630788

# اسلام کا سپاہی

## (مولانا سیّدابوالحسن علی ندویؒ کی زندگی کی دلچسپ کہانی)

## مصنف: عبداللہ غازی ندوی

تبصرہ: محمد عارف اقبال

بچّوں کا رسالہ ماہنامہ 'پھول' (بھٹکل) کے ایڈیٹر عبداللہ غازی ندوی نئی نسل کے دلوں میں اَسلاف کی عظمت کے تابندہ نقوش کو اجاگر کرنے میں یقین رکھتے ہیں۔ ادارہ ادب اطفال بھٹکل کے قیام کا پس منظر بھی شاید یہی ہے۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ ادارہ ادب اطفال بھٹکل بچوں کی علمی و ادبی تربیت کی ایک فعال تنظیم ہے۔ اس ادارے کی طرف سے بچوں کی تعلیمی، علمی اورادبی نشوونما کی سرگرمیوں کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ گزشتہ کئی برسوں سے اس ادارے کے زیر اہتمام رنگارنگ ادبی پروگرام منعقد کیے جارہے ہیں۔

زیرنظر کتاب 'اسلام کا سپاہی' مفکر اسلام سیّد ابوالحسن علی ندوی (5دسمبر 1913 – 31دسمبر 1999) کی زندگی کی دلچسپ کہانی کوترتیب وار بیان کرتی ہے۔ بچوں اورنئی نسل کی فکری تربیت کے لیے اس طرح کی کوشش بے حد اہم ہے کہ کم سے کم الفاظ اورآسان اسلوب میں کسی شخصیت کے زندگی نامہ کو نوعمری میں ذہن نشیں کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اس میں تربیت کے ایسے ایسے نکتے اجاگر ہوتے ہیں کہ مطالعہ کے دوران عملی طور پر بچوں کے ذہن وقلب میں تسلسل کے ساتھ واقعات کے مثبت اثرات مرتب ہوجاتے ہیں۔

کتاب کے 'انتساب' کے بعد 'تقریظ' میں بلال عبدالحیّ حسنی ندوی لکھتے ہیں:

"... حضرت مولانا کے علم وفضل، بزرگی، دعوت وعزیمت، ملّی خدمات اورتجدیدی کارناموں پر بہت لکھا گیا، مگر بچپن کے ان مؤثر واقعات کو بچوں کی زبان واسلوب میں اس طرح نہیں

صفحات:108 (چہاررنگہ) قیمت:-/400 (H.B.)
اشاعت: اکتوبر 2024 ناشر: ادارہ ادب اطفال، تنظیم روڈ، نوائط کالونی، بھٹکل-581320 (کرناٹک)
Mobile: 9916771414 - 8884806219

پیش کیا جا سکا تھا کہ اس سے نئی نسل کو غذا ملتی۔''

کتاب کا پیش لفظ بھٹکل میں قائم 'مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی' کے جنرل سکریٹری محمد الیاس ندوی کے قلم سے ہے۔ انہوں نے بجا طور سے لکھا ہے:

''مفکر اسلام کی سوانح حیات و خدمات پر اب تک دو سو سے زائد کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں لیکن حضرت مولانا بچوں اورنوعمروں کے لیے کس طرح رول ماڈل تھے، اس حیثیت سے یہ مستقل پہلی کتاب ہے اور اس میں سبقت کا اعزاز عزیزی عبداللہ غازی سلمۂ کو حاصل ہوا ہے۔''

بچوں اورنوعمروں کے لیے یہ کتاب رول ماڈل کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ اس کے موضوعات پر سرسری نظر ڈالتے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک شخصیت کے کتنے پہلو ہو سکتے ہیں۔ بچپن سے جوانی اور جوانی سے بزرگی تک۔ چند عنوانات کو دیکھیے: ننھے علی، کتابوں سے دوستی، امّی کی سزا، غیبت سے نفرت، ننھے علی کی لائبریری، لاہور کا سفر، علامہ اقبال کی مجلس میں، سیرت سیّد احمد شہید کے چرچے، فقر وفاقہ، والدہ کی وفات، مجاہد کی اذاں، اللہ کے دربار میں۔ تقریباً 36 موضوعات کے تحت کتاب میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت اور سبق آموز واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب ملٹی کلر میں خوبصورت چھپی ہے۔ موجودہ دور کے بچے اور طلبا کی نفسیات کا خاص خیال رکھتے ہوئے ہر سبق آموز واقعہ میں متن کو ملحوظ رکھتے ہوئے رنگین تصاویر کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس سے کتاب کی کشش میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ ان واقعات میں ایک واقعہ 'امّی جان کا خط' موجودہ بچوں کو شاید ذہنی کشمکش میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اس واقعہ کو انگریز کے دور اور موجودہ دَور کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ اس لیے اساتذہ کو چاہیے کہ بچوں کی تفہیم اسی تناظر میں کرائیں تا کہ طلبا ایک ماں کے معصوم جذبات کو محسوس کرتے ہوئے کہانی کے مرکزی خیال سے محظوظ ہوں۔ ساتھ ہی اس سلسلے میں علامہ محمد اقبال اور محمد علی جوہر کی مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں جنہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور تاحیات اسلام کے علمبردار رہے۔

توقع ہے کہ کتاب کے مصنف اس طرح کی کتابیں دیگر اہم شخصیات پر بھی تیار کریں گے تا کہ 'اسلامی دنیا' میں مختلف رول ماڈل سے نئی نسل آشنا ہو سکے۔ مصنف اور ان کی ٹیم اس خوبصورت پیش کش پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ □□□

# روہیل کھنڈ میں اُردو افسانہ

## (افسانوی مجموعہ)

## مرتبین: ڈاکٹر اطہر مسعود خاں، بینش بی

### تبصرہ: ابراہیم افسر☆

ڈاکٹر اطہر مسعود خاں بنیادی طور پر محقق و اشاریہ ساز ہیں لیکن وہ افسانہ نویس، مترجم، نقاد اور شاعر بھی ہیں۔ انہوں نے جس انہماک، محنت، تلاش وجستجو اور دیانت داری کے ساتھ اُردو ادب میں اشاریہ سازی کے باب میں خاطر خواہ کارنامے انجام دیے اس کی مثال شاید دور دور تک ملنا ممکن نہیں ہے۔ اس ضمن میں ان کا نام ادبی حلقوں میں ادب واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ موصوف تحقیق کی پُرخار وادیوں سے نکل کر کبھی کبھی طبع تفنن میں بھی ہاتھ آزماتے ہیں۔ ان کے دو افسانوی مجموعے 'ٹھنڈا خون' اور 'دو گز زمین' منصۂ شہود پر آ چکے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب 'روہیل کھنڈ میں اُردو افسانہ (افسانوی مجموعہ)' افسانوی تحقیق کے زمرے میں شامل کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے زیر نظر کتاب میں تحقیقی آداب کو ملحوظ رکھا ہے۔ روہیل کھنڈ میں عصری اُردو افسانے کی صورتِ حال پر یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ کتاب کی شریک مرتبہ بنیش بی حالاں کہ کم عمر ہیں لیکن انہوں نے اپنے استاد ڈاکٹر اطہر مسعود خاں کے ساتھ آنکھوں سے تیل ٹپکانے کے عمل میں دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔ دونوں مرتبین نے یک لخت اس بات کا اعتراف کیا کہ معاصرین افسانہ نگاروں سے ان کی تخلیقات منگانے کا عمل بہت ہی دشوار گزار رہا۔ حالاں کہ کچھ افسانہ نگاروں نے ایک ہی بار میں اپنے افسانے مرتبین کو ارسال کیے لیکن بعض افسانہ نگاروں نے کئی بار تقاضہ کرنے کے باوجود اپنے افسانے روانہ کیے اور بعض نے اپنی تخلیقات دینے سے صاف انکار کیا۔ بنیش بی نے اپنے پیش لفظ میں زیر نظر کتاب میں شامل افسانوں پر تنقیدی تجزیے کیے ہیں۔

صفحات: 404 قیمت: 800/- اشاعت: 2023
ملنے کا پتہ: غوث منزل، تالاب ملا ارم، رامپور-244901 (یوپی)
Mobile: 9520576079 - 7451028310

ڈاکٹر اطہر مسعود خاں اور بنیش بی سے قبل کچھ اہلِ قلم نے روہیل کھنڈ کے مختلف شہروں کے حوالے سے افسانوی ادب پر کتابیں تخلیق اور مرتب کیں۔ ڈاکٹر شریف احمد قریشی کی کتاب 'رام پور میں اُردو افسانہ' 2009 میں منظرِ عام پر آئی۔ اس کتاب میں شریف صاحب نے شہر رام پور کے افسانہ نگاروں کو اپنی تحقیق وتنقید کا موضوع بنایا۔ ڈاکٹر اطہر مسعود خاں کے مطابق اس کتاب میں 33 افسانہ نگاروں کے تعارف کے ساتھ ان کے ایک ایک دو دو افسانے شامل کیے۔ ڈاکٹر مصباح احمد صدیقی نے 'امروہہ کے افسانہ نگار اور ان کے افسانے' کتاب مرتب کی۔ اس میں انہوں نے امروہہ سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگاروں کے تعارف کے ساتھ اس کتاب کو قارئین کے سامنے پیش کیا۔ خود زیرِ نظر کتاب کے مرتب ڈاکٹر اطہر مسعود خاں کا 65 صفحات پر مشتمل مقالہ 'اشاریہ اُردو افسانہ' رسالہ فکر وتحقیق، نئی دہلی (2014) میں شائع ہو چکا ہے۔ موصوف نے اس اشاریے میں 1904 تا 2014 یعنی ایک صدی کو محیط اُردو افسانے کی روداد کو پیش کیا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر اطہر مسعود خاں کا ایک اور اشاریہ 'عالمی اُردو افسانوی مجموعوں کا اشاریہ' اہمیت کا حامل ہے۔ اس اشاریے میں موصوف نے 25 ملکوں کے 6 ہزار سے زائد افسانوں کے مجموعوں کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔

روہیل کھنڈ سیاسی وسماجی حیثیت کے علاوہ ادب میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ دراصل روہیل کھنڈ کے علاقے میں شمال مغربی اتر پردیش کے بجنور، امروہہ، مراد آباد، رام پور، بدایوں، بریلی، شاہ جہاں پور اور پیلی بھیت کے اضلاع شامل ہیں۔ ان آٹھ اضلاع میں ایک سے بڑھ ایک فن کار، ادیب، شاعر اور سیاسی رہنما پیدا ہوئے۔ روہیل کھنڈ کے علاقے میں رام پور کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس کی وجہ ریاست رام پور کی ادب ساز آب وہوا ہے۔ رام پور کے قیام کے بعد سے ہی یہاں کے نوابین اور رؤسا نے ادیبوں کی پشت پناہی کی۔ عالمی شہرت یافتہ رام پور کی رضا لائبریری سے ادبا وشعرا خوب استفادہ کرتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں مرتبین نے 46 افسانہ نگاروں کو شامل کیا ہے جن میں 21 خواتین افسانہ نگار بھی شامل ہیں۔ مرتبین نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ بقیدِ حیات افسانہ نگاروں کو ہی اس کتاب میں شامل کیا جائے۔ لیکن قسمت کا لکھا کون مٹا سکا ہے۔ کتاب میں شامل بعض افسانہ نگار مثلاً مرتضیٰ ساحل تسلیمی، ڈاکٹر فرقان سنبھلی، شکیل انوار صدیقی اور اکرام شبنم امروہوی اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے ہیں۔ کتاب کی تقریظ لکھنے والے ڈاکٹر شریف احمد قریشی بھی داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

ڈاکٹر اطہر مسعود خاں نے اپنے مقدمے میں زیرِ نظر کتاب کو منظرِ عام پر لانے کی روداد کو سلسلے وار بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی روہیل کھنڈ میں اُردو افسانے کی حالتِ زار کو قارئین و ناقدین کے سامنے پیش کیا ہے۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اگر قاری کو تاریخی افسانوں کی تاریخ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے تو افسانہ اس پر مکمل طریقے سے کھل نہیں پائے گا۔ اس ضمن میں انہوں نے انتظار حسین کے افسانوں بالخصوص 'آخری آدمی' اور 'شہرِ افسوس' کا ذکر کیا ہے۔

مرتبین نے زیرِ نظر کتاب میں روہیل کھنڈ سے تعلق رکھنے والے جن افسانہ نگاروں کے افسانوں کو شامل کیا ان میں احتشام الحق آفاقی، ارشد اقبال، اکرام شبنم امروہوی، انجم بہار شمسی، ایس۔ فضیلت، ایم۔ اے۔ کنول جعفری، ایمن تنزیل، ترنم جہاں شبنم، توصیف بریلوی، جاوید نسیمی، حبیب احمد، حنا نیر، خلیق النساء، خورشید جہاں، ذاکر فیضی، رابعہ حسین، رفیع الشرف خاں، روبینہ رحمن راعی، زیبا ناز، زینب سہیل خان، سفینہ بیگم، سمیع الدین خاں شاداب، شکیل انور صدیقی، شگفتہ غزل، صائمہ ذو النور، صبیحہ یاسمین، طالب رام پوری، طاہرہ سید، عرفان احمد انصاری، عرفان فہیم علی، عظیمہ اقبال، قمر قدیر ارم، محمد احمد دانش روانوی، محمد اطہر مسعود خاں، محمد الیاس، محمد رضا امروہوی، محمد فرقان سنبھلی، محمد قمر سلیم، محمد یامین برکاتی سنبھلی، مرتضیٰ ساحل تسلیمی، ناظمہ جبیں، ندیم راعی مراد آبادی، نشاں زیدی، نصرت شمسی، نکہت افلاک وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مرتبین نے افسانہ نگاروں کے اسما حرف تہجی کے ساتھ فہرست میں شامل کیے ہیں۔

بہر کیف! روہیل کھنڈ میں اُردو افسانہ (افسانوی مجموعہ) اُردو میں علاقائی ادب پر کام کرنے والے ریسرچ اسکالرز کے لیے بہترین تحفہ ہے۔ روہیل کھنڈ کے زندہ افسانہ نگاروں کے

حوالے سے اس کتاب میں خاطرخواہ مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ حالاں کہ اگر مرتبین کی جانب سے کتاب میں افسانہ نگاروں کا مختصر اور جامع تعارف بھی پیش کر دیا جاتا تو کتاب کی اہمیت دو چند ہو جاتی۔ یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ روہیل کھنڈ کے تمام آٹھ اضلاع کی اس کتاب میں نمایندگی شامل نہیں ہے۔ رام پور سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ حالاں کہ اس کی ایک وجہ مرتبین نے اپنے مقدموں میں بیان کر دی ہے۔ کتاب میں نئے اور پرانے افسانہ نگاروں کی تخلیقات نے اسے افسانوی کہکشاں کی شکل عطا کی ہے۔ مرتبین نے اس کتاب کو کئی جلدوں میں لانے کا عزم کیا ہوا ہے۔ امید قوی ہے کہ آیندہ منظرِ عام پر آنے والی جلدوں میں مذکورہ بالا کمیوں اور خامیوں کو درست کر لیا جائے گا۔ کتاب کا انتساب بابر خاں کے نام معنون کیا گیا ہے۔ کتاب کی تقریظ ڈاکٹر شریف احمد قریشی نے لکھی۔ انہوں نے اپنی تقریظ میں روہیل کھنڈ میں افسانے کی صورتِ حال اور موجودہ امکانات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ کسی دوسرے تخلیق کار سے اُس کی تخلیق مانگنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس ضمن میں موصوف نے مرتبین کی ہمت اور لگن کی داد دی ہے۔ انہوں نے زیر نظر کتاب کے حوالے سے لکھا کہ روہیل کھنڈ کی افسانہ نگاری کے تعلق سے 'روہیل کھنڈ میں اُردو افسانہ' ایک ایسا روشن سنگ میل ہے جو آیندہ نسلوں کے لیے منارۂ نور بھی ہے اور استفادہ و اکتساب کے اعتبار سے قابل قدر بھی۔ اس موقع پر راقم مرتبین کو کتاب کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہے اور یقین کے ساتھ لکھتا ہے کہ روہیل کھنڈ کے بقید حیات افسانہ نگاروں پر یہ کتاب کسی انسائیکلو پیڈیا سے کم نہیں۔

☆ مبصر کا پتہ: وارڈ نمبر 1، مہپا چوراہا، نگر پنچایت سِوال خاص، ضلع میرٹھ — 250501 (یوپی) موبائل 9897012528

□□□

**نئے تاحیات ممبر**

**Musarrat Anjum Abdur Rab**
401-E, Premier Residences
Kurla (W), **Mumbai - 400070**
Mobile: 8689984323

# گلہائے رنگا رنگ
## (ادبی مضامین)
## مصنف و ناشر: پروفیسر عبدالمجید صدیقی
(Mobile: 8600173630)

### تبصرہ: ایم نصراللہ نصر☆

'گلہائے رنگا رنگ' پروفیسر عبدالمجید صدیقی کے ادبی مضامین کا مجموعہ ہے جس میں کئی طرح کے مضامین، افسانے، اور انشائیہ موجود ہیں۔ یہ ادبی بھی ہیں، تقدیسی بھی اور انشائیہ بھی۔ سب سے پہلے مضمون میں احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت اور ان کی نعتیہ شاعری کا محاسبہ پیش کیا گیا ہے جس میں نعت کیا ہے، نعت گوئی کی ابتدا و ارتقا کا بیان بھی درج ہے۔ نعت کی تعریف کرتے ہوئے موصوف نے فرمایا ہے کہ جس شعری کلام میں نبی کریم (ﷺ) کے اسوہ حسنہ کا ذکر ہو نیز ان کی شان اقدس میں شعر کہے گئے ہوں اور وہ اشعار فضائل وخصائل نیز شمائل و مناقبِ رسول سے عبارت ہوں، وہ نعت کہلاتے ہیں۔ اس کی ابتدا عربی زبان میں ہوئی اور سب سے پہلے میمون بن قیس نے صنف قصیدہ میں نعت لکھی۔ ان کے علاوہ حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواح اور کعب بن زبیر جیسے صحابیِ رسول نے نعتیں لکھیں۔ دیگر شعرا میں شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام آتا ہے۔ بعد کے شعرا میں نعتیہ قصیدہ 'بردہ شریف' کے خالق امام بوصیری (رحمۃ اللہ علیہ) کا نام آتا ہے۔ نعت گوئی کا سلسلہ زمانۂ رسول (ﷺ) سے شروع ہو کر اب تک جاری ہے۔

فارسی زبان کے نعت گو شعرا میں سنائی، نظامی، سعدی، خاقانی، رومی اور جامی وغیرہ کے نام شامل ہیں اور اردو میں نعت گوئی میں پہل کرنے والوں میں امیر خسرو، عرفی، قدسی، علامہ اقبال اور احمد رضا بریلوی کے نام شامل ہیں۔ موصوف نے یہ بھی بتایا ہے کہ اردو ادب کی شروعات شاعری سے ہوئی اور شاعری کا آغاز تقدیسی شاعری بالخصوص نعت گوئی سے ہوا۔ اردو زبان کا

صفحات: 190 قیمت: -/250 اشاعت: 2022
ناشر: سٹی بک ڈپو، محمد علی روڈ، قصاب باڑہ، مالیگاؤں، ناسک۔

پہلا نعت گو شاعر حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (رحمۃ اللہ علیہ) کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ اردو میں نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز محمد قلی قطب شاہ نے کیا۔ اس لیے اسے تسلیم کر لینے میں کوئی قباحت نہیں کہ اردو نعت گوئی کی ابتدا دکن میں ہوئی۔ یہاں کے نعت گو شعرا میں وجہی، غواصی، نصرتی، ولی دکنی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ بطور سند میلاد نامہ، معراج نامہ، وفات نامہ، نور نامہ وغیرہ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان میں تقدیسی شاعری کے ساتھ نعت گوئی کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ آگے احمد رضا خاں بریلوی کی نعت گوئی کا خصوصی جائزہ لیا گیا ہے۔

مذکورہ بیانات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف موصوف نے اس مضمون کو حیطۂ تحریر میں لانے سے پہلے بسیط مطالعہ کیا ہوگا۔ اس مضمون میں اور بھی ڈھیر سارے تحقیقی خلاصے موجود ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی نعت گوئی کا احاطہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے نعتیہ مجموعہ 'حدائق بخشش' کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں تخیل کی بلند پروازی، حسن بیان، جدت طرازی، شیریں بیانی، جاں گدازی، رنگیں بیانی، قلبی جذبات کی عکاسی، شاعرانہ تخیل، حکیمانہ نظر، رمز و کنایہ، بلاغت و سلاست، تشبیہ و استعارے، تضاد معنی آفرینی گو یا شاعری کا کون سا وصف ہے جو ان میں موجود نہیں ہے۔

مذکورہ تحاریر و استبصار سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف شعر و ادب کا پہنچا ہوا فقیر ہے۔ کافی ناپ تول کر اور تحقیق و تصدق کے ساتھ اپنے بیانات کو درج کیا ہے۔ دیگر مضامین و مقالے میں بھی انہوں نے یہی انداز اپنایا ہے۔ بقیہ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ الطاف سلطانپوری کی نعت گوئی، ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں، بہادر شاہ ظفر کی غزلیات، ڈاکٹر ساجد صدیقی کا کارنامہ، اقبال ایک شاعر جمالیات، مختار کے مزاحیہ کلام، برہان پور میں اردو شاعری، ضیا فتح آبادی، سیماب بنام ضیا، اردو نثر کی نشو و نما، اردو مخطوطات، عورت، ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے، کامیابی اور ڈھیر سارے مضامین اس کتاب میں شامل ہیں جن کے مطالعے سے قاری کافی حظ اٹھا سکتا ہے اور معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ ہر مضمون سے مصنف کے گہرے مطالعے کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے مصنف کی مجموعی شخصیت اور ادبی کارنامے کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ موصوف نے بڑے بڑے سمینار میں اپنے ان مقالوں کو پیش کیا ہے، اس لیے ان میں کافی جان ہے۔ یہ سارے مقالے و مضامین آنے والی نسلوں کے لیے معاون و مددگار ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے مصنف کو بہت بہت مبارکباد۔

☆ مبصر کا پتہ: شالیمار اپارٹمنٹ، 3/A ستین بوس روڈ، بلاک C، بکولتا، ہاوڑہ-711109 (مغربی بنگال) موبائل:9339976034

□□□

# ریاض عروض

## مصنف: ڈاکٹر اختر ریاض

تبصرہ: سعید اختر اعظمی☆

**شعر** کا وزن جس سے جانچا جائے وہ علم 'عروض' کہلاتا ہے۔ یہی میزان فیصلہ کرتی ہے کہ کوئی تخلیق شعر ہے یا نہیں۔ جو شعرا علم عروض کی واقفیت کے بغیر شعر کہتے ہیں ان کے یہاں مختلف اسقام راہ پا جاتے ہیں۔ ذوق کی بنا پر شعر کہا جا سکتا ہے لیکن یہ اعتماد کہ شعر بے عیب ہے عروض سے آشنا ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ یہ ایک مشکل علم مانا جاتا ہے جس کی اہم وجہ کثرت زحافات اور عربی و فارسی کی ثقیل اصطلاحات ہیں۔ گزشتہ تیس چالیس برسوں میں اچھی خاصی کتب اس موضوع پر تحریر کی گئیں جن میں سے بیشتر میں سابقہ کتب کے متون و مطالب کو ہی دہرانے پہ اکتفا کیا گیا۔ بعض میں بحور، دائرے اور زحافات کا اس قدر اضافہ کیا گیا کہ عروض کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں۔ جو عروض عربی سے براہ فارسی حاصل ہوا ہے وہ اس قدر جامع ہے کہ مزید کسی اضافہ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ سبکدوش آئی اے ایس آفیسر ڈاکٹر اختر ریاض نے فہم عروض کی مشکلات دیکھتے ہوئے اسے علم ریاضی کی طرح مرتب و منظم کرنے کے بارے میں سوچا اور موضوع ہذا پہ موجود کتب کی ورق گردانی میں

صفحات: 250 قیمت:-/400 اشاعت:2022
ناشر: عرشیہ پبلی کیشنز، نئی دہلی۔ موبائل:9971775969

لگ گئے۔ وہ خود ایک شاعر ہیں اور اختر جلالپوری کے نام سے ادبی حلقوں میں معروف ہیں۔ سخن فہمی اور عروض دانی کا تطابق ان کے لیے دشوار نہیں تھا، سوانہوں نے چند برسوں کی محنت شاقہ کے بعد اپنے مطالعے کو قارئین کے روبہ روکرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔

ڈاکٹر اختر ریاض کی 'ریاض عروض' 14 ابواب کو محیط ہے۔ پہلا باب 'علم عروض' تعریف، وجہ تسمیہ، سبب ایجاد، افادیت اور موجدین خلیل ابن احمد وابوالحسن اخفش کے تذکرہ پہ مشتمل ہے۔ دوسرا باب 'مبادیات عروض' شعر، شاعر، شاعری، مصرع، فرد، مطلع، ردیف وقافیہ، مقطع، حرف (متحرک، ساکن، موقوف، مشدد) الف (ممدودہ، مقصورہ) ہمزہ، تنوین، نون، اصول، فروع، بنا، کلمہ و کلام، کلام موزوں، اقسام کلام موزوں، وزن (ذواوزان) بحر (سالم، مزاعف، شکستہ، ذوبحرین) رکن، زحاف، تقطیع، فک بحور، دائرہ، اجزائے اولیٰ، اجزائے ثانیہ، آہنگ، تعریہ سے بحث کرتا ہے۔ تیسرے باب 'بیت، اجزائے بیت اور اقسام بیت' میں تعریف، اجزا، اقسام باعتبار تعداد ارکان (مثمن، مسدس، مربع، مثلث، مثنی، موحّد، معشّر) مضاعف الارکان (تام، وافی، مجزّو، مشطور، منہوک، معقّد، مصرّع) کو بیان کیا گیا ہے۔ چوتھا باب 'ارکان عروضی اور اصول تشکیل ارکان عشرہ' ہے جس میں سبب، وتد، فاصلہ، صرفی ترکیب (فعولن، فاعلن، مفاعیلن، مستفعلن، فاعلاتن، فاع لاتن، مس تفع لن، مفعولات، مفاعلتن، متفاعلن) بحروں کے نام اور موجد (ہزج، رجز، رمل، وافر، کامل، متقارب، منسرخ، مضارع، سریع، خفیف، مجتث، مقتضب، طویل، مدید، بسیط، متدارک، جدید، قریب، مشاکل۔ خلیل ابن احمد، اخفش، بزرچمہر، مولانا یوسف نیشاپوری، نامعلوم) کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

پانچواں باب 'احکامات عروض' ہے جس میں معاقبہ، مراقبہ، مکانفہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ چھٹے باب 'دائرے اور بحریں' میں مفرد بحروں کے دائرے (مجتلبہ، موتلفہ، متفقہ) مرکب بحروں کے دائرے (مختلفہ، مشتبہہ، منعکسہ) مفرد و مرکب بحروں کے اوزان سے آشنائی کروائی گئی ہے۔ ساتواں باب 'زحافات' کے لیے مختص ہے۔ اس میں تعریف، اقسام، تعداد، مفرد، خبن، طیّ، قبض، کف، رفع، اضمار، عصب، عقل، وقص، قصر، حذف، جبّ، ہتم، جدع، خرم، ثلم، عضب، قطع، حذذ عرج، طمس، بتر، وقف، کشف، صلم، تسکین، تخنیق، تسبیغ، اذالہ، ترفیل، خزم، شکل، خبل، نقص، خزل، تشعیث، خرب، شتر، شرم، قصم، جمم، عقص، نحر، سلخ، خلع، قطف، جحف، ربع، زلل، تطویل، کبل، درس، تنسیخ کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ آٹھویں باب 'فروع' میں فعولن تا مس تفع لن کے فروعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ نواں باب 'تقطیع اور اس کے اصول' میں حقیقی وغیر حقیقی، حروف مکتوبی وغیر ملفوظی، ملفوظی وغیر مکتوبی کی تمام تفصیلات آ گئی ہیں۔ دسویں باب 'بیان بحور' میں ہزج تا عمیق بحروں پر گفتگو کی گئی ہے۔ گیارہویں باب 'اردو میں مستعمل مشہور ومعروف اوزان' ہزج تا منسرخ گیارہ اوزان کے بارے میں بتلایا گیا ہے۔ بارہواں باب 'رباعی اور اس کے اوزان' کا احاطہ کرتا ہے جبکہ تیرہواں باب 'مثنوی اور اس کے اوزان' کے لیے مختص ہے۔ چودھواں اور آخری باب 'دائرۂ طوسیہ اور دائرۂ ابراہیمیہ کے بارے میں' ہے۔ آخر میں فہرست کتب کے تحت 74 کتب کا اندراج ہے جو زیر مطالعہ رہیں۔

عروض کا عام قاری شعر کی تقطیع کرنا چاہتا ہے۔ وہ اشعار کے وزن کو سمجھنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ اسے عروضی موشگافیوں سے سروکار نہیں ہوتا۔ اختر ریاض نے قدرے تفصیل سے اشعار سے مثالیں دے کر تقطیع کے اصولوں کی وضاحت کی ہے۔ اعراب کا خصوصی خیال رکھنے کے سبب اس سے اصطلاحات کے تلفظ کو صحیح ادا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ عروض پر شائع ہونے والی کتب میں اسے بیش بہا اضافہ کہا جا سکتا ہے۔

☆ مبصر سے رابطہ: ریاض (سعودی عرب)
Mobile: +966598300320

❑❑❑

اسلام اور سائنس
جامعات ومدارس کے نصاب کے لیے مفید تر
مصنف: عبدالغنی شیخ (ISBN 978-93-90579-22-8)
قیمت: -/250، دوسرا ایڈیشن: 2021 (نظرثانی واضافہ شدہ)
رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی۔ فون: 011-44753890

# کنورمہندرسنگھ بیدی سحر: فن اور شخصیت

## مرتبین: نارنگ ساقی، ڈاکٹر عقیل احمد

تبصرہ: ابراہیم افسر ☆

کنورمہندرسنگھ بیدی سحر (1909-1992) کا شمار اُردو کے اُن معدودے چند شاعروں میں ہوتا ہے جن کا کلام، حسنِ اخلاق، نستعلیق وضع قطع، دل کش انداز تخاطب، عدل، انصاف وحق پرستی، انتظامی صلاحیتوں اور لطیفہ گوئی نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ وہ دہلی کے ادبی حلقوں بالخصوص مشاعروں کی آن بان اور شان تھے۔ کنورمہندرسنگھ بیدی سحر کے ایما پر 1948 میں جشنِ جمہوریہ کا مشاعرہ لال قلعہ میدان میں ہندوستان کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہرلعل نہرو نے منعقد کرایا تھا جس کا انعقاد تادمِ تحریر کیا جا رہا ہے۔ سحر صاحب کے مداحین میں بابائے قوم مہاتما گاندھی، مولانا ابوالکلام آزاد اور سردار پٹیل وغیرہ تھے۔ وہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان آئے اور یہاں مختلف ریاستوں میں اپنی خدمات انجام دیں۔ ان کا سلسلۂ نسب 16ویں پشت میں جا کر سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک سے ملتا ہے۔ دراصل سحر صاحب گنگا جمنی تہذیب کے علم بردار اور خود اس کی زندہ مثال تھے۔ لیکن 1984 میں دہلی کے سکھ فسادات میں ان کے بیٹے کی کوٹھی کو نذرِ آتش کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے لوگوں کو امن و بھائی چارے کا پیغام دیا۔ اس ضمن میں ان کا درج ذیل شعر ملاحظہ کیجیے:

سکھ، نہ عیسائی، نہ ہندو، نہ مسلمان ہے تو
تیرا ایمان یہ کہتا ہے کہ انسان ہے تو

زیرِنظر کتاب 'کنورمہندرسنگھ بیدی سحر: فن اور شخصیت' کو نارنگ ساقی اور ڈاکٹر عقیل احمد (سکریٹری غالب اکیڈمی، دہلی) نے بڑی ہی دل جمعی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ دراصل یہ دونوں حضرات کنورمہندر بیدی سحر کے مداح ہیں۔ اس کتاب سے قبل بھی نارنگ ساقی نے سحر صاحب کی کئی کتابوں کو مرتب کیا ہے جن میں 'ہمارے کنور صاحب'، 'کلیاتِ سحر'، 'یادوں کا جشن'، 'انتخاب کلامِ سحر'، 'کنورمہندرسنگھ بیدی' (مونوگراف) وغیرہ اہمیت کی حامل ہیں۔ سحر صاحب کے 1992 میں اس دارِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد ان کی شخصیت، کلام اور تعزیت کے طور پر جو مضامین لکھے گئے مرتبین نے انہیں زیرِنظر کتاب میں شامل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کتاب میں شامل بعض مضامین سحر صاحب کی زندگی میں لکھے جا چکے تھے اور بعض مضامین کو لکھوایا گیا ہے۔

زیرِنظر کتاب کو مرتبین نے آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا باب 'ہمارے کنور صاحب کے مضامین' عنوان سے قائم کیا گیا ہے۔ دراصل اس باب میں وہ 36 مضامین اور 11 نظمیں شامل ہیں جو 'ہمارے کنور صاحب' کتاب میں شامل ہیں۔ جن اصحاب قلم نے سحر صاحب کی ادبی جہتوں پر قلم اٹھایا ان میں مالک رام، رام لعل، جگن ناتھ آزاد، مجتبیٰ حسین، گوپی چند نارنگ، جوگندر پال، خلیق انجم، خواجہ حسن ثانی نظامی، کشمیری لال ذاکر، یوسف ناظم، ڈاکٹر کامل قریشی، شارب ردولوی، انیس دہلوی، نارنگ ساقی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ جن شاعروں نے سحر صاحب کو منظوم خراج پیش کیا ان میں جوش ملیح آبادی، گوپی ناتھ امن قتیل شفائی، عزیز وارثی، مخمور سعیدی، راز لائل پوری، گلزار دہلوی اور متین امروہوی کے اسما اہمیت کے حامل ہیں۔ دوسرا باب 'کنورمہندرسنگھ بیدی سحر کی شخصیت' عنوان سے قائم ہے۔ اس باب میں 53 اہلِ قلم نے کنورمہندرسنگھ بیدی سحر کی شخصیت پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ ان میں نارنگ ساقی، شریف الحسن نقوی، گوپی چند نارنگ، جاں نثار اختر، گلزار دہلوی، مظہر امام، ڈاکٹر یونس اگاسکر، رفعت سروش، فاروق ارگلی، شہزاد انجم، مناظر عاشق ہرگانوی، ناشر نقوی، کمار پانی پتی، مولا بخش، ایم حبیب خاں، خالد عابدی، شاہد پٹھان، شارق عدیل، حبیب سیفی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ باب سوم 'کنور مہندرسنگھ بیدی کی کتابوں پر تبصرے' عنوان سے رقم کیا گیا ہے۔ اس باب میں سحر صاحب کی کتابوں 'ہمارے کنور صاحب،

صفحات: 728 قیمت: -/800 اشاعت: 2023
ISBN 978-81-8042-429-8
ناشر: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، 9 گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی-110002

کنور مہندر سنگھ بیدی، یادوں کا جشن' پر انور سدید ،اقبال انصاری، ڈاکٹر معین الدین شاہین، مشتاق اعظمی، سنتوش کماراور رفیق جعفر نے اپنی تنقیدی آرا پیش کی ہیں۔

کتاب کا چوتھا باب ' تعزیت نامے' عنوان سے لکھا گیا ہے۔ اس باب میں کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کی وفات کے بعد جن مشاہیرِ ادب نے اپنے تعزیت نامے پیش کیے ان میں بیگم عابدہ، محمد شفیع، پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر سید امیر حسن عابدی، گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، قمر رئیس، خلیق انجم، ڈاکٹر شریف حسین قاسمی، ایم حبیب خان، جی ساگر سوری اور کے۔ این۔ مودی کے اسما قابلِ ذکر ہیں۔ کتاب کا پانچواں باب ' منظوم خراجِ عقیدت' عنوان سے رقم کیا گیا ہے۔ اس باب میں سحؔر صاحب کو کمال جعفری، راز لائل پوری اور ضیاء الحق قاسمی نے منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

کتاب کا چھٹا باب ' مضامین بیدی، یادوں کے جشن سے ماخوذ' ہے۔ اس باب میں 13 مضامین شامل ہیں۔ جن اہلِ قلم پر سحؔر صاحب نے قلمی خاکے تحریر کیے یا ان کے ادبی کارناموں پر مضامین سپردِ قلم کیے ان میں پنڈت ہریہ چند اختر، جوش ملیح آبادی، خواجہ محمد شفیع، ساحر ہوشیار پوری، خواجہ حسن نظامی، مجتبیٰ حسین، علامہ حیرت بدایونی، نواب سائل دہلوی، مالک رام، کرشن لعل، نارنگ ساقی، مشفق خواجہ، فراق گورکھپوری اور کشمیری لال ذاکر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ کتاب کے ساتویں باب میں کنور مہندر سنگھ بیدی کا منتخب کلام شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کے آٹھویں باب میں لطائف بیدی کو شامل کیا گیا ہے۔

کنور مہندر سنگھ بیدی سحؔر کی شخصیت ایک بیوروکریٹ سے زیادہ ادیب کی تھی۔ ان کے خیر خواہوں میں سیاست دانوں سے زیادہ ادبا وشعرا تھے۔ جب تک سحؔر صاحب حیات رہے تب تک دہلی میں عالمی سطح کے مشاعروں کے انعقاد کی ذمہ داری انہی کی تھی۔ یہاں تک کہ بیرونِ ممالک میں ہندوستانی ادیبوں کے وفود کی قیادت بھی انہوں نے کی۔ پاکستان جنرل ضیاء الحق سے ان کے خاص مراسم تھے۔ پاکستانی ادبا وشعرا انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ احمد فراز، کنور مہندر سنگھ بیدی سحؔر سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ فراؔز نے ان کی وفات کے بعد 1994 میں اسلام آباد سے ' کلام کنور مہندر سنگھ بیدی سحر' شائع کیا۔ اس انتخاب میں فراز نے لکھا ہے کہ سحؔر صاحب انہیں اپنا بیٹا مانتے تھے۔ سحؔر صاحب کی وفات کی خبر سننے کے بعد فراز نے لکھا کہ مجھے ایسا لگا جیسے میرا باپ واقعی مر گیا ہے۔

معروف محقق مالک رام نے کنور مہندر سنگھ بیدی کی شخصیت کو ہشت پہلو قرار دیا ہے۔ ان کی نظر میں سحؔر صاحب کی زندگی کے دو پہلو بہت اہم ہیں۔ اوّل عوام سے تعلقات اور ادبی سرگرمیاں۔ مالک رام صاحب نے سحؔر صاحب کو کلاسیکی شعر اور غزل کا رسیا بھی لکھا۔ اس ضمن میں سحؔر صاحب کا ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

یہ گفتگو یہ لطف یہ رنگینیاں سحؔر
ان سے ملے کہ ہم بھری محفل میں آ گئے

ڈاکٹر جمیل جالبی نے کنور مہندر سنگھ بیدی سحؔر کو محبتوں کا پیامبر لکھا ہے۔ جالبی صاحب نے سحؔر صاحب کی آپ بیتی' یادوں کا جشن' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ ایک اچھے ناول کی طرح ایک ایسی دلچسپ کتاب ہے کہ جسے آپ شروع کرتے ہیں تو ختم کیے بغیر بند نہیں کرتے۔

رئیس امروہوی نے کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کی شخصیت کو ایک باغ و بہار شخصیت لکھا ہے۔ مجتبیٰ حسین کی نظر میں سحؔر صاحب کو پیارا بزرگ کہا گیا ہے۔ گوپی چند نارگ نے سحؔر صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو 'اس کی پیری میں ہے مانند سحرِ رنگِ شباب' میں پیش کیا ہے۔ نارنگ صاحب، سحر صاحب کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی شخصیت بڑی سرسبز و شاداب دکھائی دیتی ہے جیسے ہری بھری پتیوں سے لدا پھندا ایک گھنا تناور پیڑ۔ ڈال ڈال، پات پات سے پرندے اُڑتے رہتے ہیں۔

بہر کیف ! نارنگ ساقی اور ڈاکٹر عقیل احمد نے زیر تبصرہ کتاب کو مرتب کر کنور مہندر سنگھ بیدی سحؔر کی مختلف ادبی جہتوں کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ حالاں کہ کتاب میں بعض مضامین پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں لیکن زیر نظر کتاب میں از سرِ نو شائع کرنا بالکل نیا تجربہ ہے۔ دورِ حاضر میں سحؔر شناسی کے باب میں یہ کتاب بے حد مفید ہے۔ اس کتاب میں سحؔر صاحب کی

شاعری کے علاوہ ان کی لطیفہ گوئی سے قارئین محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کتاب کا سرورق بہت ہی دیدہ زیب ہے۔ کتاب معنی وصوری اعتبار سے عمدہ ہے۔ آخر میں راقم سحر صاحب کوانہی کے شعر سے خراج پیش کرتا ہے:

کچھ علی کچھ احمد مختار کی باتیں کریں
آؤ ہم نانک کی کرشن اوتار کی باتیں کریں

☆ مبصر کا پتہ: وارڈ نمبر1، مہپا چوراہا، نگر پنچایت سِوال خاص، ضلع میرٹھ– 250501 (یوپی) موبائل 9897012528

□□□

# تشبیہ میں تقلیب کا بیانیہ

## افسانہ نگار: نورین علی حق

## تبصرہ: سعید اختر اعظمی☆

کرب ودہشت اور ازلی تنہائی کے ساتھ وجودی جھنجھلاہٹ ہوتو راست بیانیہ نمایاں ہوجاتا ہے۔ اسے بھلے ہی روایتی علامت نگاری یا تجریدی حوالے سے دیکھا جائے حقیقت یہ ہے کہ یہ خودکلامی سے عبارت ہے۔ نورین علی حق تجریدی افسانے کے ساتھ ابہام سے پرے فکشن بھی زیب قرطاس کرتے ہیں۔ انہیں زبان وادب وراثت میں ضرور ملا ہے جس میں انہوں نے اپنی محنت سے افزائش نمو بھی کی ہے۔ اشیا، نباتات، جمادات، حیوانات سبھی ان کے افسانوی کردار بنتے رہتے ہیں۔ حدتو یہ ہے کہ جذبے بھی اس کا حصہ بن جاتے ہیں۔

'تشبیہ میں تقلیب کا بیانیہ' نورین علی حق کا اولین فکشن زاویہ ہے جس میں ایک درجن سے زائد افسانوں کی شمولیت ہے۔ ان میں تجریدی رنگ کے شانہ بہ شانہ افسانے کا روایتی آہنگ بھی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔ بیشتر افسانوں میں خودکلامی کا پہلو حاوی ہے۔ 'سروکی سائیکی' کے 'میں' نے 'وہ' کو فلک نما شجر کو گھورتے دیکھا۔ یہ آسمان کے درپئے آزار

صفحات: 164 قیمت:-/350 اشاعت:2022
ناشر: عذرا بک ٹریڈرس، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی-2
Mobile: 7838395357

درخت بے مصرف ہیں اور 'میں' کے وجود کو عدم میں بدل دینے کے خواہاں ہیں۔ 'خالی بوتل میں ابال' ایک اور 'میں' کی داستان ہے جو مونگ پھلیاں پھانکتے ہوئے 'اسے' دیکھ رہا ہے اور اپنے اندر پوشیدہ فتح یابی کے جذبے کو ہچکولے دے رہا ہے۔ 'اُس' دراصل ایک دوشیزہ ہے جو غیر موثر شخصیت ہے۔ یہ ملاقات بددیانتی والی پوشیدہ خواہش کی تکمیل کا سبب بن سکتی ہے۔ وہ ایک لڑکے سے دھوکہ کھا چکی ہے جبکہ اس نے سارے مطالبات پورے کیے تھے۔ اس سے ہم آغوشی پتھر کو وجود سے ہم آہنگ کرنے کے مترادف ہے۔ 'بوسیدہ حویلی میں رقص' کا 'وہ' آسمان کو گالیاں دے رہا ہے۔ ایک شام اس نے ہنگامہ نہیں کیا اور حویلی کو گھورتا رہا۔ اس کے لب ہلے، ہلکی آواز تیز ہوتی گئی۔ سب اپنی دنیا میں مگن ہیں۔ وہ بھی دوسروں کی طرف اشارہ کرکے کہہ رہا ہے۔ ان سب کو دیکھ کرتم نے سبق حاصل نہیں کیا۔

'پنجرے میں قید نیند' کے کردار 'میں' کو رات بھر نیند نہیں آئی جبکہ اس کے پہلو میں لیٹی بیوی محوخواب ہے۔ اسے لگتا ہے کہ آس پاس سائے منڈلا رہے ہیں۔ وہ جب اپنے ہاتھ پاؤں ادھراُدھر مارتا ہے تو وہ بیدار ہوجاتی ہے۔ وہ اس کے سینے سے لگ کر اسے تسلی دیتی ہے۔ تبھی وہی سائے ابھرتے ہیں جن کے ہاتھ میں موجود پنجرے میں نیند قید ہے۔ پھر وہی بے چینی اور پریشانی۔ 'ایک سہا ہوا آدمی' مسلم نوجوانوں کی مختلف فرضی معاملوں میں گرفتاری پہ مرکوز ہے جس میں ایک اور 'میں' کا کردار ہے جو امید کی علامت ہے۔ 'بای ذنب قتلت' ماں کی ناگہانی موت پر باپ کی دوسری شادی کا خمیازہ بھگتنے والی بیٹی کی کہانی ہے جسے یتیم خانہ کے درودیوار پناہ دیتے ہیں اور پھر اس کے ذمہ داران اسے بہترین شریک سفر کا تحفہ دے کر سسرال رخصت کرتے ہیں۔ 'شکارگاہ سے دوقدم آگے' مصورہ ڈیزی اور حسین کے رشتوں کو نیا نام دینے کی سعی ہے۔ 'حسرتوں کے چراغ' آسمانی ستارہ کی قربت سے سرشاری ہے تو 'بہنوں کی دنیا' بھائی بہن کے پیار کو سامنے لاتی ہے۔ 'سپیدی سحر' بے قصور نوجوانوں کی گرفتاری اور ان پر بے جاالزامات کی بوچھار سے عبارت ہے جبکہ 'آوارگی: ایک کولاژ' مردوزن کی فطری

ضرورت کی جانب اشارہ ہے تو' تشبیہ میں تقلیب کا بیانیہ' ہرن کوگھورنے سے شروع ہوتا ہے تبھی 'لا' کی صوتی تفہیم سے منظر نامہ بدل جاتا ہے۔

'قسطوں میں مرنے والے کا نوحہ' اجل کے منتظر شخص کے اذیت ناک لمحوں کی روداد ہے جسے 'میں' کا نام دیا گیا ہے۔ وہ ہسپتال کے کمرے میں بے خودی کے عالم میں پُرکشش سیلنگ فین کوتکتا رہتا ہے۔ جمنا کا کنارہ، کووں کی آوازیں، ٹی وی اسکرین، ہسپتال کی مختلف مشینیں اور جسم پہ مسلط ہونے والی اداسی۔ پھر نادیدہ موت کی بیرنگ واپسی۔' کوے' کہانی کار کو عزیز ہیں۔ ان کا ذکردو افسانوں میں آیا ہے جبکہ انتساب بھی ان ہی کا معتبر حوالہ ہے۔'وین گوف کے کووں کے نام جو میری آنکھوں پر آکر بیٹھ گئے ہیں'۔اسی کہانی کا 'میں' خدا کو برا بھلا کہتا ہے۔

'جسے آپ خدا کہتے ہیں اسے میں منتقم وضار کہتا ہوں، جو صاف چھپتا بھی نہیں اور سامنے آتا بھی نہیں، جس کی سکونت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہر کوئی آسمانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یقین کیجیے وہ ہم سب کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمیں قسطوں میں مرتا ہوا دیکھ کر کھلکھلا کر ہنستا ہے، قہقہے لگاتا ہے، ہمیں پریشان دیکھ کر وہ مست ہوجاتا ہے، اور یہ سلسلہ ہماری پیدائش سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ ہمیں ماں کی کوکھ سے باہر نکالتے ہی ہمیں موت کی طرف ہانک دیتا ہے اور ہم اَن دیکھے محبوب کے حصول کی خواہش میں اس کی طرف ہانپتے بھاگتے چلے جاتے ہیں، دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھ کر مسکراتا رہتا ہے، چین کی بانسری بجاتا ہے اور ہم قسطوں میں مرتے رہتے ہیں'۔(ص:8-7) اس 'دشنام طرازی' کا جواب 'میں' کی بیوی دیتی ہے جو فاترالعقل نہیں، ہوش وحواس میں ہے۔ اب کیسے مروگے، موت کی دعا سن سن کر بوڑھی ہوگئی۔ پوری زندگی کفر بکتے رہے'۔(ص 17)

زندگی کے نہائی اعتبارات کوحسی تجربہ دینا سہل نہیں۔ نورین علی حق کے یہ افسانے اردو فکشن کے مانوس اسلوب کو شکست دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

☆ مبصر سے رابطہ: ریاض (سعودی عرب)
Mobile: +966598300320

□□□

# اردو مضمون نگاری: فن اور تاریخ

## مصنف: پروفیسر مجید بیدار

تبصرہ: ایم نصراللہ نصر☆

ڈاکٹر پروفیسر مجید بیدار (سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد) نہ صرف اس کتاب (اردو مضمون نگاری: فن اور تاریخ) کے مصنف ہیں بلکہ ہزار خوبیوں کے مالک بھی ہیں۔ وہ ادیب بھی ہیں، شاعر ومبصر بھی، ناقد ومحقق بھی اور مصنف ومرتب بھی۔ ان کی تصنیف شدہ کئی کتابیں اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں۔ یہ کتاب بھی طلبا وطالبات کے علاوہ علم ودانش کی تعلیمی لیاقت میں اضافے کا سبب ہے۔ اردو اصناف ادب پر ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں ہر صنف شعروادب پر کھل کر بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں بھی مضمون نگاری کے تعلق سے تفصیلی گفتگو شامل ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کی فہرست کے مطالعے سے ہوسکتا ہے۔ اس کتاب میں کل 9 ابواب شامل ہیں۔ پہلے باب میں پیش لفظ ہے جس کا عنوان 'تفہیم استدلال' ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ سب سے پہلے ہر زبان میں شاعری کا چلن عام ہوا۔ پھر طویل عرصے کے بعد نثر کا رواج قائم ہوا۔ اردو زبان کا شعری ونثری سلسلہ دکن میں بہمنی دور سے، قطب شاہی دور، عادل شاہی دور، مغلیہ دور سے ہوتا ہوا آج کے دور تک پہنچا ہے۔

دوسرے باب میں 'مضمون نگاری: تحقیق اور حقیقت کے آئینہ میں' مضمون نگاری کی حقیقت، مضمون کا فن، مضمون کے مطالبات، مضمون کی ساخت، مضمون کے لیے موضوعات کا تعین، مواد کی ضرورت اور مضمون نویسی کی تاریخ کے عنوانات پر تفصیل سے باتیں کی گئی ہیں جو بے حد معلوماتی اور کارآمد ہیں۔ اس باب میں کل 18 عنوانات شامل ہیں جن کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

صفحات: 280 قیمت:-/300 اشاعت:2023
ناشر: سیّدہ ریاض النسا، 106 تعاون ابوڈ، 9-4-135 راگھاوا کالونی، ٹولی چوکی، حیدرآباد-500008۔ موبائل:9441697072

تیسرے باب میں مضمون نگاری کا فن پر چھ نکات ، لفظ مضمون کی حقیقت ،مضمون کے مطالبات ،مضمون کے موضوعات ، مضمون نگاری کا آغاز وارتقا ،متن و اختتام اور عمومی جائزہ خوب لیا گیا ہے۔

چوتھے باب میں اردو میں مضمون نگاری کی اصطلاح ، باضابطہ مضمون نگاری ، اس کی تاریخ ،موضوعاتی مضمون نگاری ، اورعلمی ،ادبی وسائنسی مضامین نگاری کا خوبصورت بیان درج ہے۔

پانچویں باب میں اردو کے پہلے مضمون نگار ماسٹر رام چندر کی حیات وخدمات کے ساتھ دیگر مسائل پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ اگلے ابواب میں سرسید احمد خاں ، الطاف حسین حالی اور علامہ شبلی نعمانی کی مضامین نویسی کا خوبصورت جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مضمون نگاری کو بحیثیت غیر افسانوی ادب کے طور پر اس کی اہمیت وافادیت کی تفصیلی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ ایک صنف مضمون نگاری کی تعریف وتوصیف کے لیے 280 صفحات صرف کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد ایک نثر نگار کو نہ صرف مضمون نگاری کا سلیقہ آسکتا ہے بلکہ افسانوی اورغیر افسانوی نثری اصناف کی ہنرمندی سے وہ بخوبی واقف ہوسکتا ۔ ہر صنف کے آغاز وارتقا سے باخبر ہوسکتا ہے۔ اچھی نثر لکھنے کا سلیقہ آسکتا ہے۔ اردو اصناف ادب سے اسے اچھی خاصی واقفیت ہوسکتی ہے۔ نثر نگاری کا آغاز کب ہوا ،غیر افسانوی ادب میں کون کون سی اصناف شامل ہیں اور ان کی شروعات کب اور کس نے کی ، اس کا حوالہ بھی اس کتاب میں موجود ہے۔

مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اردو نثر نگاری کے لیے ایک بہترین وسیلہ اور تحفۂ خاص ہے جس سے ہماری نئی نسل اور ادبائے دوراں خوب خوب افادہ کرسکتے ہیں۔ اس گراں قدر کارہائے نمایاں کے لیے مصنف کو لاکھوں سلام و مبارکباد۔ اللہ ان کو صحت کے ساتھ عمر دراز سے سرفراز کرے ، آمین۔

☆ مبصر کا پتہ: شالیمار اپارٹمنٹ ، 3/A ستین بوس روڈ ، بلاک C ، بکولتا ، ہاوڑہ 711109 ( مغربی بنگال ) موبائل: 9339976034

□□□

# مسلم مجاہدینِ آزادی

## ( آزادی کا امرت مہوتسو )

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید شیخ ابراہیم

تبصرہ: ڈاکٹر ذکی طارق☆

زیرنظر کتاب 'مسلم مجاہدین آزادی' 21 مضامین پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں مختلف مصنّفین نے اُن عظیم مجاہدین کی قربانیوں اور کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا ہے جنہوں نے انگریزوں کے ظلم و استبداد کے خلاف اپنی جانیں قربان کردیں۔ انہوں نے نہ صرف ہمت و بہادری کا ثبوت دیا بلکہ عوام کے دلوں میں جوش وخروش اور حب الوطنی کے جذبات کو بیدار کرا انگریز قوم کو وطن چھوڑنے اور ہندوستان کو آزاد کرنے کے لیے مجبور کردیا۔

کتاب کی ابتدا پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ خان کے پیش گفتار سے ہوتی ہے۔ موصوف نے لکھا ہے کہ ہندوستان کو آزاد کرانے میں مسلمان پیش پیش رہے ہیں لیکن آج مسلمانوں کے لیے ہی ترقی کے راستے محدود ہوتے جارہے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غلامی کے دور سے آزادی ملنے تک سفر انتہائی دردناک رہا ہے۔ وطن پرست مسلمانوں نے اپنی جانیں نچھاور کی ہیں تب جاکر ملک آزاد ہوا ہے۔ لیکن آزدی کے بعد گزشتہ 77 برسوں میں حکمراں جماعتوں نے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ایک منافقانہ ماحول پیدا کرکے مسلمانوں کی قربانیوں سے نہ صرف صرفِ نظر کیا بلکہ اُن کی وطن پرستی اور حب الوطنی پر سوال اٹھائے جارہے ہیں۔ ایسے میں جب حکمراں جماعت آزادی کا 75 واں جشن منا رہی تھی اُس وقت اقبال جاوید کی یہ کاوش قوم کے نوجوانوں میں بیداری کی

صفحات: 160 قیمت:-/175 اشاعت:2023
ISBN 978-93-90579-42-6
ناشر: ایپلائڈ بکس، 1739/10 ، نیو کوہ نور ہوٹل ، پٹودی ہاؤس ، دریا گنج ، نئی دہلی-110002 موبائل نمبر: 9953630788
ملنے کا پتہ: شیواجی کالج ، ہنگولی ، مہاراشٹر۔ موبائل: 9975645187

روح پھونکنے کا کام کر رہی تھی۔

بہادر شاہ ظفر، سر سیّد احمد خاں، اشفاق اللّٰہ خاں، ٹیپو سلطان، فضلِ حق خیر آبادی، بیگم حضرت محل، محمد علی جوہر، (مولانا) آزاد، حسرت موہانی اور خان عبد الغفار خاں کی جدو جہد آزادی کے حوالے سے مصنّفین نے جو جائزے لیے ہیں وہ ان کے وسیع مطالعے اور تاریخ پر گہری نظر کا غماز ہیں۔

(مولانا) ابوالکلام آزاد پر تین مضامین شاملِ کتاب ہیں جن میں ڈاکٹر شائستہ تبسم، ڈاکٹر عبد الرحیم اور نکہت انجم نے جہاں (مولانا) آزاد کی جدو جہد آزادی کا تذکرہ کیا ہے وہیں بحیثیت شاعر، صحافی اور منفرد صاحبِ اسلوب نثر نگار کی حیثیت سے بھی قارئین کو روشناس کرایا گیا ہے۔ 'اردو زبان و ادب اور تحریکِ آزادی' پر ڈاکٹر سکینہ امتیاز خاں نے اپنے وسیع مطالعہ سے فکر انگیز تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ اقبال کی شاعری میں آزادی کا تصور میمونہ تحسین کے قلم کا نتیجہ ہے۔ موصوفہ نے اقبال کس طرح آزادی کو انسان کا فطری حق سمجھتے تھے اور ملوکیت کو انسانی مفاد کے لیے تباہ کن قرار دیتے تھے، کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ شیرِ میسور ٹیپو سلطان سے متعلق مضمون میں اقبال جاوید نے ٹیپو کو دینِ اسلام کا شیدائی بتاتے ہوئے اس کی شخصیت، صلاحیت، ذہانت اور بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے جنگی کارناموں اور انگریزوں کی شکستوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کی دردناک موت کا نقشہ کھینچا ہے۔ ملک کی آزادی میں مسلم خواتین نے آرام کی زندگی تج کر بہادری کے جو جوہر دکھائے ہیں ان کا تفصیلی ذکر ساجد علی قادری، ڈاکٹر نیا کوثر، ڈاکٹر درانی ایس ایم، ڈاکٹر ثریا بیگم کیا ہے اور ڈاکٹر واسیعہ بیگم شیخ نے قاری کو اُن جنگجو خواتین کے کارناموں سے واقف کرایا ہے۔ بیگم حضرت محل اور ثریا طیب جی تو سامنے کے نام ہیں جن پر ہُما کوثر اور ثریا بیگم نے حضرت محل کی تنظیمی صلاحیتوں اور ثریا طیب کی ترقی پسندی اور اُن کے ذریعہ ملک کے ترنگے کے ڈیزائن میں جو خدمات پیش کی ہیں، بتانے کی کوشش کی ہے۔ (مولانا) محمد علی جوہر، ڈاکٹر سہیم الدین خلیل، مجاہدِ آزادی عبد العزیز نظامی، پروفیسر وحید نظامی، فضلِ حق خیر آبادی، ڈاکٹر عتیق احمد ہنگولوی، حسرت موہانی، ڈاکٹر گلناز بیگم، سر سیّد، ڈاکٹر ناصر محمد عثمان باغبان، بہادر شاہ ظفر، خاٹک عبد الرحیم شیخ غفور۔ حسرت موہانی کی اسیرانہ زندگی، شیخ مزمل شیخ نثار، اشفاق اللّٰہ خان، عارف خاں شیر خاں، ڈاکٹر ذاکر حسین، نعیم النسا بیگم، خان عبد الغفار خاں، ثانیہ خاتون، عزیز خاں نے ان عظیم قومی راہنما اور آزادی کے جیالے جن کی قربانیوں سے ملک آزاد ہوا ہے، کے کارناموں کو ضبطِ تحریر میں لاکر نئی نسل کو بیدار کرنے کی ادنیٰ کوشش ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اہلِ قلم اور قوم کے نوجوان اس کتاب کا مطالعہ کر ملّی تشخص کو ابھارنے میں کامیاب ہوں گے۔

☆ مبصر کا پتہ: 564، کیلا روڈ، گئوشالہ پھاٹک،
غازی آباد-201009 (یوپی) موبائل نمبر:9818860029

□□□

## [بقیہ صفحہ 35 سے آگے ... دی گلوریس قرآن]

الجزیرہ (دوحہ، قطر) نے اسے اسلام کی ایک جامع وضاحت پر مبنی ترجمہ قرار دیا ہے۔ ترجمہ دو ایڈیشنز میں دستیاب ہے:

1۔ عربی متن کے ساتھ انگریزی ترجمہ اور حواشی
2۔ صرف انگریزی ترجمہ اور حواشی

مجموعی طور سے کہنا چاہیے کہ ڈاکٹر ظفر الاسلام خان کا ترجمۂ قرآن ایک جامع، مستند، اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ علمی کاوش ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت سادہ زبان میں قرآن کے پیغام کو عام قاری تک پہنچانا ہے، جبکہ اس کے علمی حواشی اسے اسلامیات کی ایک جامع کتاب بنا دیتے ہیں۔ یہ ترجمہ ان قارئین کے لیے ایک بہترین ذریعہ ہے جو قرآن کو جدید دنیا کے تناظر میں سمجھنا چاہتے ہیں، خصوصاً وہ مسلمان جو غیر مسلم ممالک میں اقلیت کے طور پر رہ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، یہ غیر مسلم قارئین کے لیے بھی ایک عمدہ تعارفی کتاب ہے، جو اسلام کو اس کی اصل روح میں سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

☆ مبصر کا پتہ: اسسٹنٹ ایڈیٹر، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی۔
موبائل: 8539054888

□□□

# THE GLORIOUS QURAN دی گلوریس قرآن

## مستند ابتدائی ماٰخذ پر مبنی تشریحات کے ساتھ نیا انگریزی ترجمہ قرآن

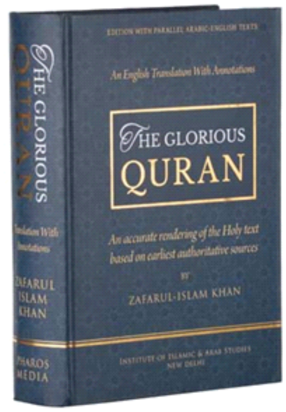


اسلام کی مقدس کتاب قرآن مجید کا درست ترین اور سلیس انگریزی ترجمہ، جس میں قرآن مجید کی تاریخ اور مسائل سمیت متعلقہ موضوعات پر وسیع تشریحات اور ضمیمے، سیرت محمدی ﷺ، اسماء اللہ الحسنیٰ، قرآن میں مذکور انبیاء علیہم السلام کا مختصر تعارف، اسلامی اصطلاحات پر مبنی لغت اور قرآن کا موضوعاتی اشاریہ شامل ہیں۔ یہ سب انتہائی مستند ابتدائی عربی ماٰخذ پر مبنی ہے۔ قرآن اور اسلام کو سمجھنے کے لیے ایک مکمل اور مستند دستاویز۔ 11 سال کی محنت کا نتیجہ۔

### ترجمہ، تشریحی حواشی اور ضمائم: ڈاکٹر ظفر الاسلام خان

مترجم نے ہندوستانی مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں جامعۃ الازہر اور قاہرہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور مانچسٹر یونیورسٹی (انگلینڈ) سے 1987ء میں اسلامیات میں پی ایچ – ڈی کی۔ وہ عربی، انگریزی اور اردو میں 50 سے زیادہ کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں۔

انگریزی ترجمہ قرآن بشمول عربی متن، 1216 صفحات (مجلد/ ڈبل کلر)۔
ہندوستان: 1195 /روپے / بیرون ممالک: 48 USD (ڈاک/کوریر فری)
صرف انگریزی ایڈیشن، 816 صفحات (مجلد/ بلیک اینڈ وھائٹ)۔
ہندوستان: 795 /روپے / بیرون ممالک: 38 USD (ڈاک/کوریر فری)

**PHAROS MEDIA & PUBLISHING PVT LTD**
**New Delhi**
Email: books@pharosmedia.com
Mobile/WhatsApp: +91-98686-56614, +91-98181-20669;
or visit: www.pharosmedia.com

Advtt. 01/2025

## جائزہ اُردو کتب و رسائل

# عتیق مظفر پوری
## حیات و خدمات

مرتب: جاوید رحمانی

ISBN 978-81-964054-6-5
صفحات: 400، قیمت: -/500، اشاعت: 2024
ناشر: سائبان فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)، 94/5 گلی نمبر 9،
جوشی کالونی، آئی پی ایکسٹینشن، دہلی-110092
Mobile: 9811899684

---

——— از: ڈاکٹر فیروز دہلوی☆

کتاب کے مرتب جاوید رحمانی انتساب (والدین کے نام) کے تحت لکھتے ہیں ''زیر نظر کتاب والد محترم کی یاد میں ایک ادنیٰ خراجِ عقیدت ہے۔ ان کی صحافتی خدمات تو تسبیح کے بکھرے ہوئے ان دانوں کی طرح ہیں جنہیں کسی ایک دھاگے میں پرونا مجھ جیسے کم علموں کے لیے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بہرحال باوجود تمام تر کوششوں کے جو کچھ بھی حاصل ہوسکا ہے وہ نذرِ قارئین ہے۔...''

کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں عتیق مظفر پوری کی حیات و خدمات پر 21 قلم کاروں ڈاکٹر اطہر فاروقی، فاروق ارگلی، ڈاکٹر مشتاق احمد، اسد رضا، ڈاکٹر خواجہ افتخار احمد، ڈاکٹر سیّد احمد قادری، سراج نقوی، پروفیسر اسلم جمشید پوری، محمد عارف اقبال، متین امروہوی، جلال الدین اسلم، ڈاکٹر مظفر حسین غزالی، ڈاکٹر انور شکری، اقبال خورشید، ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی، انصاری اطہر حسین، مظفر حسین سیّد، جاوید رحمانی، وشوا ناتھ طاؤس، پروفیسر شاہد کمال کے مضامین ہیں۔

دوسرے حصے میں عتیق مظفر پوری کے 39 مضامین اس کے بعد عتیق مظفر پوری کے علمی، ادبی، ملّی اور سیاسی شخصیات سے لیے گئے 14 انٹرویوز ہیں۔

تیسرے حصے میں عتیق مظفر پوری کی شاعری، قطعات، غزلیں اور تصویری جھلکیاں ہیں۔

عتیق مظفر پوری یکم دسمبر 1954 کو مہیش استھان، ضلع مظفر پور (بہار) میں پیدا ہوئے اور 18 اگست 2015 بروز منگل انتقال ہوا۔ تقریباً 51 سال اس جہانِ فانی میں سانس لی۔

جاوید رحمانی بتاتے ہیں کہ ہم چار بھائی ہیں، تین بھائیوں کو والد نے ڈاکٹری کی تعلیم دلوائی اور میں اردو صحافت سے وابستہ ہوں۔ والد محترم مجھ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے شاید اس وجہ سے کہ میں بھائی بہنوں میں سب سے بڑا تھا اور مستقبل میں میرے اوپر گھر گرہستی کی ذمے داری عائد ہوگی۔ بے شک والد محترم نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ننگے سر چلچلاتی دھوپ میں خاردار وادیوں کا سفر کیا تو ننگے پاؤں تپتی زمین میں اپنے تلوؤں کو زخمی کیا تب جا کر شجر سایہ دار ہوئے۔ وہ بھی اوبڑ کھابڑ غیر ذی روح ہیں جہاں پینے کا پانی بھی میسر نہیں۔ اللہ کو ان کی ادا ایسی بھائی کہ ایک ننھے پودے کو صرف سایہ دار ہی نہیں بلکہ پھل دار عظیم درخت بنا دیا۔ آج اس کے پھل دار سائے سے اپنے اور غیر سبھی مستفید ہو رہے ہیں۔ رخصت ہوئے تو ایک ایسا 'سائبان' خاندان کو دے گئے جو اپنوں اور غیروں و قریب دور سبھی کے لیے راحت کا سبب ہے۔ جی ہاں روزنامہ 'سائبان' اخبار ایسا ہی ہے۔ والد محترم ایک عملی انسان تھے، مثبت سوچ کے مالک تھے، درجنوں اخبارات و رسائل میں کام کیا، خود اپنے بھی اخبارات و رسائل نکالے اور ملک و ملت کے لیے جو بہتر سمجھا اپنے خیال و فکر کے ذریعے رہنمائی کی۔ اچھے اور برے ہر حال میں ثابت قدم رہے۔ انہوں نے کبھی بھی اپنے قلم کا سودا نہیں کیا۔...

محمد عارف اقبال رقم طراز ہیں کہ 1982 میں عتیق نے پٹنہ سے ادبی جریدہ 'افسانوی دنیا' جاری کیا۔ یہ رسالہ ایک سال تک جاری رہا۔ 2003 میں ذاتی اخبار پندرہ روزہ 'سائبان' جاری کیا۔ ایک عرصہ تک وہ م۔ افضل کے ہفت روزہ 'اخبار نو' کی ادارت سے وابستہ رہے۔

عتیق مظفر پوری کی شاعری پر نظر ڈالیں۔ ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیں:

تعبیر الٹی ہوتی ہے الفت میں خواب کی
عشاق کی ازل سے ہے تقدیر ہے یہی
مہنگی ہوئی ہے ہر ایک ضرورت کی چیز جو
اچھے دنوں کے خواب کی تعبیر ہے یہی

غزل کے چند اشعار:

فلک پر کوئی سازش ہو رہی ہے
سمندر پر بھی بارش ہو رہی ہے
عتیق اب چل چلاؤ کی گھڑی ہے
دعاؤں کی گزارش ہو رہی ہے

-----------------------

روک لیتی جو پرندے کو قفس میں اے عتیق
آرزو ایسی نہ کوئی بھی دل مضطر میں تھی

-----------------------

ملک سے رشتہ ہمارا ہے کچھ ایسا ہے عتیق
جسم کا جیسے ہوا کرتا ہے رشتہ جاں سے

پروفیسر اخترالواسع (سرورق کی پشت) کا پیغام عتیق مظفر پوری کی شخصیت، حیات وخدمات کا احاطہ کرتا ہے:

"عتیق مظفر پوری مرحوم قلم کے دھنی تھے، شعر اور نثر میں انہیں تخلیقی ملکہ حاصل تھا۔ وہ اردو کے ایک ایسے عاشق صادق تھے جنہوں نے اردو کا صرف کھایا ہی نہیں بلکہ اپنے بچوں کو اردو کے ذریعہ سے پڑھایا بھی۔ وہ ہومیو پیتھک کے ایک مجرب معالج تھے اور بغیر کسی فیس کے وہ لوگوں کا علاج کرتے تھے۔ طبابت میں اپنی حذاقت کو انہوں نے اپنے تین بیٹوں کی طرف کامیابی سے منتقل کیا اور سب سے بڑے بیٹے جاوید رحمانی کو صحافت میں اپنا جانشین بنایا۔ ... مجھے خوشی ہے کہ جاوید رحمانی اور ان کے دیگر تینوں بیٹے اپنے والد کے نام اور کام کے لیے صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں اور ان کی یاد میں ... یہ یادگار کتاب شائع کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ

کیسے کیسے لوگ تھے جن سے رسم وفا کی بات چلی۔"

☆ مبصر کا پتہ: 1730 فرسٹ فلور، کوچہ دکھنی رائے، دریا گنج، نئی دہلی-110002 موبائل نمبر: 8766306103

□□□

# کھوئے ہوؤں کی جستجو

مؤلف: حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی
مرتب: ضیاء الحق خیر آبادی
ISBN 978-81-19184-46-0
صفحات: 888 (مجلد)، قیمت: -/880،
اشاعت دوم: ستمبر 2024 (اضافہ شدہ)
ناشر: مکتبہ ضیاء الکتب، خیر آباد، مئو-276403 (اتر پردیش)
Mobile: 9235327576

——— از: مفتی محمد اجمل قاسمی☆

**اس** اچھوتے عنوان سے معنون یہ کتاب دل والوں کی رحلت پر لکھے گئے تاثراتی مضامین کا مجموعہ ہے جو ایک صاحب دل ہی کے نگارشات خامہ کا فیضان ہے۔ 'کھوئے ہوؤں کی جستجو' ... کا یہ سفر اتنا دلچسپ اور اس کی روداد اتنی دلآویز ہے کہ قاری اس کے سحر میں کھو کر گرد و پیش سے بے خبر ہو جائے۔

دل والوں کے یہ لذت بخش تذکرے چوں کہ ایک دل والے ہی کے قلم سے نکلے ہیں اس لیے سیدھے دل تک پہنچتے ہیں اور روح کو تازگی دے جاتے ہیں۔ ان تذکروں میں سوز دروں ہے، جذب اندروں ہے، عشق کی سرمستی ہے، محبت کی وارفتگی ہے، ایمان کی حرارت ہے، یقین کا نور ہے، اخلاص کی خوشبو ہے، ایثار کی مہک ہے، مہر و وفا کے قصے ہیں، اور عزیمت واستقامت کی داستانیں ہیں۔

یہ گراں قدر کتاب حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) کے شخصیات پر لکھے گئے قیمتی مضامین کا نادر مجموعہ ہے۔ یہ مضامین جدا جدا اوقات میں لکھے گئے، اور الگ الگ رسالوں میں شائع ہوئے۔ حضرت مولانا کے باتوفیق شاگرد اور ان کے قلمی ورثے کے محافظ رفیق گرامی مرتب (مولانا) ضیاء الحق صاحب خیر آبادی نے بڑی جاں فشانی اور عرق ریزی سے فائلوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کو یکجا کیا، ان کو کمپوز کیا، جگہ جگہ قیمتی حواشی اور وضاحتی نوٹ لکھ کر تشنہ گوشوں کی تکمیل کی، اور پھر عمدہ طباعت کے ساتھ اپنے مکتبہ ضیاء الکتب خیر آباد سے اسے

شائع کیا۔

فہرست عناوین سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے، پھر تعارف طبع دوم ہے، جو مرتب کتاب کے قلم سے ہے۔ اس تعارف میں طبع جدید کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس میں چالیس شخصیات کے تذکروں کا اضافہ ہے، اور بہت سی شخصیات کے اہم سوانحی حالات حواشی کی شکل میں بڑھائے گئے ہیں۔ اس کے بعد طبع اول کا مقدمہ ہے جو قدرے طویل ہے، اس میں کتاب کی خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد عرض مؤلف ہے۔ یہ کتاب کیا ہے؟ کس جذبے اور کس نیت سے یہ تذکرے لکھے گئے ہیں، مؤلف نے اس پر کچھ ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

''یہ تذکرہ جو قارئین کے ہاتھوں میں ہے، صالحین کے تذکروں پر مشتمل ہے، لکھنے والے نے ان تذکروں کو اسی نیت سے لکھا کہ شاید رحمت الٰہی کا کوئی جھونکا اس کی طرف متوجہ ہوجائے، اور پھر جہاں جہاں تک یہ تذکرے پھیلیں گے رحمت الٰہی کا جھونکا پھیلتا جائے گا، اور اگر صحبت صالحین میسر نہ ہو تو یہ ذکر صالحین کچھ اس کا قائم مقام بن جائے، ہوسکتا ہے کہ رحمت الٰہی کی یہ چشم التفات لکھنے اور پڑھنے والوں کی سیرت میں روشنی اور نکھار پیدا کردے۔'' (صفحہ 23)

اصحاب جذب وشوق کی داستانِ پُرشوق اگر کوئی صاحب ذوق ہی سنائے، اور پھر اس داستان سرا کو داستان سرائی کا ایسا ہنر بھی آتا ہو کہ جب بولے تو فصاحت وبلاغت کے موتی رولے، اور اپنی جادو بیانی سے سماں باندھ دے تو پھر ایسی داستان کی لذت وحلاوت کے کیا کہنے!! قاری کو سیری نہیں ہوتی، جی چاہتا ہے کہ وہ کہتے رہیں اور ہم سنتے رہیں، جادو بیانی ایسی کہ نثر نہیں اسے 'سحر حلال' کا نام دیجیے، اور اثر آفرینی ایسی کہ طبیعت بےخود ہوکر مچل مچل جائے۔

راقم الحروف نے جن کتابوں کو نہایت شوق ودلچسپی سے پڑھا ہے ان میں یہ کتاب بھی شامل ہے۔ صلحا کے تذکرے پڑھ کر آنکھوں کے خشک سوتے ابل پڑتے ہیں۔ احساس ندامت کی بدلیاں ایسا برستی ہیں کہ دل کے داغ دھل جاتے ہیں، اور روح کی فضا گرد وغبار کی گھٹن سے صاف ہوکر نکھر جاتی ہے۔ ایمان میں حرارت پیدا ہوتی ہے، یقین کی خنکی حاصل ہوتی ہے، اپنی غفلت اور کاہلی پر رونا آتا ہے، توبہ وانابت کی طرف توجہ بڑھتی ہے، تلافی وتدارک کی فکر پیدا ہوتی ہے، اور دل میں جذبۂ عمل پروان چڑھتا ہے۔

اصل کتاب سے پہلے مرتب کتاب کے قلم سے ایک تفصیلی مضمون مولف رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی حالات اور خصوصیات وکمالات پر مشتمل ہے جو خاصا طویل ہے، اس کے بعد پھر اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ 101 شخصیات کے تذکرے سے عبارت ہے، جس میں خاص بھی ہیں اور عام بھی، نامور بھی ہیں گمنام بھی، درس وتدریس کے شہسوار بھی ہیں بحث وتحقیق کے شناور بھی، فنافی العلم بھی ہیں فنافی اللہ بھی، تارک الدنیا درویش بھی ہیں، اور اداروں وتنظیموں کے قائدین وعمائدین بھی، حضرت مولانا نے سب پر لکھا ہے، اور خوب لکھا ہے، مختصر بھی لکھا ہے اور طویل بھی، اور جو بھی لکھا ہے جوش وجذبے اور محبت ووارفتگی کے ساتھ لکھا ہے۔

مگر مولانا مرحوم فنا فی العلم تھے، ذوق مطالعہ کے خوگر تھے، آشنائے دردِ دل تھے، خوگر درد محبت تھے، خلوص ووفا کے اسیر تھے، دین ودینداری کو زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہیں یہ جوہر جہاں بھی ملا جس سے بھی ملا، انہوں نے اس پر اپنا دل وار دیا، اس کی محبتوں کے اسیر ہوئے اور اسے بھی اپنا اسیر محبت بنایا۔ مولانا کو ایسے جوہر ہر طبقے میں ملے، ہر جگہ ملے، اور فراوانی سے ملے، علما میں ملے، صلحا میں ملے، جدید تعلیم یافتہ طبقے میں ملے، خواص میں ملے، عوام میں ملے، دینی خدمت گزاروں میں ملے، دنیا داروں کے حلقے میں ملے، بڑوں میں ملے، خردوں میں ملے، شہروں میں ملے، اور پسماندہ اور کوردہ علاقوں میں ملے... صہبائے محبت کے ان متوالوں پر مولانا نے بطور خاص لکھا ہے، اور یہاں اُن کے قلم گہربار نے گل افشانیٔ گفتار کے جو جوہر دکھائے ہیں، خلوص ووفا کے جو پھول کھلائے ہیں، عقیدت ومحبت کے جو جام لنڈھائے ہیں، مہر ووفا کی جو داستانیں رقم کی ہیں، اور ایثار وقربانی، خلوص وللّٰہیت، تقویٰ وتوکل، عزیمت واستقامت کے جو واقعات وحکایات تحریر کی ہیں وہ نہایت دلکش، دل آویز، اور اثر آفرینی کا بہترین

اوراعلیٰ نمونہ ہے۔

مرحوم نے ان پر بھی لکھا جن پر سب لکھتے ہیں، اور شاید اس لیے کم لکھا کہ اور لوگ بھی لکھیں گے، اوران پر بھی لکھا جن پر کوئی نہیں لکھتا اور غالباً اس لیے لمبا لکھا کہ ان پر کوئی نہیں لکھتا، ایسے گمنام لعل وجواہر سے مولانا نے جب گمنامی کی گرد جھاڑی تو ان کی آب وتاب کچھ سِوا، اوران کے حسن عمل کی کشش کچھ اور ہی محسوس ہوئی۔

جس چمن کی زینت کی قصے سطور بالا میں تحریر کیے گیے ہیں جی چاہتا ہے اقتباس کے ذریعے اس کی بہاروں کی کچھ جھلکیاں بھی دکھاؤں، مگر ذوق کو حیرانی ہے کہ کس کا انتخاب کرے اور کس کو چھوڑے، اور خوف طوالت بھی دامن گیر ہے، لہٰذا خود ہی اس چمن کی سیر کیجیے، اس کی بہاروں سے دامن مراد بھریے۔

ان تذکروں میں ایک خاص چیز جگہ جگہ محسوس کی گئی ہے کہ حدیث دیگراں کی آڑ لے کر اپنے فضائل وشمائل کے قصے نہیں چھیڑے گئے، حالاں کہ اپنے قصے بھی اگر زیب داستان کیے جائیں تو وہ دوسروں کے تذکرے کی طرح ہی پُرنمک ہوتے۔ لیکن مولانا نے احتیاط برتی ہے، اور کہیں اگر اپنی حکایت بیان کرنے پر مجبور ہوئے تو اس کے لیے تواضع و خاکساری کا ایسا بیانیہ تراشا ہے کہ آپ داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مولانا مرحوم کو بڑوں نے چاہا ہے اور بہت زیادہ چاہا۔ انہی میں ایک قاری صدیق احمد باندوی بھی ہیں، مولانا رحمہ اللہ حضرت قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت قاری صاحب نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے مولانا کے وعظ کا پروگرام بنالیا، اب آگے کا ذکر خود مولانا ہی کی زبانی سنیے:

''رات میں اس خاکسار کو حکم دیا کہ تم بھی بیان کرو، تو میں تو سناٹے میں آ گیا، میری ہمت جواب دینے لگی، اس وقت میں وعظ وتقریر کا زیادہ عادی بھی نہ تھا اوران اکابر کے سامنے ایک طفل مکتب کیا زبان کھولتا، بہت معذرت کی مگر قبول نہ ہوئی، غرض تعمیل حکم میں بیان کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ بیان میں بالکل خلاف توقع بہت اچھے مضامین آگئے، اس تقریر کی بہت تحسین کی گئی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ بڑے میاں کا تصرف ہے ورنہ یہاں کچھ نہیں ہے، دعا اور توجہ انہوں نے کی اور داد وتحسین کا لطف اس ہیچ پوچ کو حاصل ہوا۔'' دوسرے دن حضرت نے پروگرام بنایا... '' چنانچہ حضرت مولانا کی معیت میں رات کے وقت عشاء سے کچھ پہلے باندہ پہنچے، حضرت نے انتظام کر رکھا تھا، اعلان بھی خوب ہوا تھا، چنانچہ ایک بڑی مسجد میں اچھا خاصا مجمع اکٹھا ہوگیا اور کچھ دیر تک حضرت مولانا جامی نے وعظ فرمایا، اور پھر دیر تک اس بے ہنر نے مشق کی۔'' (صفحہ 365)

راقم الحروف دوران مطالعہ 'اور پھر دیر تک اس بے ہنر نے مشق کی' والے جملہ پر پہنچا، تو بے ساختہ ہنسی آ گئی اور دیر تک محظوظ ہوتا رہا۔

جمع وترتیب کا کام کچھ ایسا آسان نہیں کہ ہر کس و ناکس اس کا حوصلہ جٹائے، بسااوقات کسی پرانے کام کو قابل اشاعت بنانے کی بہ نسبت نئی تصنیف کو وجود میں لانا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ جنہیں اس راہ کا کچھ تجربہ ہے وہ بخوبی اس سے واقف ہیں، مگر ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ متفرق چیزوں کو یکجا شائع کرنا افادیت اور نافعیت کے اعتبار سے بسا اوقات کسی نئی تصنیف وجود میں لانے سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔ مرتب گرامی مرتبت اوران کے رفقاء کار کو اگر اس مجموعہ کو تیار کرنے میں سخت جانکاہی سے گزرنا پڑا ہے، تو انہیں یہ مبارکباد دینے اور یہ نوید سنانے میں کوئی تردد نہیں کہ یہ مجموعہ اپنی نافعیت اور افادیت کے اعتبار سے بہت سے علمی کاموں اور مستقل تصنیف سے فائق ہے۔

اس کتاب کا حق ہے کہ اسے حاصل کیا جائے، اوراس کو پڑھا جائے۔ امید ہی نہیں یقین ہے کہ قاری کتاب کی قیمت دے کر بے مزہ ہرگز نہ ہوگا۔

☆مبصر کا پتہ: (خادم تدریس جامعہ قاسمیہ) مدرسہ شاہی، مرادآباد۔ (اتر پردیش) موبائل: 9536457273

□□□

ہم اپنے تماشائی (افسانچے)
مصنف: رؤف صادق (Mob: 9220704944)
اشاعت: 2025، صفحات: 112، قیمت: -/200
ISBN 978-93-90579-91-4
زیراہتمام: **اپلائڈ بکس** نئی دہلی۔ فون: 011-44753890

# اظہر نیرؔ: شخصیت اور خدمات

مرتب: ڈاکٹر سیّد محمد احتشام الدین

صفحات: 192، قیمت: -/200، اشاعت: 2018
ISBN 978-93-88105-02-6
ملنے کا پتہ: نولٹی بکس، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ-4 (بہار)
ناشر: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، انصاری روڈ، دریا گنج، نئی دہلی-2

——— از: ایم نصراللہ نصر ☆

آج کل ترتیب و تدوین کا کام بڑی سرعت انگیزی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ عمل اردو ادب کے لیے کافی اہم اور مفید ہے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی علمی و ادبی شخصیت پر لکھنا ہو یا جانکاری حاصل کرنا ہو تو نہایت ہی آسانی سے مواد دستیاب ہو جاتے ہیں لیکن مرتب کے لیے یہ کام مشکل ضرور ہوتا ہے۔ صاحبِ مضمون پر مضامین اور مواد حاصل کرنا مرتب کے لیے جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا۔ لائبریریوں کی خاک چھاننی پڑتی ہے۔ اربابِ علم وادب کی دہلیز پر جبیں سائی کرنی پڑتی ہے۔ عزیز واقارب سے رابطے پیدا کرنا پڑتے ہیں۔ مخطوطات کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ تب جا کر ایک کتاب کی ترتیب عمل میں آتی ہے۔ کبھی کبھی یہ کام آسان بھی ہو جاتا ہے کہ ساری چیزیں صاحب مطلوب کے پاس محفوظ ہوتی ہیں، بس انہیں یکجا کر کے کتابی شکل دینا اور منظر عام پر لانا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سید احتشام الدین نے یہ بڑا کام کیا ہے کہ اظہر نیر کے تعلق سے لکھے گئے مشاہیر کے 32 مضامین کو یکجا کیا ہے۔ ان کو پڑھا ہے، سمجھا ہے، پرکھا ہے اور منتخب مضامین کو کتابی شکل دے کر منظر عام پر لایا ہے۔ ان مضامین میں اکابر ادب نے اظہر نیر کی شخصیت اور ادبی خدمات کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ کسی نے انہیں محبِ اردو اور عابدِ اردو کہا ہے تو کسی نے جدید حسیت کا مخلص شاعر، کسی نے موصوف کو مجاہد اردو کے نام سے یاد کیا ہے تو کسی نے درخشاں صبح کی امید۔ ان کو اردو کا سچا خادم بھی کہا گیا ہے۔ بیشک وہ اردو کے بےلوث خدمت گار رہے ہیں۔ اردو زبان وادب کی خدمت میں خود کو وقف کر دیا نیز مال و متاع کو بھی لٹا دیا۔ سید سجاد بخاری نے اان کی غزلوں کا مطالعہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نیر صاحب نے اپنی شاعری کے توسط سے تلخیِ زیست پر لفظوں کا کمند ڈالنے کی کوشش کی ہے، رقاصۂ معنی کو گرفتار کیا ہے۔ دراصل جب کسی علمی، ادبی شخصیت اور فنکار پر کام کیا جاتا ہے تو اس کی زندگی بھر یا عمر بھر کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ صاحب کتاب نے یہی کیا ہے اور اظہر نیر کی ادبی، علمی، سماجی اور صحافتی کام کو مختلف مضامین کے انتخاب کے ذریعہ اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کچھ ان کے کارنامے حسب ذیل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"بہار کے مردم خیز ضلع دربھنگہ کے مغرب میں لگ بھگ اٹھارہ کیلومیٹر کی دوری پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے برہولیا، اس گاؤں کے محمد ابونصر (مرحوم) کی اولاد اظہر نیر ہیں جن کا اصلہ نام محمد ابو اظہر ہے اور قلمی نام اظہر نیر، جن کی پیدائش 15 جنوری 1945 کو اپنے نانیہال میں ہوئی۔ میٹرک 1962 میں سمری ہائی اسکول سے کیا اور آئی ٹی آئی 1966 میں مظفر پور سے۔ پھر ملازمت کی تلاش شروع ہوئی۔ ان کا ادبی سفر افسانہ نگاری سے شروع ہوا اور جاری رہا۔ شاعری بھی کی اور صحافت سے بھی جڑے رہے۔"

اظہر نیر صرف اردو کے فنکار ہی نہیں بلکہ اردو کے تحریک کار بھی رہے۔ وہ ایک تنظیم کار بھی تھے اور بھلائی نگر (مدھیہ پردیش) میں کاروان ادب کے نام سے ایک ادبی تنظیم بھی بنا رکھی تھی۔ ان کی وابستگی انجمن ترقی اردو ہند سے بھی رہی۔

اظہر نیر جدید حسیت (جدیدیت) سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ ساتھ ہی غزل کے تہذیبی رویوں کے بھی پاسدار رہے۔ ان کی شعری تخلیقات ملک اور بیرون ملک کے رسائل و جرائد میں تواتر سے شائع ہوتی رہیں۔ ملک کے معروف دانشوروں میں وہ بھی شامل رہے۔

مذکورہ معلومات کے علاوہ مزید جانکاری کے لیے اس کتاب کا مطالعہ لازمی ہے۔ ڈاکٹر سید محمد احتشام الدین نے جس جانفشانی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا ہے اس کے لیے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ انہیں اور کام کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

☆مبصر سے رابطہ: موبائل: 9339976034

□□□

# عالمی یوم یونانی میڈیسن، 12 فروری 2025

## خصوصی گوشہ

# پروفیسر حکیم سیّد خلیفۃ اللّٰہ: حیات وخدمات

مجلس ادارت: ڈاکٹر خورشید احمد شفقت اعظمی، ڈاکٹر مشتاق احمد،
ڈاکٹر سیّد احمد خاں، ڈاکٹر لائق علی خاں، ڈاکٹر ایم عرفان نجف علیمی،
حکیم فخر عالم، محمد عارف اقبال
کُل صفحات: 120+64 (رنگین)، اشاعت: فروری 2025
ISBN 978-93-90579-61-7
ناشر: آل انڈیا یونانی طبّی کانگریس، نئی دہلی۔
Tel. 011-47524630 - 9810429359

از: ڈاکٹر منور حسن کمال☆

پروفیسر حکیم سیّد خلیفۃ اللّٰہ اپنی بزرگی، علم وفضل، تصوف و طریقت اور طب وحکمت جیسے شعبوں میں اپنی بیش از بیش خدمات کے باوصف ممتاز رہے ہیں۔ برصغیر ہند کی جنوبی ریاست تمل ناڈو میں طب یونانی کے فروغ میں حکیم سیّد خلیفۃ اللّٰہ اور ان کے خانوادے کے اسلاف کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ ان کی شخصیت ایسی جاذب نظر تھی کہ بڑے اژدہام میں بھی نمایاں نظر آتے تھے۔ علی الخصوص اسٹیج پر ان کی خطابت وبلاغت کے جوہر ایسے نمایاں ہوتے تھے کہ ناظرین کی توجہ ان کی جانب مبذول ہوئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ ان کی تقریر میں جو خود اعتمادی نظر آتی تھی، وہ دیکھنے والوں پر سحر طاری کر دیتی تھی۔

آل انڈیا یونانی طبّی کانگریس، نئی دہلی کا 12 فروری 2025 کے عالمی یوم یونانی میڈیسن کے موقع پر جاری ہونے والا یادگاری مجلہ اس برس انہی کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے۔ اس کی مجلس ادارت میں ڈاکٹر خورشید احمد شفقت اعظمی، ڈاکٹر مشتاق احمد، ڈاکٹر سیّد احمد خاں، ڈاکٹر لائق علی خان، ڈاکٹر ایم عرفان نجف علیمی، حکیم فخر عالم اور محمد عارف اقبال شامل ہیں۔ ظاہر ہے جب ایسی ذی استعداد شخصیتیں مجلس ادارت میں ہوں گی تو مجلہ یقیناً قارئین سے داد وتحسین حاصل کرے گا۔

اس شمارے کے مشمولات میں حکیم فخر عالم کے پیش لفظ نے بھی روشنی دکھانے کا کام کیا ہے اور طب یونانی کے فروغ اور اس کے روشن اور لائق تحسین مستقبل کے لیے نئی منزلوں سے آشنائی کی صورت نکالی ہے۔ حکیم شمس الآفاق، ڈاکٹر شہناز پروین، وغیرہ نے اپنی پُرمغز تحریروں کے ذریعہ حکیم خلیفۃ اللّٰہ کی زندگی اور ان کی طبّی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ ساتھ ہی حکیم اجمل خاں کی طبّی خدمات سے بھی ہم روشناس ہوتے ہیں۔ آخر میں حکیم خلیفۃ اللّٰہ کی خدمات پر انگریزی زبان میں بھی گوشہ شامل اشاعت ہے، جس میں حکیم خلیفۃ اللّٰہ کی خدمات کو سراہا گیا ہے۔

مجلس ادارت میں شامل ڈاکٹر سیّد احمد خاں اپنے تمام مدیران کے ساتھ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ ہر سال عالمی یوم یونانی میڈیسن کے موقع پر طب یونانی اور اردو زبان وادب کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دینے والی شخصیات پر یادگاری مجلہ شائع کرتے ہیں اور اپنی جملہ خصوصیات کے باوصف ان شماروں میں پذیرائی ہوتی رہی ہے۔ گزشتہ برسوں حکیم ام الفضل، حکیم محمد افہام اللّٰہ، پروفیسر الطاف احمد اعظمی وغیرہ کے گوشے شائع ہو چکے ہیں اور بڑے بڑے اطبا نے ان کے مشمولات کو سراہا ہے۔ اس موقع پر ہر سال طب یونانی کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دینے والی چند اہم شخصیات کو خصوصی ایوارڈ سے بھی نوازا جاتا ہے۔ اس سال ایوارڈ یافتگان میں پروفیسر محمد مظاہر عالم، پروفیسر اختر حسین چودھری، پروفیسر این فہامیہ، ڈاکٹر بلال احمد، ڈاکٹر آر ایس چوہان، ڈاکٹر شیخ ابراہیم واقف، پروفیسر محمد یونس صدیقی، ڈاکٹر فرح احمد، ڈاکٹر محمد ارشد جمال، پروفیسر خورشید احمد انصاری، ڈاکٹر عائشہ رضا، ڈاکٹر عائشہ صدیقی، پروفیسر حکیم ثاقب حسین، ڈاکٹر جلیل احمد غلام رسول، ڈاکٹر ایس ایم حسین، ڈاکٹر صباحت اللّٰہ، ڈاکٹر پرویز احمد وارثی، ڈاکٹر نصر احمد، ڈاکٹر انور جمال، ڈاکٹر کمال الدین سجاد خان اور ڈاکٹر مرزا آصف بیگ شامل ہیں۔

یقین ہے کہ آل انڈیا یونانی طبّی کانگریس، نئی دہلی کے عالمی یوم یونانی میڈیسن کے موقع پر گزشتہ برسوں میں پیش کیے گئے یادگاری مجلوں کی طرح اس مجلے کی بھی پذیرائی ہوگی اور ڈاکٹر سیّد احمد خاں کی طب یونانی کے لیے بیش بہا خدمات کو سراہا جائے گا۔

☆مبصر سے رابطہ: موبائل: 9873819521

# کربِ احساس

شاعر: وکیل احمد ساغر
ISBN 978-81-965574-6-1
صفحات: 144، قیمت: -/300، اشاعت: 2024
ناشر: بختاور ہاؤس، نیلر پاڑہ، ملارنا ڈونگر، ضلع سوائی
مادھو پور-322028 (راجستھان)
Mobile: 9460620784

——— از: ابرار فائق☆

**پروفیسر** رئیس احمد (مرحوم) کے بڑے بھائی اور ہمارے عزیز دوست جناب وکیل احمد ساغر پیدائشی طور پر دونوں پیروں سے معذور ہیں، مگر اللہ نے انہیں اپنی دیگر بیش قیمت نعمتوں سے نوازا ہے۔ حافظِ قرآن ہیں، اردو میں ایم اے گولڈ میڈلسٹ ہیں، جس پر راجستھان اردو اکیڈمی نے انہیں ایوارڈ سے نوازا ہے۔ راجستھان سرکار کے اسکولوں میں تدریسی فرائض انجام دے کر سبکدوش ہوئے ہیں۔ ایک بہترین شاعر ہیں اور ان سب پر مزید یہ کہ ایک خوش اخلاق اور ملنسار انسان ہیں۔

راجستھان کے جس سوائی مادھو پور علاقے سے ان کا تعلق ہے وہ اردو شعر و ادب کے لحاظ سے ایک زرخیز علاقہ ہے، جہاں کئی مؤقر مصنّفین اور نامور شعرا علمی، ادبی اور شعری خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اِسی سنگلاخ مگر ادبی اور شعری لحاظ سے زرخیز دیار میں جناب وکیل احمد ساغر نے مشقِ سخن کر کے اپنے شعری شعور کو جِلا بخشی ہے۔

'کربِ احساس' ساغر صاحب کا پہلا شاعری مجموعہ ہے، جس میں ان کے نہاں خانۂ ذہن میں پروردہ احساس نے مختلف جہتوں سے کرب کی شکل میں نمایاں ہو کر شعری پیکر اختیار کیا ہے۔ ان کے احساس کی شدت نے اپنے کرب کو اِس طرح بیان کیا ہے:

ٹوٹ کر شیشۂ دلِ بیمار
ریزہ ریزہ بکھر نہ جائے کہیں
زخموں پہ کوئی رکھ دے ذرا پیار کا مرہم
کچھ یوں بھی مداوائے دلِ زار کیا جائے

انسانی رشتوں کے موجودہ بحران پر وہ اپنے کرب کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

گھر گھر کے بیچ اُٹھی ہے دیوار ان دنوں
بھائی سے بھائی برسرِ پیکار ان دنوں

موجودہ دور میں نفرت اور تعصب کے ماحول نے انسانیت کو جس کرب اور عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے، اس کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں:

گرم نفرت کا ہے بازار زمیں پر ہر سو
اور فضا دل کی مکدر ہے مگر کیا کیجے

مگر وہ اس بحرانی کیفیت سے مایوس نہیں ہیں اور اس کے خاتمے کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کا پیغام دیتے ہیں:

مقدر مت سمجھیے تیرگی کو
چھپی ہے روشنی اس تیرگی میں
چار سو زور ہے نفرت کا یہ مانا ساغر
آؤ اب ختم یہ نفرت کا چلن کرتے ہیں

اِس غمِ دوراں کے اظہار کے ساتھ ساغر کے یہاں غمِ جاناں کا بیان بھی ہے، جس میں معاملاتِ حسن و عشق اور وارداتِ دل کی کیفیات کو بھرپور جمالیاتی شعور اور روایتی علامات کے ساتھ شعری پیکر میں ڈھالا گیا ہے:

جب بصیرت کی نگاہوں سے کیا دیدارِ حسن
سارا عالم جلوہ گاہِ دل نظر آیا مجھے
حال کیا ہے کبھی پوچھا بھی ہے بیدرد صنم
دلِ بیمار پریشاں ہے کہ آرام سے ہے
زخم پر میرے وہ رکھ دیتے ذرا سا مرہم
کچھ تو رہ جاتا بھرم ان کی مسیحائی کا

مغربی تہذیب و ثقافت، وطن کی محبت اور جہالت کے خاتمے جیسے عنوانات کو ساغر نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے:

خوب ہے مغربی تہذیب و ثقافت لیکن
اس پہ قربان روایت نہیں کی جاسکتی

تو دل و جان سے پیاری ہے ہمیں خاکِ وطن
کبھی کم تجھ سے یہ چاہت نہیں کی جاسکتی
ڈال دیں تم نے ستاروں پر کمندیں لیکن
اِس جہالت کو مٹاؤ تو کوئی بات بنے

ساغر کی شاعری دراصل روایتی اور جدید اسلوب کے امتزاج کے ساتھ سلیس زبان اور سادہ لہجے میں سہلِ ممتنع کی شاعری ہے، جس میں شعور کی پختگی اور جذبے کی آنچ دونوں موجود ہیں۔ کئی اشعار میں انہوں نے اپنے تخلص کو بھی بڑے سلیقے سے نبھایا ہے:

چھلکا جائے ہے صبر کا ساغر
اب وہ انسان دوستی ہے کہاں

ہم جناب وکیل احمد ساغر کو ان کے پہلے شعری مجموعے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

☆مبصر کا پتہ: سوائی مادھو پور، راجستھان۔ موبائل:9414308409

❑❑❑

# نکہت غزلستان (باقیات رکلیات نادم بلخی) دوجلد

## مرتب: ڈاکٹر مظفر بلخی

صفحات:1088 (مکمل سیٹ)، قیمت:-/800، اشاعت:2023

ناشر: ارم پبلشنگ ہاؤس، دریاپور، نزد لنگر ٹولی چوراہا،

پٹنہ-800004 (بہار) موبائل:9572736250

———از: ڈاکٹر مشیر احمد☆

" نکہت غزلستان (باقیات رکلیات نادم بلخی)"، ڈاکٹر مظفر بلخی کی مرتبہ کلیات رکتاب ہے۔ جسے انہوں نے دوجلدوں میں شائع کیا ہے۔ پروفیسر نادم بلخی (2006-1928) کا پورا نام سید محمد ابراہیم اور تخلص نادم بلخی ہے۔ آپ کا شمار اپنے عہد کے معروف شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ جی ایل اے کالج، ڈالٹن گنج (جھارکھنڈ) میں اردو کے پروفیسر تھے۔ 1990 یں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وہیں مقیم رہے اور وہیں 16 ستمبر 2006 کو انتقال ہوا۔ نادم بلخی نے 13 شعری مجموعے اپنی یادگار چھوڑے ہیں، جن میں ضیائے عرفان (حمد و نعت 1995)، چودہ طبق (حمد و نعت، مجموعۂ سانیٹ 1992)، چمن زار تغزل (غیر مطبوعہ شعری مجموعہ 2023)، آغاز سحر (شعری مجموعہ، جس میں غزلیات، سانیٹ، نظمیں، قطعات و رباعیات اور قطعات تاریخ 1961)، ذوق سفر (شعری مجموعہ، جس میں غزلیں، نظمیں، قطعات ور باعیات 1979)، دوپہر کا دائرہ (غزلیں 1984)، دھوپ میں صحرانوردی (غزلوں کا مجموعہ 1987)، باطنی ارتعاش (غزلیں 1996)، نقطوں کا حصار (رباعیات 1988)، جیون درشن (دوہے 1989)، میٹھی میٹھی بولیاں (دوہے 1994)، تحفے (بچوں کے لیے 1980) اور، بچو آؤ پہیلی بوجھیں (بچوں کے لیے 1997) قابل قدر اور اہمیت کے حامل ہیں۔ نادم بلخی کی شاعری پر گفتگو کرتے ہوئے پروفیسر مختار الدین احمد آرزو لکھتے ہیں:

"اس خانوادے (خانوادۂ بلخیہ) کا وہ فرد جس نے شعر و شاعری میں زیادہ نام پیدا کیا اور نمایاں مقام حاصل کیا وہ سید فصیح الدین بلخی مرحوم کے صاحبزادے سید محمد ابراہیم نادم بلخی ہیں۔ زود گو اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ ... ان کے متعدد شعری مجموعے میں نے پڑھے ہیں، جو وقعت کی نظر سے دیکھے گئے ہیں۔ ..."

(ص 1088)

مذکورہ بالا اقتباس " نکہت غزلستان (باقیات رکلیات نادم بلخی)"، کا ہے۔ اس کی ترتیب و تزئین ڈاکٹر مظفر بلخی نے دوجلدوں میں نہایت خوبصورت انداز میں کی ہے۔ مظفر بلخی، پروفیسر نادم بلخی کے صاحبزادے ہیں۔ ڈاکٹر مظفر بلخی اپنے والد محترم کے علمی، ادبی اور شعری کارناموں کے تحفظ میں کس قدر سرگرم عمل ہیں، اس کا اندازہ زیر تبصرہ کلیات اور اس سے قبل شائع کیے گئے ان کے کارناموں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

نادم بلخی کے کلیات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کثیر الجہات فنکار ہیں۔ شاعری میں ان کا غالب رجحان غزل کی جانب ہے۔ اس کے علاوہ حمد، نعت، نظمیں، رباعیات، دوہے اور بڑی تعداد میں بچوں کے لیے نظمیں اور پہیلیاں ان کے قلم فکر کا نتیجہ ہیں۔ ان کی جملہ شاعری سے نمونے کے طور پر چند اشعار پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً حمد کا یہ شعر:

جو مقفل پڑا ہے صدیوں سے
کھول ان رحمتوں کا باب خدا

نعت کا یہ شعر:

نبی کی آس لے کر ہو اگر تقصیر پر نادم
تو بھٹکے راہرو کو بھی ملے گی راہ منزل کی

نادم بلخی کی ایک رباعی ملاحظہ ہو، جس میں قومی یکجہتی کا درس دیا گیا ہے:

کیسی یہ لڑائی مرے ناداں بھائی
نکتہ یہ رکھو پیش نظر، ہاں ! بھائی
مسلم ہے وہی جس کا ہے بھائی ہندو
ہندو ہے وہی جس کا مسلماں بھائی

کلیات نادم بلخی میں بڑی تعداد میں دوہے بھی ملتے ہیں۔ ایک دوہا ملاحظہ فرمائیں:

دکھیاروں کا جو سیوک ہے وہ اتّم انسان
سب سے اونچا جیون منڈل میں اس کا استھان

ان کے کلیات میں پہیلیاں بھی موجود ہیں۔ مثلاً یہ پہیلی:

تو جب سوئے پاس وہ آئے
نیند میں تجھ کو سیر کرائے

غزل کے بعض اشعار پیش خدمت ہیں:

خبر اس کی تم کو نہیں کیا میاں
زمانہ کدھر تھا کدھر ہو گیا
یاد پرانی جب بھی آئی دل نے یہ محسوس کیا
ماضی کی ہے خواب ڈگر پر خوابیدہ دیوار گری
کچھ بھی نہیں دنیا میں قرابت بندی
اخلاص کا رشتہ ہی بڑا رشتہ ہے

نادم بلخی کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سہل ممتنع کے شاعر ہیں۔ ایجاز و اختصار ان کا شیوہ ہے۔ نادم بلخی زمانے کے نبض شناس ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی تہذیبی وراثت کے سچے امین بھی ہیں۔ سادہ اور سلیس زبان میں ان کی شاعری قاری کے ذہن پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ بلا شبہ نادم بلخی نے غزل کے نمائندہ شاعر کی حیثیت سے اردو دنیا میں اپنے انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔

پروفیسر نادم بلخی کی شعری صفات رخوبیوں کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کے تمام شعری کارناموں کو یکجا کر کے کلیات کی شکل میں شائع کر دیا جائے، (حالانکہ اس سے قبل ان کے متعدد شعری مجموعے شائع ہو کر قبول عام کی سند حاصل کر چکے ہیں) تاکہ وہ محفوظ رہ سکیں۔ ڈاکٹر مظفر بلخی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے والد محترم پروفیسر نادم بلخی کے تمام شعری کاموں کو مجموعی روپ دے کر کلیات کی شکل میں دو جلدوں میں مرتب کر کے اردو دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ اس سے قبل وہ نادم بلخی کے تمام شعری کاموں کو 'رفعت گلستان سخن' (2021) میں پیش کر چکے ہیں۔ چونکہ 'رفعت گلستان سخن' راقم الحروف کے مطالعے میں نہیں ہے، اس لیے یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس میں نادم بلخی کے کتنے اور کن کن مجموعوں کو شامل کیا گیا ہے۔ 'نکہت غزلستان' میں محسن رضا رضوی نے اپنے مضمون میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ "نادم بلخی کے تمام شعری سرمائے کو 'رفعت گلستان سخن' (2021) اور 'نکہت غزلستان' (2023) کی صورت میں اہل نظر کے سامنے پیش کرنے کے لیے میں پروفیسر مظفر بلخی کو اپنی سطح سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" (ص 34)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ زیر تبصرہ کتاب 'نکہت غزلستان' کے سرورق پر 'باقیات نادم بلخی' لکھا ہوا ہے اور کتاب کی تفصیلات جس صفحہ پر ہوتی ہے وہاں 'کلیات نادم بلخی' تحریر ہے۔ تو کیا 'رفعت گلستان سخن' اور 'نکہت غزلستان' دونوں ایک ہی ہے جسے نام بدل کر دوبارہ شائع کر دیا گیا ہے یا دونوں الگ الگ ہیں؟ اس کا فیصلہ قارئین کے سپرد کیا جاتا ہے۔ البتہ 'نکہت غزلستان' میں ایک غیر مطبوعہ (جس کی وضاحت فہرست میں کی گئی ہے) شعری مجموعہ 'چمن زار تغزل' (جو 2023 میں ہی شائع ہوا تھا) کا اضافہ نظر آتا ہے۔

"نکہت غزلستان (باقیات رکلیات نادم بلخی)"، جلد اول کے ابتدائی صفحات میں مظفر بلخی کی 'گفتنی' کے بعد نادم بلخی کا نسب نامۂ پدری اور نسب نامۂ مادری شامل ہے۔ مضمون کی شکل میں جو تحریریں شامل کلیات ہیں، ان میں اردو اور فارسی کے نامور محقق اور نقاد پروفیسر سید حسن عباس (بی ایچ یو،

وارانسی)، ڈاکٹر ہمایوں اشرف (ونوبا بھاوے یونیورسٹی، ہزاری باغ) اورڈاکٹرمحسن رضا رضوی (اورینٹل کالج، پٹنہ سٹی) کے نام قابل ذکر ہیں، جنہوں نے نادم بلخی کی شعری صفات کے حوالے سے اپنی آرا پیش کی ہیں۔ بعد ازاں نادم بلخی کے متعدد شعری مجموعے مثلاً ضیائے عرفان، چودہ طبق، چمن زار تغزل، آغاز سحر، ذوق سفر، دوپہر کا دائرہ، دھوپ میں صحرانوردی اور باطنی ارتعاش کو ترتیب وار پیش کیا گیا ہے۔

'' نکہت غزلستان (باقیات رکلیات نادم بلخی)''، جلد دوم میں نادم بلخی کے رباعیوں کا مجموعہ نقطوں کا حصار، جیون درشن، میٹھی میٹھی بولیاں (دوہوں کے دو مجموعے)، تحفے، بچو آؤ پہیلی بوجھیں (بچوں کے لیے نظمیں اور پہیلیاں) شامل ہیں۔ باقیات رکلیات نادم بلخی کا فلیپ پروفیسر زین رامش (ونوبا بھاوے یونیورسٹی، ہزاری باغ)، پروفیسر محمد حامد علی خاں (بی آر اے، بہار یونیورسٹی، مظفر پور)، پروفیسر احمد بدر (کریم سٹی کالج، جمشید پور) اورڈاکٹر سرور ساجد (ویمنس کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کی تحریروں سے مزیّن ہے۔

'' نکہت غزلستان'' ایک قیمتی ادبی تحفہ ہے، جسے ڈاکٹر مظفر بلخی نے خوبصورت انداز میں اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے۔ قوی امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور داد و تحسین سے نوازا جائے گا۔

☆مبصر کا پتہ: شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی-110025
Mobile: 9560786298

❑❑❑

## پروازِ شاہین (مجموعہ رباعیات)

شاعر: (الحاج) سیّد شاہین رضا زیدی

صفحات: 208، قیمت: -/250، اشاعت: 2023
ناشر: ادارہ بوستانِ قلم، سیتھل، بریلی۔ موبائل: 9818818215

——— از: ایم نصر اللہ نصر☆

'پروازِ شاہین' الحاج سید شاہین رضا زیدی الواسطی کی رباعیات کا مجموعہ ہے جسے پروفیسر عراق رضا زیدی نے اپنے مقدمہ اور پروفیسر احمد محفوظ وسید الشجع رضا زیدی کے اضافی مضمون وتقریظ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس میں حمدیہ، نعتیہ نیز مولاعلی، سیدہ کائنات، ابن علی ابن الحسین، شام غریباں، امام علی ابن موسیٰ، امام علی نقی، امام مہدی، زینب ام کلثوم، سکینہ، علی اصغر، کربلا، حضرت ابو طالب، حضرت حر، حضرت حبیب ابن مظاہر، حضرت جعفر، بہلول دانا، ماتم، عزادار کے تعلق سے عمدہ رباعیات زینت قرطاس ہیں۔ کل ملا کر اس میں تقریباً پانچ سو رباعیات درج ہیں۔ اتنی رباعیوں کو پڑھنے کے بعد موصوف کی رباعی گوئی سے انسیت اور مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بیشک وہ اس فن میں غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں۔ شاہین رضا زیدی اردو اور فارسی زبان سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ شعر وشاعری سے انہیں جنون کی حد تک رغبت ہے۔ چونکہ شعر گوئی انہیں ورثے میں ملی ہے اس لیے وہ علم عروض کے ساتھ علم نجوم پر بھی خصوصی نظر رکھتے ہیں۔

ان کی رباعیات کے بالاستیعاب مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فن سخن گستری سے واقف ہیں اور اشعار میں الفاظ کی ترتیب وتہذیب نیز نشست و برخاست کا علم رکھتے ہیں۔ ساتھ ہی صنف رباعی گوئی کے بنیادی تقاضے اور بحر ووزن کی بھی جانکاری رکھتے ہیں۔ ایسے بے شمار الفاظ ہیں جن کا عام شعرا درست صحت کے ساتھ ستعمال نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کے اشعار اکثر بے وزن و بے بحر ہو جاتے ہیں اور جو شعرا الفاظ کو صحت اور درست املا کے ساتھ استعمال کرتے ہیں ان میں ان کولسانی تردد نظر آتی ہے۔ شاہین صاحب نے اس کا خاص خیال رکھا ہے اور بہت باریک بینی اور مہارت سے انہوں نے شعر سازی کا مظاہرہ کیا ہے۔ چند رباعیات ملاحظہ فرمائیں:

ہر شے میں وجود ہم نے پایا تیرا
اللہ! ہے بندوں کو سہارا تیرا
آنکھوں کا نہیں دل کا بھی اندھا ہے وہ
جو دیکھ نہیں سکتا ہے جلوہ تیرا

•••

شاہین نے جب شہر مدینہ دیکھا
معراج ہوئی گنبد خضریٰ دیکھا

محسوس ہوا جیسے کہ میں عرش پہ ہوں
جس وقت کہ سرکار کا روضہ دیکھا

...

رہبر جنہیں کہتے ہیں وہ بے راہ ہیں آہ
عالم کے لبادے میں ہیں جاہل، گمراہ
بک جاتے ہیں یہ چند ہی سکوں کے لیے
لا حول ولا قوت الا باللّٰہ

...

اک زانوئے حیدر پہ علی کا سونا
اک بستر ہجرت پہ وصی کا سونا
وہ رجعت خورشید پہ خالق کی رضا
سونے پہ سہاگا ہے علی کا سونا

...

شاہین رضا زیدی رباعیات ہی نہیں بلکہ حمد، نعت، قصیدہ، منقبت، سلام، نوحے، مسدس، مرثیے، کے ساتھ غزل اور دیگر اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کر چکے ہیں۔ ان کی شعری تخلیقات کا مطالعہ اس بات کا شاہد ہے کہ وہ ایک اچھے شاعر، ادیب اور مشاق قلم کار ہیں۔ اس کے علاوہ علم اعداد، علم جفر، علم رمل، علم لسانیات اور علم نجوم میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ اس کے لیے انہیں مبارکباد، ساتھ ہی مرتب پروفیسر عراق رضا زیدی کو بھی مبارکباد کہ انہوں اس عظیم اور نادر سرمائے کو ضائع ہونے سے بچایا ہے اور اس کتاب میں محفوظ کر دیا ہے۔ بہت شکریہ۔ اللہ انہیں ایسے کام کرنے کی اور توفیق دے، آمین۔

☆ مبصر کا پتہ: شالیمار اپارٹمنٹ، 3/A ستین بوس روڈ، بلاک C، بکولتا، ہاوڑہ-711109 (مغربی بنگال) موبائل:9339976034

❑❑❑

عہد وسطیٰ میں ہندوستان کے مسلم حکمراں
مصنف: پرویز اشرفی
ISBN 978-93-83239-93-1
صفحات: 272 قیمت:-/300
رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی۔ فون:011-44753890

## رات سمندر خواب (غزلیں اور نظمیں)

شاعر: کوثر مظہری

صفحات: 184، قیمت:-/300، اشاعت:2024
ناشر: عرشیہ پبلی کیشنز، A-470 گراؤنڈ فلور 3، سوریہ اپارٹمنٹ، دلشاد کالونی، دہلی-110095۔ موبائل:9971775969

——— از: ڈاکٹر محمد آدم☆

**پروفیسر** کوثر مظہری استاذ، تنقید نگار، شاعر و ادیب، مترجم اور ادب شناس کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ کوثر مظہری کے تین شعری مجموعے 'عرش وطیبہ' (نعتیہ مجموعہ، 1998)، 'ماضی کا آئندہ' (شعری مجموعہ، 2008) اور زیر نظر 'رات سمندر خواب' (غزلیں اور نظمیں، 2024) ہمارے سامنے ہیں۔ اس کے علاوہ 1987 میں اندرا گاندھی کے انتقال پر منظوم تاثر بہ عنوان 'جان چمن اندرا' (72 مسدس) بھی قارئین کے پیش نظر ہے۔ 1979 سے باضابطہ شعر کہنے لگے تھے اور آغاز شاعری میں اپنے بڑے بھائی استاذ شاعر (مولانا) انوار الحق رونق اور فارسی کے استاذ پروفیسر حبیب المرسلین شیدا (شعبۂ فارسی پٹنہ یونیورسٹی) سے مشورۂ سخن کیا۔ ان کی شاعری میں پختگی اور اساتذہ کی ہنر مندی صاف دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی پہچان ناول نگار، ناول کے مترجم اور ناول کے فن پر اپنی عمدہ تصنیف 'نیا ناول نیا تناظر (اکیسویں صدی میں، 2021)' سے بھی ہے۔ 'آنکھ جو سوچتی ہے' ان کا ایک منفرد اور کامیاب ناول ہے۔ انہوں نے عربی کے مشہور ناول نگار خلیل جُبران (10 اپریل 1931 — 6 جنوری 1983) کے ناول 'الجنحة المتكسرة' The Broken Wings: Anthony Rizcallah Ferris (Translation) کا اردو ترجمہ بھی 'شکستہ پر' کے نام سے کیا ہے۔ یہ نہایت ہی عمدہ ترجمہ ہے، اگرچہ انہوں نے یہ ترجمہ انگریزی سے کیا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عربی کی روح اس میں اتر آئی ہو۔

پروفیسر کوثر مظہری (پ:5 اگست 1964) کا اصل نام محمد احسان الحق ہے اور قلمی نام کوثر مظہری ہے۔ ان کے والد کا

نام محمد مظہر الحق ہے اور اسی مناسبت سے وہ اپنا قلمی نام کوثؔر مظہری لکھتے ہیں۔

شاعری لفظوں کے برتنے کے سلیقے کا نام ہے۔ کوثر مظہری کی شاعری پڑھتے ہوئے ایک خاص نغمگی، نرمی اور ترو تازگی، زندگی میں گھلتی چلی جاتی ہے۔ ان کی ناقدانہ بصیرت، فکشن نگاری اور علم و ادب دوستی جب شعری پیرائے میں ڈھل کر جلوہ گر ہوتی ہے تو ان کی راسخ فکر اپنی انفرادیت سے کسی کو بھی مسحور کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

زیر نظر مجموعہ میں ایک حمد باری تعالیٰ، ایک نعت رسول ﷺ کے علاوہ 56 غزلیں، 22 نظمیں اور متفرق اشعار شامل ہیں۔ ساتھ ہی 'ماضی کا آئندہ' 2008 سے بھی کچھ غزلیں اور نظمیں شامل کی گئی ہیں۔ دیدہ زیب اور عمدہ طباعت کے ساتھ منظر عام پر آنے والے اس شعری مجموعے کا انتساب عہد حاضر کے معروف نقاد پروفیسر عتیق اللّٰہ کے نام ہے۔ کتاب کی پشت پر معروف ادیب و نقاد ڈاکٹر ناصر عباس نیر (لاہور) نے اس مجموعے پر اپنی رائے پیش کی ہے۔ پروفیسر شافع قدوائی کے عمدہ مضمون 'انفرادی سچ کا حسّی بیانیہ' اور پھر کوثر صاحب کے پیش لفظ سے مجموعے کا آغاز ہوتا ہے۔ میری مٹی ہے، ردیف والی ایک بہت ہی خوبصورت غزل ہے۔ ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

اسی مٹّی کو سپر میں نے بنا رکھا ہے
اور سن لو! مری تلوار میری مٹّی ہے

غالب نے خیالی جام جم پر جام سفال کی عظمت ثابت کی تھی۔ کوثر مظہر نے مٹّی سے سپر بھی بنایا اور تلوار بھی کیونکہ مٹی کی عظمت آگ پر مسلم ہو چکی ہے اور زندگی کا استعارہ مٹی ہے، جبکہ آگ استعارہ ہے طاقت کا، آدم خاکی کی عظمت و فوقیت اور زندگی کا گزارہ خالق نے اسی مٹی سے مقدر کیا ہے۔

میں نے تو چھوڑ دیے سارے رموز اوقاف
تم کہ ہر لفظ پہ تشدید لیے بیٹھے ہو
روزۂ صبر ہوا ختم، تامّل کیسا؟
تم کو معلوم؟ مری عید لیے بیٹھے ہو

زندگی میں ایک طرف تردید، تنقید، تشدید، دیوارِ حریفانہ، روزۂ صبر، تامّل اور پس و پیش کی تحدید کے بالمقابل شاعر کا عید، شادکامی اور محبت راگ راگنیوں کا طالب ہونا ہر قسم کی تفریق سے الگ ہو کر سارے رموزِ اوقاف چھوڑ کر روزۂ صبر سے گزر جانے عید منانے کی خواہش کا اظہار محبت کا اشاریہ ہے۔ شافع قدوائی نے اس شعر کے بیان پر درست تبصرہ کیا ہے۔ تہذیبی اور لسانی تنگ نظری راوی کے لیے باعث تشویش ہے اور پھر یوں گویا ہونا:

پیارے کوثؔر! اٹھو، گھر جاؤ، وہ آنے کا نہیں
خوش گمانی ہی میں امید لیے بیٹھے ہو

درج ذیل اشعار میں زندگی کے ان نقوش کا ذکر ہے جو فلسفۂ حیات بن کر زندگی کو روشن رکھتے ہیں۔

سبھی نقوش زمانے کی زد میں آ کے رہے
وہ ایک نقش مگر گاہ گاہ باقی ہے
کون سی وضع میں جینے کی ادا سیکھوں میں
چہرہ ایسا کہ مرا غم بھی چھپانے کا نہیں
کون سا زخم ہے جو پھول سے کم تر ہے بھلا
کون سا زخم ہے جو تیرے زمانے کا نہیں

کوثر مظہری رات سمندر اور خواب میں عشق محبت کی داستان اور زندگی کا ترانہ لیے فلسفوں کی تفسیر اپنے اشعار میں پروتے ہوئے زندگی کا خوبصورت ساز چھیڑ دیتے ہیں اور غزلوں اور نظموں کے توسط سے ہماری آواز بن جاتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ نظم ایک طرح سے کوثر مظہری کا بنیادی میدان ہے لیکن میری نظر میں غزل اور نظم دونوں میں ان کی ہنر مندی نمایاں ہے۔ ان کی پابند نظمیں بڑی عمدہ ہیں۔ نظمیہ شاعری میں تخلیقی جولانیاں دیکھ کر یہ کہنا بجا ہے کہ ان کی نظمیں اردو شاعری میں گراں قدر اضافہ ہیں۔ مختلف تو جیہات، منظر کشی، معنی آفرینی اور تہہ داری کے ساتھ ایک تسلسل اور شعور کی رو پوری نظم کو روشن کیے رکھتی ہے اور زندگی کے مختلف دریچوں کو وا کرتی رہتی ہے۔ ایک نظم کے چند اشعار پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں، جس کا عنوان ہے'' تو اِک دیا جلا دیا''۔

زمیں سے آسمان تک، مکین سے مکان تک
جو کچھ سمجھ نہ آسکا، تو اِک دیا دلا دیا
عجیب سا خیال تھا، خیال پائمال تھا
مگر وہی خیال تھا، تو اِک دیا جلا دیا

سِسک سِسک کے مر گئے، جو مر گئے کدھر گئے
سنا اجل کا زمزمہ، تو اِک دیا جلا دیا
یہ رات کیا ڈرائے گی یہ خود ہی لوٹ جائے گی
اندھیرا جب بھی آ گیا، تو ایک دیا جلا دیا

دیدہ زیب اور عمدہ طباعت سے مزین یہ شعری مجموعہ قابل تحسین ہے۔ کوثر صاحب کا ایک شعر جو مجھے بہت اچھا لگتا ہے اسی پر اس تبصرے کو ختم کرتا ہوں جس میں زندگی اور موت کے درمیان رشتے کی ایک رمق دیکھی جا سکتی ہے۔

بچھڑ گیا وہ مگر اس کی یاد باقی ہے
یہ انتقام بھی گویا تعلقات کا تھا

٭مبصر کا پتہ: گیسٹ فیکلٹی، شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔
Mobile: 9871716440

□□□

# مختار ٹونکی کی منتخب غزلیات

مرتب و ناشر: سیّد ساجد علی ٹونکی
(Mobile: 9214826684)

صفحات: 208، قیمت: -/250، اشاعت: 2024
ناشر: گلوبل کمپیوٹر اینڈ پبلی کیشنز، رام گنج بازار، جے پور۔ (راجستھان) موبائل نمبر: 9460866130

——— از: ایم نصر اللّٰہ نصر٭

سیّد مختار ٹونکی کا تعلق ٹونک (راجستھان) سے ہے، تعلیم ایم۔ اے تک ہے۔ ملازمت شعبہ ڈاک و تار میں رہی اور سبکدوشی چیف سپر وائزر کے عہدے پر ہوئی۔ ہر چند کہ شعبۂ سائنس کے طالب علم رہے لیکن اردو ادب سے ان کو کافی شغف رہا۔ ان کا پہلا مضمون کالج کے میگزین میں 1977 میں شائع ہوا تھا۔ دوسرا مضمون 'یوجنا' اردو میں 1982 میں چھپا تھا۔ اس طرح یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا ہے۔ پہلے نثر کی طرف توجہ رہی پھر شعر و سخن سے رشتہ استوار کر لیا۔ وہ جے پور ریڈیو کے پروگرام 'کہکشاں' سے بھی جڑے رہے۔ انہی دنوں شعر و شاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی اور ایسی ہوئی کہ کئی کئی شعری مجموعے منظر عام پر آ گئے۔ پہلا شعری مجموعہ 'سب رنگ سخن کے' 2013 میں منظر عام پر آیا جس کی خوب خوب پذیرائی ہوئی۔ انہوں نے سخن کی سبھی اصناف پر طبع آزمائی کی ہے جیسے غزلیں، نظمیں، قطعات و رباعیات، دوہے، ماہیے گیت، ہائیکو وغیرہ۔ وہ چھپنے چھپانے میں استاد تھے۔ موقر رسائل میں ان کی تخلیقات اکثر شائع ہوتی رہیں۔ وہ تیس سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔

زیر مطالعہ کتاب میں ان کی تقریباً دو سو غزلیں شامل ہیں جن کے مطالعے سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ نکات سخن گستری سے بخوبی واقف ہیں۔ نپے تلے اشعار ضابطۂ سخن کے فریم میں رہ کر کہتے ہیں۔ خوبصورت مصرعے نکالتے ہیں۔ اچھے مضامین کا انتخاب کرتے ہیں۔ ان کے لہجے میں شائستگی بھی ہے اور شگفتگی بھی۔ بالیدگی و بالغ ذہنی بھی ہے۔ تیکھا پن بھی ہے اور تنوع بھی۔ رومان بھی اور عصری رجحان بھی۔ زمانے کے حالات و حادثات پر ان کی نظر گڑی ہوئی ہے۔ زبان میں سلاست بھی ہے اور نفاست بھی۔ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

دل اس کا محبت سے منور تو نہیں ہے
وہ شخص مقدر کا سکندر تو نہیں ہے
کیوں ناز وہ کرتا ہے بھلا حسن پہ اپنے
وہ حور شمائل، پری پیکر تو نہیں ہے
یہ نغمۂ بلبل بھی طرب خیز ہے کتنا
طاؤس فقط رقص دکھانے کے لیے ہے
الفاظ ابلتے ہیں جو قرطاس پہ یارو
جذبات کی ندی تو بہانے کے لیے ہے
اداسی ہر طرف پسری پڑی ہے
مسرت کا کہیں عالم نہیں ہے
جہاں بھر کے مناظر پائیے گا
اگرچہ دل یہ جام جم نہیں ہے

مذکورہ اشعار کی قرأت کے بعد قاری کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ شاعر کے یہاں استادانہ صلاحیت موجود ہے۔ حادثات حیات اور تجربات جہاں سے وہ مشرف با سخن ہے۔ اس کی شاعری میں پختگی بھی ہے اور پائداری بھی۔ لفظیات کی مرصع سازی سے واقف ہیں۔ خیال میں پاکیزگی ہے۔ ذہن کشادہ

ہے۔ اس کے سخن کا دائرہ وسیع ہے۔ اس کی غزلیات کے مطالعے سے قاری کے دل دماغ میں تر و تازگی ،لطافت اور سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ہاں کچھ اشعار نظر ثانی کے متقاضی ضرور ہیں۔ دراصل ایسے اشعار رواروی میں خلق ہوجاتے ہیں۔ جیسے:

کیوں اس کے مقابل ہے کھڑا کوہ مصائب
معمولی بشر ہے یہ پیغمبر تو نہیں ہے

یہاں پیغمبر کی جگہ پیمبر ہونا چاہئے پیغمبر کی وجہ سے مصرع خارج از بحر ہو گیا ہے، اور یہ کی جگہ وہ ہوتا تو اور بہتر ہوتا۔ یہ کمپوزنگ اور پروف کی خامی بھی ہوسکتی ہے )

گلوں کی مثل ہیں یہ بچے بجا ہے
مگر ان میں بوئے شرافت نہیں ہے

( لفظ مِثل ہے مَثَل نہیں۔اس لیے یہ مصرع یوں ہونا چاہئے : گلوں کی طَ رَح ہیں یہ بچے بجا ہے ۔ اجتماع ردیفین کا عیب بھی موجود ہے )

ان چھوٹی موٹی تسامحات کا مطلب یہ نہیں کہ موصوف کے معیارِ سخن پر کوئی آنچ آتی ہو۔ یہ سخن طرازی کا حصہ ہیں۔ ہاں ان سے بچنا لازمی ہے ۔اس کتاب میں قطعات بھی درج ہیں۔ ملاحظہ کریں:

آن میری ہے شان میری ہے
روح میری ہے جان میری ہے
چاہے سارا جہان ٹھکرا دے
پھر بھی اردو زبان میری ہے

اپنے دل کو سیاہ کرتے ہیں
زندگی کو تباہ کرتے ہیں
آخرت بھی بگاڑ لیتے ہیں
لوگ جو بھی گناہ کرتے ہیں

مجموعی اعتبار سے مختار ٹونکی کی شاعری بہت اچھی ہے۔ لائق ستائش اور قابل داد بھی ہے ۔وہ ہوش میں رہ کر شاعری کرتے ہیں۔ پہلے مضمون کو ذہن میں خوب پکاتے ہیں پھر الفاظ کا تڑکا لگا کر شعر کے پیکر میں ڈھال دیتے ہیں۔ کتاب میں درج شاعری تو اپنی جگہ ان سے اس سے بہتر شاعری کی امید کی جاسکتی ہے۔ کتاب عمدہ چھپی ہے،غزلوں کا انتخاب بھی اچھا ہے۔مبارکباد۔

**ادارتی نوٹ:** سیّد مختار علی ٹونکی ( پ:1934 ) کا 86 سال کی عمر میں 20 اکتوبر 2024 کو انتقال ہوگیا۔ان کی علمی و ادبی خدمات پر کوٹہ یونیورسٹی اور راجستھان یونیورسٹی سے پی ایچ – ڈی اور ایم فل کی ڈگریاں بھی تفویض کی جا چکی ہیں۔اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ان کے حسنات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین! ( اردو بک ریویو، اکتوبر تا دسمبر 2024 کے وفیات کالم میں تفصیلی خبر شائع کی گئی ہے )

☆ مبصر سے رابطہ: موبائل:9339976034

❑❑❑

# بچّوں کا بارہ ماسہ اور دوسری نظمیں

## شاعر: عطاء الرحمٰن طارق

صفحات:104، قیمت:-/100، اشاعت:2023
ناشر: کتاب دار، 108/110 جلال منزل، گراؤنڈ فلور، ٹیمکر اسٹریٹ، ممبئی-400008 موبائل:9869321477

——— از: ایم نصر اللہ نصر☆

**ادب** اطفال پر خامہ فرسائی ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ یہ صرف دیکھنے میں آسان لگتا ہے لیکن اس کے لیے بچوں کی نفسیات ،عادات و اطوار، نقل وحمل ،حرکات وسکنات اور مطالبات وخواہشات کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ان کی سوجھ بوجھ اور کچی ذہنیت کا لحاظ بھی رکھنا پڑتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لکھتے تو بچوں کے لیے ہیں مگر زبان پر قابو نہیں رکھ پاتے ۔سلیس زبان کے بجائے گنجلک اور دقیق الفاظ کے استعمال سے گریز نہیں کرتے۔ مضامین ایسے منتخب کرتے ہیں کہ بالغ ذہن بھی سوچ میں پڑ جاتے ہیں ۔دراصل ادب اطفال کو سادگی اور سلاست زیادہ پسند ہے۔شاعر اور ادیب کو اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

طارق صاحب نے کوشش کی ہے کہ ان احکامات پر عمل پیرا ہوکر بچوں کے لیے نظمیں لکھیں جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ اس کتاب میں ان کی 50 خوبصورت نظمیں شامل

ہیں جو کافی دلچسپ اور دلنشیں ہیں۔ ان کے عنوانات کچھ یوں ہیں۔ تو میرا ہے، پانی پانی پانی، گرمی کی فروٹ چاٹ، دن ہولی کا، بسنت بہار، حضرت ابراہیم اور ہم، ہے تو ہے، غزل، روزوں کا موسم، بدھائی روزے کی، قرآن ایکسپریس، (تراویح) عیدمبارک گت بھید وغیرہ۔

نظم 'تو میرا ہے' ایک حمدیہ نظم ہے جس میں خدا کی عظمت واہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بول کچھ یوں ہیں:

چاند ستارے نور کے دھارے
سب تیرے ہیں تو میرا ہے
پربت، ساگر، دھرتی، امبر
سب تیرے ہیں تو میرا ہے
پنکھ پکھیرو ، تتلی ، جگنو
سب تیرے ہیں تو میرا ہے
دیپک ، جوتی ، مانک ،موتی
سب تیرے ہیں تو میرا ہے
رنگ۔نظارے۔کُن کے اشارے
سب تیرے ہیں تو میرا ہے
سانجھ سویرے سپنے میرے
سب تیرے ہیں تو میرا ہے
گیت منوہر، سُر کے جوہر
سب تیرے ہیں تو میرا ہے

اس نظم کے ٹون اور ردِھم اتنے سلیس اور سپاٹ ہیں کہ کوئی بھی بچہ بہت آسانی سے اسے یاد کرسکتا ہے نیز اس کے معنیٰ و مفاہیم سے آشنا ہوسکتا ہے۔ اس میں جتنے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں سب کے سب مانوس اور سہل ہیں۔ ایسی نظمیں ہی ادب اطفال کو تقویت اور توانائی بخشتی ہیں۔ ایک اور نظم دیکھیں:

نیا نویلا دن ہولی کا/ کیا چمکیلا دن ہولی کا/ رنگ رنگیلا دن ہولی کا/ نیلا پیلا دن ہولی کا/ مستانوں کی ٹولی آئی/ اور ہٹیلا دم ہولی کا/ مستی ہی مستی چھائی ہے/ بڑا نشیلا دن ہولی کا/ کھیل تماشے، سوانگ جھمیلے/ کرتب لیلا دن ہولی کے

اس کتاب میں انگریزی کے بارہ مہینوں کے نام سے بارہ نظمیں بھی درج ہیں جس کی بنیاد پر اس کتاب کا نام بارہ ماسہ رکھا گیا ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ جنوری تا دسمبر کے مہینوں کی الگ الگ خصوصیات کے پیش نظر بارہ نظمیں لکھی گئی ہیں۔ یہ ایک منفرد تجربہ ہے۔ ایسا شاید ہی کسی نے دیکھا یا پڑھا ہوگا۔ مختصر یہ کہ ان کی ہر نظم کچے ذہن کے بچوں کو دھیان میں رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اس لیے مذکورہ شاعر کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کے لیے وہ بے حد مبارکباد کے مستحق ہیں۔

☆ مبصر سے رابطہ: موبائل:9339976034

□□□

## چہچہاہٹ (بچّوں کی نظمیں)

### شاعر: ڈاکٹر عزیزاللّٰہ شیرانی

صفحات:112، قیمت:-/200، اشاعت:2019

ملنے کا پتہ: ڈاکٹر عزیز اللّٰہ شیرانی، فرحت منزل، کالی پلٹن، ٹونک-304001 (راجستھان) موبائل:9214984819

——— از: ایم نصراللّٰہ نصر☆

ڈاکٹر عزیزاللّٰہ شیرانی (پ:1954) ضلع ٹونک (راجستھان) سے تعلق رکھتے ہیں۔ تعلیم ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی (اردو) تک ہے۔ وہ کہانی کار اور ترجمہ نگار بھی ہیں۔ تحقیق وتنقید سے بھی ان کو شغف ہے۔ ان کی کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ وہ انعام واکرام سے بھی نوازے جاچکے ہیں۔ ان کے بارے میں بی۔ڈی۔کالیہ ہمدم لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر شیرانی صاحب نے اس مجموعہ کلام میں ان تمام اوصاف کا خیال رکھا ہے جنہیں بچے پسند کرتے ہیں۔ دلچسپی رکھتے ہیں اور جس سے وہ لطف اندوز ہوتے ہیں اور پیغام زندگی سے بھی۔"

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ادب اطفال کی تخلیق کوئی سہل پسند کام نہیں، اس کے لیے موضوعات کا انتخاب، زبان میں سلاست، الفاظ میں شیرینی وشگفتگی، اور انداز میں لطافت لازمی ہے۔ اس کا تخلیق کار یہ سوچ کر نظم ونثر کی صورت میں اپنی تخلیقات پیش کرے کہ ابھی بچہ ہے، طفل مکتب ہے۔ اس کو اپنا

بچپن بھی یاد ہونا چاہئے۔ اس مشکل کام کو ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی نے خوب سنبھل کر اور ادب اطفال کے تقاضے کو نظر میں رکھ کر نظمیں پیش کی ہیں۔ اپنی شاعری میں انہوں نے چڑیوں کی چہچہاہٹ اور بچوں کی تتلاہٹ کا لحاظ بھی رکھا ہے۔ ان کی نظموں کے مطالعے سے بچوں کو بیشک خوشی ومسرت حاصل ہوگی۔ اس لیے کہ موصوف ادب اطفال کی بیشتر اصناف سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کا ذہن بیدار اور بالیدہ ہے۔ زبان صاف ستھری اور سلیس ہے۔ سوچ اور فکر میں بلندی ہے۔ بیشک وہ ایک پختہ کار شاعر ہیں۔ اقبال احمد خوشتر لکھتے ہیں:

''آپ فطری طور پر ایسے قلم کار ہیں جنہوں نے ہر صنف ادب میں اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔ تحقیق وتنقید، تاریخ و فلسفہ، نثر ونظم، ترجمہ نگاری، اور افسانوی ادب میں آپ کی کئی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ وہ ایک خوش فکر اور خوش اخلاق شاعر بھی ہیں۔ جنہوں نے غزل، نظم، قطعات اور دیگر اصناف سخن میں کافی حد تک طبع آزمائی کی ہے۔''

بیشک موصوف کا یہ مجموعہ اس کی وکالت کرتا ہے کہ شیرانی صاحب ایک اچھے ادیب وشاعر ہیں۔ اس کی دلیل میں ان کی نظمیں ملاحظہ فرمائیں:

کیا پیدا تو نے ہی سارے جہاں کو
دیے تارے تو نے ہی چھت آسماں کو
ہے مالک بھی تو اور آقا بھی تو ہے
تو کر فضل ہم پر کہ مولا بھی تو ہے

علم کی شمعیں آج جلائیں
آؤ بچو ! علم پڑھائیں
توڑ کے نفرت کی دیواریں
پیار محبت خوب بڑھائیں

عید منائیں عید منائیں
آؤ بچو! عید منائیں
عید کا چاند وہ دیکھو نکلا
عید کی مل کر خوشی منائیں

ان نظموں کے مطالعے سے احساس ہوتا ہے کہ شیرانی صاحب طفلی سخن نگاری کے کامیاب شاعر ہیں۔ ان کو بچوں کی ذہنیت اور کچے پن کا بخوبی احساس ہے۔ ان کی نظموں میں بچوں کے علمی وادبی ذوق کو ابھارنے کے بیشتر لوازمات موجود ہیں۔ رب کا ذکر ہے، اذان کا ذکر ہے، علم کا تذکرہ ہے، اتفاق واتحاد کا سبق ہے، تتلی، ننھا مہمان، سبق آموز نظمیں، بندر بندریا، ماں کا مرتبہ، سیر سپاٹے کے مشاہیر مراکز کا تذکرہ بھی ہے۔ قومی یکجہتی اور بھائی چارے کی بات بھی کہی گئی ہے۔ ریل اور پنچھی کا بھی حوالہ موجود ہے۔ گویا ایسے عنوانات جو ادب اطفال کے لیے مخصوص ہیں ان سبھی پر موصوف نے قلم اٹھایا ہے۔ اس کے لیے ان کو بہت بہت مبارک باد۔

☆ مبصر سے رابطہ: موبائل:9339976034

□□□


لسانیات کے موضوع پر

صباح الدین احمد کی تین اہم کتابیں

اردو حرف وصوت

صفحات: 106 قیمت:-/150 (مجلد)

املا نامہ: تخریب وردِّ تخریب

صفحات: 132 قیمت:-/150 (مجلد)

اردو حروف تہجی: تشکیل وردِّ تشکیل

صفحات: 128 قیمت:-/150 (مجلد)

-/400 روپے ارسال کر کے یہ قیمتی کتابیں رجسٹرڈ ڈاک سے حاصل کریں۔

مختصر اسٹاک

رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی-110002

Tel. 011-44753890 / 9953630788

تحقیق و ترتیب: محمد عارف اقبال

## ڈاکٹر منموہن سنگھ (ماہر اقتصادیات، سابق وزیر اعظم ہند)

سابق وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کا 92 سال کی عمر میں جمعرات 27 دسمبر 2024 کو انتقال ہوگیا۔ قریبی ذرائع کے مطابق سانس لینے میں دشواری محسوس ہونے کے بعد انہیں AIIMS، نئی دہلی لے جایا گیا تھا۔ ان کا انتقال ایمس میں رات 9 بج کر 51 منٹ پر ہوا۔

ڈاکٹر منموہن سنگھ 22 مئی 2004 سے 26 مئی 2014 تک ملک کے وزیر اعظم رہے۔ اس سے پہلے وہ ہندوستان کے وزیر خزانہ اور فنانس سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ ڈاکٹر منموہن 1971 میں وزارت تجارت میں اقتصادی مشیر کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ ان کا عہد ملک کے معاشی ڈھانچے کے استحکام کے لیے اہم تسلیم کیا جاتا ہے۔ 1982 سے 1985 تک ریزرو بینک آف انڈیا (R.B.I) کے گورنر رہے۔ نرسمہا راؤ کی حکومت کے دوران (1991 تا 1996) معیشت کو پروان چڑھانے میں ڈاکٹر منموہن کا اہم کردار تسلیم کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر منموہن سنگھ 26 ستمبر 1932 کو غیر منقسم ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی اور برطانیہ کی کیمبرج یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ 1957 میں انہوں نے معاشیات میں فرسٹ کلاس آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد 1962 میں اوکسفرڈ یونیورسٹی کے نوفیلڈ کالج سے اکنامکس میں ڈی فل کیا۔

ڈاکٹر منموہن سنگھ کے احترام میں مرکزی حکومت نے 7 روزہ سوگ کا اعلان کیا اور قومی پرچم کو سرنگوں کر دیا گیا۔ منموہن سنگھ کے بارے میں امریکہ کے سابق صدر براک اوباما نے کہا تھا کہ جب ڈاکٹر منموہن سنگھ بولتے ہیں تو لوگ انہیں غور سے سنتے ہیں۔ منموہن سنگھ ایک اقلیت کے طور پر ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کے دکھ اور درد کو بھی سمجھتے تھے اور ان کے مسائل کے حل میں دلچسپی لیتے تھے۔

ڈاکٹر منموہن سنگھ کے دور حکومت میں اقلیتوں کے لیے وزارت سماجی انصاف وتفویض اختیارات سے علاحدہ کر کے اقلیتی وزارت بنائی گئی۔ انہوں نے اپنے دور میں اقلیتوں کی آبادی والے ملک کے اضلاع میں مسلم بچیوں کی تعلیم کے لیے کستوربا رہائشی اسکول قائم کرنے سمیت کئی اقدامات کیے۔ نرم گفتار اور مزاج میں انتہائی سادگی رکھنے والے منموہن سنگھ نے اپنے مخالفین کو کبھی بھی بُرے الفاظ کے ساتھ پلٹ کر جواب نہیں دیا۔

ڈاکٹر منموہن سنگھ اردو کے شیدائی تھے۔ ملک اور بیرون ملک معاشیات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود ان کی تقاریر اردو زبان میں لکھی جاتی تھیں۔ وہ آیا اردو زبان یا انگریزی زبان میں گفتگو اور لکھنا پڑھنا پسند کرتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگرچہ وہ ہندی میں بھی تقریر کرتے تھے لیکن ان کی تقریر کا رسم الخط اردو زبان میں ہوتا تھا۔

آنجہانی وزیر اعظم نے اپنے دور اقتدار (2004 تا 2014) کے آغاز میں ہی ملک کے مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی اور سماجی پس ماندگی کا پتہ لگانے کے لیے مارچ 2005 میں دہلی ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس راجندر سچر (و: 20 اپریل 2018) کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی تھی۔ اس کمیٹی نے 2006 میں اپنی باضابطہ رپورٹ پیش کردی تھی جس میں مسلمانوں کی پس ماندگی سمیت ان کی جامع ترقی کے لیے تجاویز اور حل موجود تھے۔ کمیٹی سات ارکان پر مشتمل تھی جن میں سیّد حامد، ایم اے باسط، اختر مجید، ابوصالح شریف، ٹی کے رومن اور راکیش بسنت شامل تھے۔ یہ رپورٹ اپنی نوعیت کی پہلی رپورٹ تھی جس نے ہندوستانی مسلمانوں کی پس ماندگی کو 'دستاویز' کی شکل فراہم کی تھی۔ رپورٹ میں اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی تھی کہ ملک کے مسلمانوں کی معاشی، سماجی اور اقتصادی صورت حال دستور میں درج فہرست ذات سے بھی زیادہ خراب ہے۔ اس رپورٹ نے بی جے پی کو سخت برافروختہ کر دیا تھا۔

روزنامہ انقلاب (28 دسمبر 2024) نے ڈاکٹر منموہن سنگھ کے انتقال پر 'ایک دماغ تھا، نہ رہا' کے عنوان سے اداریہ بھی لکھا۔ اداریہ کا آخری پیرا کچھ یوں ہے:

''ڈاکٹر منموہن کے ساتھ کئی 'اوّل' وابستہ تھے۔ وہ ملک کے اولین سِکھ وزیراعظم تھے۔ جواہرلعل نہرو کے بعد، پہلی پانچ سالہ مدت مکمل کرنے کے بعد تسلسل کے ساتھ دوسری مرتبہ وزیر اعظم بننے کا اعزاز بھی انہی کو حاصل تھا۔ (اس فہرست میں اب موجودہ وزیراعظم مودی کا نام بھی شامل ہوگیا ہے)، اسی طرح وہ اولین وزیر اعظم تھے جو وزارت عظمیٰ سنبھالنے سے قبل عالمی شہرت یافتہ ماہر معاشیات، آر بی آئی کے سابق گورنر اور کئی اہم عہدوں پر فائز رہ چکے تھے۔ ان کی شخصیت، ان کا علم اور ان کی خدمات کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ کچھ لوگ ذہین ہوتے ہیں، کچھ لوگ مقبول اور مشہور ہوتے ہیں، کچھ اختراعی ذہن کے حامل ہوتے ہیں مگر کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخصیت بصیرت کی حامل (Visionary) کہلاتی ہے۔ ڈاکٹر منموہن سنگھ وِژنری لیڈر تھے۔ وطن عزیز انہیں عرصہ دراز تک یاد کرتا رہے گا۔''

ڈاکٹر منموہن سنگھ کی تین بیٹیاں ہیں۔ ان کی چھوٹی بیٹی دمن سنگھ (پ:1963) نے اپنے والدین پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ہے "Strictly Personal: Manmohan and Gursharan"۔ دمن سنگھ پیشے کے لحاظ سے رائٹر ہیں اور اپنے شوہر اشوک پٹنائک کے ساتھ چنڈی گڑھ میں رہتی ہیں۔ گرشرن کور (پ:13 ستمبر 1937) انڈین ہسٹری کی پروفیسر رہ چکی ہیں۔ ♦♦

## شاہ قادری سیّد مصطفیٰ رفاعی جیلانی

(سجادہ نشین سلسلہ رفاعیہ)

سلسلہ رفاعیہ کے سجادہ نشیں اور ملت کے ایک بے لوث خادم شاہ قادری سیّد مصطفی رفاعی جیلانی جمعرات 27 فروری 2025 کو انتقال کر گئے۔ ان کی عمر تقریباً 78 برس تھی۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے عالم ربّانی تھے جن کی شخصیت علم و عمل، زہد و ورع، دعوت و ارشاد، تعلیم و تربیت، تصنیف و تالیف، تصوف و سلوک اور جہد مسلسل و عمل پیہم کا حسین مرقع تھی۔ ان کا شمار ملک و ملت کے لیے سرگرم صف اول کے علما میں ہوتا تھا۔ وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی اور آل انڈیا ملّی کونسل کے معاون جنرل سکریٹری تھے۔ سجادہ نشیں ہونے کے بعد وہ سلسلہ رفاعیہ کے تحت بیعت بھی لیا کرتے تھے۔ ان کا لباس انتہائی سادہ اور سیاہ تہبند پر مشتمل ہوتا تھا۔ زادِ سفر نہایت مختصر رکھتے، ان کی زندگی تصنع اور تکلف سے پاک تھی۔ سادگی میں نمونہ اَسلاف کی جھلک ملتی تھی۔

مصطفیٰ رفاعی جیلانی 12 اگست 1947 کو بنگلور سے قریب ڈوڈ بالا پور قصبہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیّد غوث اللّٰہ رفاعی (مرحوم) کا سلسلہ نسب شیخ عبدالقادر جیلانی (علیہ الرحمہ) سے ملتا تھا۔

سیّد احمد ومیض ندوی (استاذ حدیث دارالعلوم، حیدرآباد) اپنے تعزیتی مضمون میں لکھتے ہیں:

''... مصطفی رفاعی (مرحوم) ایک جامع الکمالات شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے نام کے ساتھ جڑی نسبتوں کو دیکھ کر ذہن میں ایک ایسے گوشہ نشیں صوفی اور درویش کا خاکہ گھومتا ہے جسے جہاں اور کار جہاں سے کوئی سروکار نہ ہو۔ ان کا کمال تھا کہ انہوں نے درویشی اور جہاں بانی دونوں کو اپنے اندر سمولیا تھا۔''

سیّد مصطفیٰ رفاعی جیلانی نے 1972 میں دارالعلوم ندوۃ العلما سے فراغت حاصل کی تھی۔ انہوں نے ندوہ میں قیام کے دوران میں مفکر اسلام سیّد ابوالحسن علی ندوی (علیہ الرحمہ) سے بھرپور اکتساب فیض کیا۔ وہ خانقاہی ضرور تھے لیکن ملت کے مسائل سے کبھی غافل نہیں رہے۔ جنوبی ہند میں ملّی کونسل کا وجود ان سے اور ان کے رفیق و شریک کار مفتی اشرف علی باقوی (مرحوم) کے دَم سے قائم تھا۔

عبدالمتین منیری بھٹکلی نے ایک طویل تاثراتی مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کی رحلت کے بعد آل انڈیا ملّی کونسل میں آپ نے نئی جان ڈال دی، اس کے لیے کرناٹک اور ملک کے چپّے چپّے کا سفر کر کے اس کے کاموں کو متحرک کیا۔''

اپنے مضمون میں دوسری جگہ عبدالمتین منیری لکھتے ہیں:

''... آپ کا طرہ امتیاز سلسلہ رفاعیہ میں آبا و اجداد سے جاری تعلق تھا، جس نے آپ کو مرجع خلائق بنا دیا تھا۔ ... درویشانہ زندگی میں سرمو فرق نہیں آیا۔ جب کبھی ان کے منصب اور سلسلہ میں باتیں ہوئیں تو ہنسی مذاق میں ٹال دیا، اور

اس میں رائج بدعات وخرافات کا تذکرہ کیا، اورتزکیہ نفس کی اہمیت پر زور دیا۔ ... حضرت مولانا علی میاں علیہ الرحمہ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے مشورہ دیا کہ اپنی کالی پوشاک نہ چھوڑیں، اس سے لاکھوں افراد آپ سے مربوط رہیں گے، اور آپ کی بات عقیدت سے سنیں گے۔اس راستے سے آپ کو اپنے ماننے والوں میں اصلاح عقیدہ کا بہت بڑا موقع ملا۔"

سیّد رفاعی جیلانی نے ایک عرصہ تک سالار بنگلور سے وابستہ رہ کر اعزازی طور پر اصلاحی کالم لکھے۔ان کی چند یادگار کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

تذکرہ حضرت رفاعی، ارشادات حضرت رفاعی، مجالس رفاعیہ، رموز رفاعیہ (حضرت سیّد العارفین سیّد احمد کبیر رفاعی کے رموزانہ ارشادات)، رفاعی دستور العمل، اولیاء اللہ کا حال، رفاعی کشکول (اصلاحی مضامین کا مجموعہ)، زیارت قبور و ایصال ثواب: ایک ترغیبی تادیبی کتاب، ظاہر و باطن (عارفانہ کلام کا مجموعہ)، صوفیا اور تصوف (قرآن وحدیث کی روشنی میں)۔

عبدالمتین منیری اپنے تعزیتی مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں:

"... وہ اپنی ذات کے گنبد میں محصور ہو کر نہیں رہے، بلکہ انہوں نے اپنی زندگی ملّت اسلامیہ اور دنیائے انسانیت کی بہتری کے لیے وقف کردی۔ان شاء اللہ اس کا اجر انہیں بارگاہِ ایزدی میں ضرور ملے گا، اور ان کا شمار صدیقین اور صالحین میں ہوگا۔" ♦♦

## سیّد محمد جعفر مسعود حسنی ندوی

(معلم اور ندوہ کے ناظر عام)

دارالعلوم ندوۃ العلما کے ناظر عام اور نامور عالم دین (مولانا) سیّد محمد جعفر مسعود حسنی ندوی کا ایک سڑک حادثہ میں بدھ کی شام 15 جنوری 2025 کو انتقال ہوگیا۔ان کی عمر تقریباً 59 برس تھی۔ وہ تکیہ کلاں سے رائے بریلی شہر کسی کام سے بذریعہ موٹر سائیکل آئے تھے۔لکھنؤ پریاگ راج شاہراہ پر واقع رتا پور چوراہے کے قریب گاڑی روک کر کنارے سردی میں مفلر وغیرہ درست کرنے لگے، اسی درمیان عقب سے ایک کار نے شدید ٹکر ماردی، جس میں مسعود حسنی ندوی اور ان کے ساتھی عبدالقادر شدید زخمی ہوگئے۔ان کو پولیس اہلکار رائے بریلی ضلع ہسپتال لے کر پہنچے جہاں ڈاکٹروں نے جعفر حسنی ندوی کی جانچ کرنے کے بعد انتقال کی خبر دی، جبکہ ان کے ساتھی زیر علاج ہیں۔ تدفین مرحوم کے آبائی وطن کے قبرستان میں ظہر کی نماز کے بعد عمل میں آئی۔مرحوم نہایت سادہ طبیعت کی شخصیت تھے،منکسر مزاج اور حالات حاضرہ پر نظر رکھتے تھے۔انتظامی امور میں دسترس حاصل تھی۔جعفر مسعود حسنی ندوی، (مولانا) سیّد ابوالحسن علی ندوی کے خانوادے کے چشم وچراغ تھے۔

جعفر مسعود حسنی ندوی 13 ستمبر 1965 کو تکیہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ان کے والد ماجد (مولانا) سیّد واضح رشید حسنی ندویؒ (مولانا) علی میاں ندوی کے حقیقی بھانجے اور عربی زبان کے نامور ادیب اور صحافی تھے۔ (مولانا) جعفر مسعود حسنی نے حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم اپنے وطن رائے بریلی میں حاصل کی اس کے بعد ندوۃ العلما لکھنؤ میں داخلہ لیا اور علوم شرعیہ کے ساتھ عربی زبان وادب میں بھی مہارت پیدا کی۔ندوۃ العلما لکھنؤ سے 1981 میں عالمیت اور 1983 میں فضیلت کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد 1986 میں لکھنؤ یونیورسٹی سے عربی زبان وادب میں ایم اے کیا، بعد ازاں 1990 میں سعودی عرب کی مشہور دانش گاہ 'جامعۃ الملک سعود' کے زیر اہتمام ٹیچرز ٹریننگ کا کورس مکمل کیا۔

انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز درس وتدریس سے کیا۔وہ نخاس لکھنؤ میں واقع ندوۃ العلما لکھنؤ کی شاخ مدرسہ عالیہ عرفانیہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ان کا اصل موضوع تفسیر و حدیث اور فکر اسلامی تھا۔اب تک انہوں نے بے شمار ادبی، فکری و تاریخی مقالات و مضامین لکھے ہیں۔اپنے والد (رحلت 16 جنوری 2019) کی رحلت کے بعد ندوۃ العلما لکھنؤ کے عربی ترجمان پندرہ روزہ عربی جریدہ 'الرائد' کے مدیر اعلیٰ کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔عربی اور اردو میں ان کی کئی ایک تصنیفات اور ترجمے یادگار ہیں، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

ا۔فی مسیرۃ الحیاۃ (حضرت مولانا علی میاں ندوی کی خودنوشت 'کاروان زندگی' کا عربی ترجمہ)

۲۔الشیخ محمد یوسف الکاندھلوی: حیاتہ و

منهجه فی الدعوة (محمد الحسنی الندوی کی اردو کتاب کا عربی ترجمہ)

۳۔الامام المحدث محمد زکریا الکاندهلوی و مآثره العلمیة (حضرت مولانا علی میاں ندوی کی اردو کتاب کا عربی ترجمہ)

۴۔دعوة للتأمل و التفکیر (دعوت فکر ونظر)

۵۔ بصائر (حضرت مولانا علی میاں ندوی کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ

اپنے والد کی رحلت کے بعد وہ مستقل طور پر دارالعلوم ندوۃ العلما کی تدریسی خدمات کے لیے یکسو ہو گئے تھے اور مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی (سابق ناظم ندوۃ العلما) کی رحلت (13 اپریل 2023) کے بعد جب (مولانا) سیّد محمد بلال حسنی ندوی صاحب کو ناظم ندوۃ العلما منتخب کیا گیا، تو پھر ناظر عام کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنے خانوادے کے دیگر بزرگوں کی طرح زہد، تقویٰ، سنجیدگی و تمکنت اور علمی و ادبی ذوق کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر دیا تھا۔ صحیح معنوں میں اپنے عظیم اسلاف کے عادات و اطوار کی نمائندگی کر رہے تھے۔ ♦♦ (عبدالمتین منیری، بھٹکل کی تحریر سے ماخوذ)

## ڈاکٹر تابش مہدی (شاعر، ادیب)

معروف شاعر، ادیب و محقق ڈاکٹر تابش مہدی کا بدھ 22 جنوری 2025 کی صبح دس بجے میکس ہسپتال میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر تقریباً 74 برس تھی۔ وہ دل اور گردے کے مرض میں مبتلا تھے۔ ڈاکٹر تابش مہدی کے لواحقین میں ان کی بیوہ کے علاوہ چھ اولادیں شامل ہیں۔ انہیں جامعہ نگر واقع شاہین باغ قبرستان میں بعد نماز عصر سپرد خاک کیا گیا۔ اس موقع پر دہلی کی اہم علمی و ادبی شخصیات موجود تھیں۔ ڈاکٹر تابش مہدی نے اپنی تخلیقات کے ذریعے اردو زبان و ادب کو ایک نئی جہت دی۔ ان کی علمی و ادبی زندگی کئی دہائیوں پر محیط رہی جس میں انہوں نے شاعری، تنقید اور تحقیق کے میدان میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی تخلیقات میں گہرائی، فکری پختگی اور تخلیقی نکھار کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر تابش مہدی 3 جولائی 1951 کو اتر پردیش کے ضلع پرتاب گڑھ میں پیدا ہوئے تھے۔ جون 1991 سے 3 جولائی 2009 تک وہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی کے شعبہ ادارت سے وابستہ رہے۔ نیز وہ ابوالکلام آزاد انٹر کالج پرتاب گڑھ و ادارہ ادب اسلامی ہند کے رکن اساسی، عالمی رابطہ ادب اسلامی (ہند) اور دارالدعوۃ ایجوکیشنل فاؤنڈیشن دہلی کے رکن، ادبیات عالیہ اکادمی لکھنؤ کے چیئرمین، ادارہ ادب اسلامی ہند کے سابق نائب صدر، سہ ماہی کاروان ادب لکھنؤ کے مشیر اعزازی و رکن ادارت رہے۔ ان کے اساتذۂ سخن میں شہباز امروہوی (تلمیذ افق کاظمی)، بلالی علی آبادی (تلمیذ شفیق جونپوری)، سروش مچھلی شہری (شاگرد آرزو لکھنوی)، ابوالوفا عارف شاہ جہاں پوری (تلمیذ ریاض خیرآبادی) اور عامر عثمانی شامل ہیں۔ شیراز ہند جونپور سے ان کا قلبی اور ذہنی لگاؤ رہا۔ انہوں نے جونپور کے جامعۃ الشرق بڑی مسجد میں کچھ سال تعلیم حاصل کی تھی اور علامہ شفیق جونپوری ان کے استاد تھے۔

تابش مہدی کی زندگی جدو جہد سے پُر تھی۔ ان کا تعلیمی کریئر 1964 میں جونیئر ہائی اسکول (پرتاب گڑھ) سے شروع ہوا۔ پھر تجوید و قرأت میں مہارت حاصل کی۔ الٰہ آباد بورڈ سے منشی کی سند حاصل کی۔ ادیب ماہر اور ادیب کامل بھی ہوئے۔ آگرہ یونیورسٹی سے 1989 میں ایم اے (اردو) کی ڈگری لی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی سے 1997 میں ان کو اردو تنقید میں پی ایچ ڈی تفویض کی گئی۔ دہلی سے قبل دیوبند میں قیام کے دوران ان کے مربی معروف و ممتاز شاعر و ادیب اور تجلی کے ایڈیٹر عامر عثمانی رہے۔ وہ جامعۃ الفلاح میں تجوید کے استاد بھی رہے۔ ڈاکٹر تابش مہدی کا نکاح 18 مئی 1979 کو دیوبند کے مشہور خطاط اشتیاق احمد عثمانی (مرحوم) کی پوتی سے ہوا۔ ان کی اہلیہ حضرت شیخ الہندؒ کی پڑپوتی ہیں۔ تاحیات دیوبند سے ان کا خاص تعلق رہا۔ ان کے بڑے بیٹے اجمل ندوی بھی ادیب و محقق ہیں۔

ڈاکٹر تابش مہدی دراصل اسٹیج کے مخصوص نعتیہ شاعر تھے۔ کلام پڑھنے کا انداز بڑا دلکش ہوتا تھا۔ ریڈیو اور ٹی وی کے علاوہ ملک و بیرون ملک کے درجنوں مشاعروں میں انہوں نے شرکت کی۔ ابتدا میں انہیں ادبی صحافت کا بھی ذوق رہا ہے۔

1971 میں پندرہ روزہ پیام حق (پرتاب گڑھ) کی ادارت کے بعد ماہنامہ تجلی، ماہنامہ ذکریٰ، زندگی نو، ماہنامہ الایمان (دیوبند) اور 'ایوانِ اردو' دہلی کے شعبہ ادارت میں معاون کی حیثیت سے کام کیا۔ ان کا ادبی سفر تقریباً 50 برسوں کو محیط ہے۔ بحیثیت مرتب، مؤلف، مصنف تقریباً 52 کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ ان کی ایک کتاب 'تبلیغی نصاب: ایک مطالعہ' جب 1983 میں دیوبند سے شائع ہوئی تھی تو تابش مہدی کی شخصیت تنازع کے گھیرے میں آگئی تھی۔ ان کی نعتوں کا پہلا مجموعہ 'لمعاتِ حرم' 1975 میں امروہہ سے شائع ہوا تھا۔ 2007 میں ان کا سفرنامہ حج 'وہ گلیاں یاد آتی ہیں' شائع ہوا۔ وہ جماعت اسلامی ہند کے رکن تھے لیکن ان کی ادبی سرگرمیاں انہیں دیگر ارکانِ جماعت سے ممیز کرتی تھیں۔ ان کو ادارہ ادب اسلامی ہند کی نمائندہ شخصیت کے طور پر زیادہ دیکھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر تابش مہدی کی اہم تصانیف میں معلم انسانیت (ﷺ)، مرشد تھانوی، عرفانِ شہباز، اردو تنقید کا سفر، شفیق جونپوری: ایک مطالعہ، مغرب کی وادیوں میں، مہک چھوڑ گئے، خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا ہو۔ آمین! ◆◆

(محمد عارف اقبال)

## ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن (محقق، نقاد، اسلامی اسکالر)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ کے سابق اسسٹنٹ لائبریرین اور ماہر مخطوطات، محقق، نقاد اور اسلامی اسکالر ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن کا 25 نومبر 2024 کو صبح چار بجے انتقال ہوگیا۔ جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز عشا ادا کی گئی اور پٹنہ کے شاہ گنج قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ یخ بستہ رات ہونے کے باوجود کثیر تعداد میں علما، صلحا، ائمہ اور عام مسلمانوں نے انہیں آخری سفر پر روانہ کیا۔ پس ماندگان میں چار بیٹے مجاہدالاسلام، ضیاء الاسلام، احیاء الاسلام، مصباح الاسلام اور تین لڑکیاں منیرہ خانم، بشریٰ خانم، عظمیٰ خانم اور اہلیہ حی القائم شامل ہیں۔

عتیق الرحمن قاسمی بن محمد عقیق خان (و:1975) بن امید علی خان کی ولادت 26 فروری 1946 کو عظیم آباد کے ایک قریبی گاؤں مکامہ میں ہوئی تھی۔ ان کی والدہ کا نام مجیدہ خاتون (و: 1964)، دادی کا نام فریدن اور نانا کا نام اردی خان تھا۔ ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرفیہ نیا بھوجپور (ضلع بکسر) میں ہوئی، یہاں انہوں نے ناظرہ قرآن سے عربی سوم تک کی تعلیم پائی۔ 1960 میں مفتاح العلوم مئو تشریف لے گئے اور 1963 تک بحیثیت طالب علم یہاں مقیم رہے۔ 1963 کے آخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور 1965 میں یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے ندوۃ العلما لکھنؤ سے عربی زبان وادب میں تخصص کیا۔

ڈاکٹر صاحب اپنے وقت کے بڑے محقق اور نامور عالم دین تھے۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے شعبہ مخطوطات کے سابق ذمہ دار اور سابق اسسٹنٹ لائبریرین ہونے کی وجہ سے تحقیق کرنے والوں کے لیے ان کی ذات خود ماخذ اور مرجع بن گئی تھی۔ 1976 سے انہوں نے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ میں ملازمت شروع کی اور 30 سال تک مخطوطات سیکشن کے انچارج رہے۔ 2006 میں ملازمت سے سبکدوش ہوگئے تھے۔ امارت شرعیہ کے رکن مجلس شوریٰ، عاملہ، ارباب حل وعقد اور ملّی کونسل بہار کے حوالے سے بھی ان کی خدمات بڑی وقیع تھیں۔ انہوں نے اپنی ذاتی لائبریری امارت شرعیہ کے کتب خانے کو عطا فرمائی، جن میں بہت ساری اہم کتابیں شامل ہیں۔ انہوں نے 1972 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے کرنے کے بعد پٹنہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنا تحقیقی مقالہ علامہ ظہیر احسن شوق نیموی پر لکھا تھا۔

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن مرکز تحقیقات اسلامی، پٹنہ کے ذمہ دار تھے۔ لکھنے کا شوق بچپن سے تھا۔ وہ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، ہندی زبانوں میں دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے پچاس سے زائد مقالات لکھے جو ملک کے مؤقر رسائل وجرائد میں شائع ہوئے۔ انہوں نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ موصوف کی دو کتابیں عربی زبان میں بھی شائع ہوئیں۔ 2012 میں ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن کو صدر جمہوریہ ہند نے ایوارڈ

سے نوازا تھا۔

مرحوم کی چند تصنیفات کے نام اس طرح ہیں:

علامہ شوق نیموی: حیات و خدمات، شاہ ولی اللہ کی تحقیقات حدیث: ایک نادر و نایاب قلمی نسخہ کی روشنی میں، عرب و ہند کی علمی و ادبی خدمات، اردو میں قصہ نگاری، نقوش دبئی (سفرنامہ)، دینی مدارس اور دہشت گردی، مشاہیر کے خطوط ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن کے نام، دنیا کے سب سے مقدس دربار میں (سفرنامہ حج وعمرہ)، عورت قرآن کریم میں (ترجمہ وتفسیر کے ساتھ، اشاعت اوّل فروری 2021)۔

'عورت قرآن کریم میں' غالباً مرحوم کی باضابطہ آخری کتاب ہے۔ اس میں حضرت رابع حسنی ندوی کی تقریظ بھی شامل ہے۔ افسوس کہ مرحوم کی رحلت کی خبر ہمیں تاخیر سے ملی۔ (بحوالہ ہفتہ وار نقیب، 2 دسمبر 2024)۔ ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن 'اردو بک ریویو' کا بہت دلچسپی اور شوق سے مطالعہ کرتے تھے۔ وہ 'اردو بک ریویو' کے لائف ممبر بھی تھے۔ انہوں نے اپنی دو کتابیں ادارہ 'اردو بک ریویو' کے زیر اہتمام شائع کرائی تھیں۔ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات مرحمت فرمائے، آمین! اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ملے۔ ♦♦ (محمد عارف اقبال)

## مختار بدری (شاعر، محقق، مترجم، نقاد)

اردو کے ادیب، شاعر، محقق اور جنوبی ہند کے ماہر لسانیات جناب مختار بدری پیر 20 جنوری 2025 کو کرشنگری (تمل ناڈو) میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر تقریباً 87 برس تھی۔

ریاست تمل ناڈو کے ضلع کرشنگری سے تعلق رکھنے والے مختار بدری 15 مئی 1938 کو کے جی ایف، ضلع کولار میں پیدا ہوئے۔ ان کا آبائی وطن بیجاپور (کرناٹک) ہے اور مادری زبان اردو۔ ان کے دادا نے تمل ناڈو کو اپنا مسکن بنایا۔ ان کے والد محمد زکریا (مرحوم) پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے لیکن شعر و ادب کا ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ اردو شاعری سے انہیں بے حد لگاؤ تھا اور خود بھی شاعری کرتے تھے۔ مختار بدری کی ابتدائی تعلیم کرشنگری کے گورنمنٹ ہائر سیکنڈری اسکول میں ہوئی۔ مختار بدری کی شعوری ادبی زندگی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ انہوں نے بارہ سال کی عمر سے ہی ترجمہ کا کام شروع کر دیا تھا۔ وہ علم و ادب کا نہ صرف گہرا شعور رکھتے تھے بلکہ اس کی توسیع و اشاعت میں تاحیات خصوصی دلچسپی لیتے رہے۔ گریجویشن کے بعد مختار بدری نے اپنے والد کی طرح تجارت کو ترجیح دی۔ لہٰذا علم و ادب کی سنگلاخ وادی میں تعمیرات میں کام آنے والے پتھروں کو تراشنے کی فیکٹری قائم کی۔ لیکن ایوانِ ادب میں ان کا دل کبھی بھی پتھر کی طرح سخت نہیں رہا۔ علم و ادب کے ذوق نے ان کی سوچ کو نشو و نما دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

مختار بدری نے کرشن چندر، خواجہ احمد عباس، مہندر ناتھ، رام لعل، عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، پشکر ناتھ اور دیگر ترقی پسند ادیبوں کی کہانیوں اور ناولوں کا تمل زبان میں ترجمہ کیا۔ تمل زبان میں خواجہ احمد عباس کی 27 کتابیں موجود ہیں۔ انہوں نے نیشنل بک ٹرسٹ (انڈیا) کے لیے جیلانی بانو کا ناول 'ایوانِ غزل' کا تمل زبان میں ترجمہ کیا۔ ان کی کتابیں 'راہ نما' اور 'اسلامی نام' وغیرہ ایک زمانے میں ادارہ شمع نے شائع کیں۔ انہوں نے پہلی بار اردو اور اردو—تمل ڈکشنری تیار کی جس کی اشاعت چنئی کے ایک معروف ناشر نے کی۔ مختار بدری نے تمل اور اردو زبانوں میں طبع زاد کہانیاں بھی لکھیں۔ شاعری بھی کی۔ دونوں زبانوں میں اب تک تقریباً 90 کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مختار بدری کی ایک کتاب 'الفاظ و معنی' (جدید اردو لغت) 2021 میں شائع ہوئی تھی۔ تنہا کام کرنے کی وجہ سے اگرچہ اس لغت میں کچھ خامیاں رہ گئی ہیں لیکن مختار بدری کا یہ کام یقینی طور پر اردو سرمایہ میں گراں قدر اضافہ ہے۔

مختار بدری کی چند اہم کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

اسلام الف سے ی تک (مختصر انسائیکلو پیڈیا)، تمل ناڈو میں مسلمان، فرمایا ربّ ذوالجلال نے، اردو شاعری میں جانور، حقائق و قواعد، نعتیہ بیت بازی، تمل اردو اور اردو تمل ڈکشنری، لفظ گہر، جیتے جاگتے کردار وغیرہ۔

'اردو بک ریویو' (شمارہ جنوری تا مارچ 2013) میں مختار بدری کا ایک جامع انٹرویو شائع ہوا تھا۔ ان سے جب ایک سوال یہ کیا گیا کہ "ملک میں اردو کی بنیادی اور حقیقی ترقی کے

اہم نکات کیا ہوسکتے ہیں؟'' توموصوف کا جواب تھا''اپنے بچوں کو اردو پڑھائیے، اپنی آمدنی کا دس فیصد حصہ اردو کے لیے نکالیے۔''

اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین!◆◆(محمد عارف اقبال)

## پروفیسر قمر جہاں (افسانہ نگار، نقاد)

معروف افسانہ نگار اور نقاد پروفیسر قمر جہاں منگل 11 فروری 2025 کو رانچی میں انتقال کرگئیں۔ رات ایک بج کر 35 منٹ پر دورہ قلب کے سبب وہ خالق حقیقی سے جاملیں۔ان کی عمر تقریباً 77 برس تھی۔مرحومہ کی تدفین اسی دن بعد نماز مغرب برہ پورہ قبرستان، بھیکن پور میں ہوئی۔ پس ماندگان میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا شامل ہیں۔دو سال قبل ہی مرحومہ کے شوہر کا انتقال ہوا تھا۔

پروفیسر قمر جہاں 15 مئی 1948 کو دربھنگہ (بزرگ دوار) میں پیدا ہوئیں۔ ان کی ابتدائی تعلیم پٹنہ کے بانکی پور گرلس ہائی اسکول میں ہوئی۔انہوں نے پٹنہ یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے کے بعد پروفیسر وہاب اشرفی کی نگرانی میں رانچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ درس وتدریس کا آغاز انہوں نے سہسرام میں ایک اسکول ٹیچر کی حیثیت سے کیا تھا۔ اس کے بعد سندروتی مہیلا کالج (بھاگلپور) میں بحیثیت اردو لکچرر ان کا تقرر ہوا۔ وہ اس کالج میں صدر شعبہ اردو بھی رہیں۔ اس طرح بھاگلپور یونیورسٹی میں انہوں نے تقریباً 37 سال ملازمت کی۔

پروفیسر قمر جہاں اپنے سگے ماموں پروفیسر علیم اللہ حالی کے زیر تربیت تخلیق وتحقیق کی بلندی پر پہنچیں۔ ان کا پہلا افسانہ 'جنون وفا' 1966 میں شائع ہوا۔ ان کے افسانوں کے چار مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ایک ناولٹ 'ٹھنڈی چھاؤں' بھی منظر عام پر آیا۔تخلیقی ادب کے ساتھ تنقید سے ان کو خاص دلچسپی رہی ہے۔ریڈیو، ٹی وی، سمینار، ورک شاپ میں ان کی شرکت ہوتی رہی ہے۔ان کو دیے جانے والے اعزازات میں امتیاز میر لکھنؤ (1997) کے علاوہ بہار اردو اکیڈمی سے قاضی عبدالودود ایوارڈ (2013) اور سہیل عظیم آبادی ایوارڈ (2015) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (NCPUL) کے لٹریری پینل کی رکن، بھاگلپور یونیورسٹی میں سینیٹ ممبر اور راج بھاشا پٹنہ اردو کی مشاورتی کمیٹی کی رکن ہونے کا اعزاز بھی ان کو حاصل رہا ہے۔

پروفیسر قمر جہاں کی چند کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

چارہ گر (افسانے، 1973)، اجنبی چہرے (افسانے، 1995)، پنجرے کا قیدی (افسانے، 2015)، یادنگر (افسانے، 2019)، اختر شیرانی کی جنسی اور رومانی شاعری (1987)، معیار (تنقید وتحقیق، 1988)، حرفِ آگہی (تنقید، 2016)، تانیثی تنقید: ممتاز شیریں سے عہد حاضر تک (2014)، تنقیدی مضامین کا مجموعہ 'فکرونظر' (2019)۔

پروفیسر قمر جہاں کو 'اردو بک ریویو' (جنوری تا مارچ 2019) کے کتاب زندگی کالم میں بھی شامل کیا گیا تھا۔مختصر انٹرویو میں جب ان سے ایک سوال کیا گیا کہ''علم وادب کے میدان میں نئی نسل کے تعلیمی وعلمی رجحان کو آپ کس زاویہ سے دیکھتی ہیں؟'' توموصوفہ کا جواب تھا''نئی نسل ہماری کوششوں کے باوجود بڑی تیزی کے ساتھ اردو سے دور ہوتی جارہی ہے، یہ بہت بڑا المیہ ہے۔''

اللہ رب العزت مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت بخشے۔آمین!◆◆(محمد عارف اقبال)

## الما لطیف شمسی (ادیب، سیاست داں، مجاہد آزادی)

اردو میں کئی کتابوں کے مصنف، سیاست داں اور ہندوستانی تہذیب وثقافت کے امین الما لطیف شمسی بدھ 8 جنوری 2025 کو انتقال کرگئے۔ سید لطیف شمسی جو الما لطیف شمسی کے نام سے مشہور تھے،تقریباً 90 سال کی عمر میں اپنے آبائی گاؤں کاکو (ضلع جہان آباد، بہار) میں ان کا انتقال ہوا۔ کاکو گاؤں کی شمسی بلڈنگ میں جہاں ان کا انتقال ہوا، حکومت بہار کے گورنر نے کاکو گاؤں جا کر خصوصی طور پر اہل خانہ سے تعزیت کی اور خراج عقیدت پیش کیا۔

سیّد لطیف شمسی 21 مئی 1936 کو نئی دلّی کے وائس رائے

ہاؤس میں پیدا ہوئے۔ 'وائس رائے ہاؤس' جو اَب 'راشٹر پتی بھون' کہلاتا ہے، وہاں ان کے والد اے ڈی شمسی (احمد داؤد شمسی) وائس رائے ہند کے پرسنل سکریٹری تھے۔ اس عہدے پر فائز مسٹر اے ڈی شمسی پہلے ہندوستانی تھے۔ الما شمسی کی ابتدائی تعلیم اگرچہ ان کے آبائی گاؤں کاکو میں ہوئی لیکن اعلیٰ تعلیم انہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی۔ انہوں نے AMU سے اس وقت پولیٹکل سائنس میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی جبکہ ڈاکٹر ذاکر حسین (بعد میں تیسرے صدر جمہوریہ ہند) وائس چانسلر تھے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے ان میں قائدانہ صلاحیت موجود تھی۔ وہ AMU میں اسٹوڈنٹ یونین کے صدر بھی رہے۔ ان کا سیاسی وژن ہمیشہ واضح رہا۔ الما شمسی ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کے شاگرد تھے اور سیاسی اعتبار سے ان کو اندرا گاندھی، جارج فرنانڈیز، ہیم وتی نندن بہوگنا اور کرپوری ٹھاکر کے ساتھ کام کرنے کے مواقع ملتے رہے۔

الما لطیف شمسی کو اپنے گاؤں 'کاکو' اور ارد گرد کے علاقوں سے بڑی انسیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سیاسی طور پر ہمیشہ اپنے علاقے کے لوگوں کی فکری تربیت اور ان کے اتحاد پر خصوصی توجہ دی۔ سیاسی لیڈروں کے ذریعے سوشل ویلفیئر کا کام کرنے کا ہنر الما شمسی کو خوب آتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نئی نسل میں تعمیری روح پھونکنے میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ وہ سیاسی عہدے کے بجائے شہر اور گاؤں کے لیے ٹھوس اور بنیادی کام کو اہمیت دیتے تھے۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان تھے۔ ان کا ادبی ذوق شفاف اور نکھرا ہوا تھا۔ انہوں نے ملک کے سیاسی اکھاڑے میں منصوبہ بند طریقے سے اپنے شہر اور گاؤں پر توجہ مرکوز کی۔ کئی کتابوں کے مصنف الما لطیف شمسی کی دو کتابیں بے حد مشہور ہوئیں۔ اول کتاب 'علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور میری داستانِ حیات' اور دوسری کتاب 'کاکو کی کہانی الما کی زبانی'۔ انہوں نے شاعری بھی کی۔

طارق محی الدین شرمیلا نے اپنے تاثراتی مضمون (پندار، پٹنہ) میں ایک جگہ لکھا ہے:

"... وہ عالم تھے نہ مفکر لیکن قوم کا درد رکھتے تھے۔ مادر وطن کے لیے ان کی خدمت یاد رکھی جائے گی۔ مجاہد آزادی، شاعر و ادیب... مصنف۔... ان کی کہانیاں کاکو کی گلی کوچوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ علی گڑھ کے راستے ان کی آہٹ کے منتظر ہیں۔ سیاست کے گلیارے سے ان کی بازگشت سنی جا سکتی ہے۔ زندگی کو آپ نے جیا اور خوب جیا، آرام و آسائش کی کمی کیا تھی۔ وہ احمد داؤد شمسی کی اولاد تھے۔ وائس رائے ہند کے پرائیویٹ سکریٹری کے نورِ نظر۔"

اپنے گاؤں 'کاکو' کے بارے میں ان کا ایک شعر ہے:

کاکو مجھ پر فدا میں فِدائے کاکو
کس آسماں کی طاقت ہے کہ ہم سے چھڑائے کاکو

بالآخر الما لطیف شمسی کو 'کاکو' کی مٹی ہی نصیب ہوئی۔

(newageislam.com اور دیگر ذرائع سے ماخوذ)

## ڈاکٹر شعور اعظمی (شاعرِ اہل بیت)

ممتاز شاعرِ اہلِ بیت، زبان وعروض کے استاد (ہجری سنہ کے مطابق 71 سالہ) ڈاکٹر شعور اعظمی بدھ کی شام 26 فروری 2025 کو نواحِ ممبئی 'ممبرا' میں انتقال کر گئے۔

ممبئی میں دورِ گزشتہ کے ممتاز سینئر شاعر اور اُردو کے مشہور اُستاد مہدی اعظمی (مرحوم) کے فرزندِ اکبر جن کا خاندانی نام 'سید قاسم مہدی' عرف ڈاکٹر شعور اعظمی تھا، 1957 میں پیدا ہوئے تھے، ہجری سنہ 1375 کے حساب سے ان کا تاریخی نام 'سید کلیم اختر' رکھا گیا تھا، مگر اسمِ شعور (اعظمی) نے دیگر اسما پر فوقیت حاصل کی۔

ڈاکٹر شعور کا آبائی وطن اعظم گڑھ (اتر پردیش) کا موضع چماواں تھا، لیکن ان کی پیدائش ننہال احد پور میں ہوئی تھی۔

انہوں نے طبیہ کالج (ممبئی) سے D.U.M.S. کی طبی تعلیم پائی اور علاج و معالجے کے شعبے سے متعلق ہوئے۔ ممبئی میں دورِ گزشتہ کے ممتاز ڈاکٹر مرزا انور بیگ کی طبی مہارت سے بھی انہوں نے کسبِ فیض کیا۔ ڈاکٹر شعور اعظمی ایک طویل مدت سے گووَنڈی میں مطب کیا کرتے تھے۔ چند برس قبل مرحوم نے ممبرا رہائش اختیار کر لی تھی اور نواحِ ممبئی کے اسی ٹاؤن (ممبرا) میں وہ آسودۂ خاک ہوئے۔

ڈاکٹر شعور اعظمی ذیابیطس اور مثانے (پروسٹیٹ) کے مرض میں مبتلا تھے۔ بدھ کی دوپہر تک وہ اپنے دوست کوثر زیدی کے ساتھ ادبی گپ شپ کرتے رہے، بعد میں کوثر زیدی اپنے گھر چلے گئے اور کچھ دیر بعد ہی شعور اعظمی کو ممبرا کے برہانی ہسپتال لے جایا گیاڈ جہاں ڈاکٹروں نے ان کی موت کی تصدیق کی اور سبب دورۂ قلب بتایا۔ جمعرات کی شام ممبرا کے ایم ایم ویلی کے علاقے میں واقع شیعہ قبرستان میں ان کے جسدِ خاکی کو سپردِ لحد کیا گیا۔

شعور اعظمی نے اپنے دَور کے ممتاز اساتذۂ شعرا مثلاً پَرتو لکھنوی، محمود سروش کی صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔

لفظ 'شاعر' شعور ہی سے مشتق ہے مگر ہمارے اس قبیلے میں شاعر تو بہت پائے جاتے ہیں مگر 'باشعور' خال خال ہی ملتے ہیں، شعور اعظمی اُنہی خال خال میں سے اسمِ بامسمیٰ ایک شخص تھے۔ وہ پرانے لوگوں کی طرح بحث و مباحثے کے ذائقے کے دلدادہ تھے، مگر ایسا نہیں تھا کہ وہ دوسروں کی نہیں سنتے تھے۔ وہ دوسروں کی باتوں پر بھی متوجہ رہتے تھے، ہر چند کہ اپنی بات کی دلیل سے وہ دستبردار نہیں ہوتے تھے مگر بحث کے علمی رنگ کو بدرنگ نہیں ہونے دیتے تھے۔ مشاقی اور ریاضت کے باوصف انہیں شاعری کی مشکل سے مشکل چوٹی سَر کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی، نامانوس بحروں میں بھی انہیں کلام کرنا بہت آسان ہوتا تھا۔

دورِ حاضر کے شاعروں میں انہیں زبان دانی اور فن عروض میں امتیازی تشخص میسر تھا۔ ان اوصاف کے سبب خدا نے اُن کا اقبال بلند کر رکھا تھا، بالخصوص مسالمے، مقاصدوں اور محفلوں میں انہیں نہ صرف توجہ سے سنا جاتا تھا بلکہ انہیں منتہی کا درجہ حاصل تھا۔ اُن سے فیض یاب ہونے والوں کی خاصی تعداد ہے۔ اُن کے تلامذہ ممبئ ہی میں نہیں ملک بھر میں ہیں۔ ان کو سرحد پار بھی دعوتِ سخن دی گئی اور وہاں بھی 'شعورِ فن' کا انہوں نے بہترین مظاہرہ کیا۔ آج جب تدفین سے قبل مجلس بپا ہوئی تو مولانا حسین مہدی حسینی نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے، ان کے شاعرانہ کمالات کا بھی ذکر کیا، بعد از مجلس، کلامِ شعور خود اُن کا نوحہ بن گیا، نوحہ پڑھنے اور سننے والوں کی ہچکیوں اور گریے سے غم و اندوہ کی ایک عجب لہر محسوس ہوئی، دوسری طرف گوشۂ نسواں سے آہ و بکا کی آوازوں نے بھی سب پر اداسی طاری کر دی۔

ان کی کئی کتابیں شعر و ادب کے ماہرین سے داد پا چکی ہیں۔ عروض و قوافی سے متعلق ان کی ایک کتاب 'فرہنگِ شعور' جامعہ ممبئ (University of Bombay) کے نصاب میں شامل ہے۔ شعورِ عروض، شعور مدحت اور شعور مؤدت شائع ہو چکی ہیں جبکہ شعور ولایت، شعورِ حسینیت، شعور حجت (اہل بیت کی مدحت مع مختصر سوانح) زیرِ طبع ہیں، اسی کے ساتھ وہ اِن دنوں 'شعور اللغات' پر کام کر رہے تھے۔ آخری ملاقات پر انہوں نے احقر کو اس لُغَت کے مسودے کے صفحات دِکھائے تھے، اس فرہنگ میں وہ الفاظ ہیں، جن کی سند مرثیے ہی میں ملتی ہے۔

2021 میں انہوں نے میر ببر علی انیسؔ کے مراثی پر تنقید کے تعلق سے ایک غیر معمولی کام کیا تھا، جس میں میر انیس کو سنگ دل جنسی جنونی کہنے والے اپنے زمانے کے مشہور ناقد کلیم الدین احمد کی گستاخیوں کا انہی کے لہجے میں جواب دیا گیا ہے۔ 'تُرکی بہ تُرکی' نامی یہ کتاب شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر شعور اعظمی ایک مشاق، پختہ گو شاعر اہل بیت کے طور پر مشہور و مقبول تھے۔ انہیں مرثیہ خوانی کا بھی خوب ذوق و شوق تھا۔ ڈاکٹر شعور اعظمی کئی برس سے ڈونگری (ممبئ) میں واقع مشہور شیعی مدرسے 'نجفی ہاؤس' میں باقاعدہ درس دینے جاتے تھے۔

موت برحق ہے، مگر ایسی موت کہ جب آدمی اپنے فن و ہنر میں کمال کو پہنچ رہا ہو، اور اس سے پہلے کہ زوال کی آہٹ سنائی دے، فن کار کا محفل سے اُٹھ جانا، ایک طرح سے خوش بختی ہی کہا جائے گا، مگر سکندر علی وجد کا قولِ شعری بھی غلط نہیں:

موت کتنی ہی شاندار سہی
زندگی کا مگر جواب نہیں

شعور اعظمی اپنے فکر و فن کے تناظر میں ایک اچھی زندگی گزار کر خموش ہوئے، عجب نہیں کہ یہ زندگی تادیر اُن کا ساتھ دیتی رہے۔ ڈاکٹر شعور اعظمی کے پسماندگان میں بیوہ کے ساتھ چار بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

کسی شعری محفل میں بزبانِ شعور، غزل کے یہ شعر سنے تھے

جواس موقع پر نذرِ قارئین ہیں:

لفظوں کو نئے معنیٰ پہنائے گئے ہونگے
زِنداں میں نئے قیدی یوں لائے گئے ہونگے
اُن کو بھی مِرے گھر کا اب یاد نہیں رستہ
سَو بار تو کم سے کم، جو آئے گئے ہونگے

(سینئر صحافی ندیم صدیقی، ممبئی کے مضمون کی تلخیص)

♦♦

## فریدالدین اختر فلاحی (استاذ، شاعر، ادیب)

فریدالدین اختر فلاحی نے 19 فروری 2025 شام چھ بجے ایوب ہاسپٹل، بلریا گنج، اعظم گڑھ میں دار فانی کو الوداع کہا۔ وہ گزشتہ کئی روز سے بستر علالت پر تھے۔بعض گھریلو مسائل اور عمر طبعی کے سبب ان کی ذیابیطس کی سطح آخری دنوں میں کافی بڑھ گئی تھی۔ ایک ہفتہ قبل انہیں اعظم گڑھ کے ایک ہسپتال میں دکھانے پر ڈاکٹروں نے مرض میں چند دنوں میں افاقہ ہونے کی تسلی دی تھی۔ ان کے پس ماندگان میں اہلیہ سروری بانو، فرزندان (راقم الحروف سعید اختر اعظمی فلاحی، ندیم اختر، نعیم اختر) دختران (ڈاکٹر صبیحہ سنبل فلاحی، صفیہ سنبل فلاحی) برادر صغیر (عبدالکریم خان) اور بھانجہ (عبیداللّٰہ) کی شمولیت ہے۔پچیس چھبیس برس قبل بہنوئی نور محمد اور اکلوتی بہن شرفن کا دو برس کے وقفے سے انتقال ہوجانے سے وہ خود کو اکیلا محسوس کرنے لگے تھے۔ان کی نماز جنازہ دوسرے دن صبح دس بجے (مولانا) طاہر مدنی کی امامت میں ادا کی گئی۔تدفین جامعہ سے متصل قبرستان میں عمل میں آئی۔

فریدالدین اختر فلاحی یکم جنوری 1955 کوشیب پورہ، ہوڑہ چوبیس پرگنہ، مغربی بنگال میں محمد جعفر خازن لشکر اور نورالنہار کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ انتہائی غربت کی وجہ سے تعلیم کا نظم ونسق ممکن نہیں تھا، سووہ ایک دن خاموشی سے بغیر ٹکٹ ہی ٹرین میں بیٹھ کر اعظم گڑھ کے قصبہ بلریا گنج کے معروف دینی ادارے جامعۃ الفلاح آگئے۔ یہ 1965 کے آس پاس کا زمانہ تھا۔ انہوں نے محنت کو اپنا شعار بنایا اور ہر کلاس میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ جامعۃ الفلاح سے 1967 سے سند فضیلت لینے والے فارغین کا سلسلہ شروع ہوا جسے بعد میں عالمیت سے بھی جوڑ دیا گیا۔ فارغین کے چھٹے قافلے میں فریدالدین اختر فلاحی بھی شامل تھے۔ فراغت کے سال 1972 میں ہی ان کی شادی اسکول سے متصل رہائش پذیر ایک گھرانے میں ہوگئی۔ عقد نکاح (مولانا) جلیل احسن ندوی (مرحوم) کی نگرانی میں انجام دیا گیا تھا۔ اہل وعیال کی پرورش کے لیے انہوں نے پرتاب گڑھ مدرسہ اور یتیم خانہ چرکی (بہار) کی تعلیم وتدریس کے ساتھ نگراں کی بھی خدمات انجام دیں۔80 کی دہائی کے آغاز سے قبل وہ مادر علمی جامعۃ الفلاح واپس آگئے جہاں انہیں ابتدائی کلاس میں طلبا کی تعلیمی رہنمائی کے لیے منتخب کرلیا گیا۔ یہاں چند برس گزارنے کے دوران خاطر خواہ لیاقت کے مطابق ترقی نہ ملنے پر وہ مشرف حسین فلاحی کی وساطت سے 1983 میں سعودی عرب چلے گئے۔یہاں ایک طویل عرصہ گزار کر وہ 2017 میں وطن واپس آگئے۔وہ ریاض سعودی عرب میں قیام کے دوران جماعت اسلامی ہند کے ممبر بنے اور تادم آخراس کے اجتماعات میں شرکت کرتے رہے۔انتقال سے چند ماہ قبل وہ حیدرآباد کے اجتماع میں شرکت کے لیے طویل سفر کرکے وہاں گئے تھے۔وطن واپسی پر وہ ایک بار پھر سے مادر علمی سے وابستگی کے لیے کوشاں تھے۔اس کوشش میں انہیں کامیابی ملی اور وہ کلیۃ البنات کے معاون نگراں بنائے گئے۔ یہاں پر انتظامیہ کی بدعہدیوں اور بے جا پابندیوں کے سبب وہ جلد ہی مستعفی ہوگئے۔ مدرسہ کی بدعنوانیوں اور اقربا پرستی دیکھ کر وہ کبیدہ خاطر رہتے تھے۔

ایام شباب میں انہیں شعروشاعری اور افسانہ نویسی کا چسکا لگا اور ان کی بعض نثری وشعری تخلیقات ماہنامہ دوام لکھنؤ اور دیگر جرائد کی زینت بنیں۔سعودی عرب جا کر انہوں نے ہفتہ واری تعطیلات میں مطالعہ قرآن سے عوام کو فیض یاب کرنے کے لیے باقاعدہ درس دینے کا معمول بنالیا تھا جس پر وہ تین دہائیوں سے زیادہ عرصہ تک کاربند رہے۔راقم الحروف کی ادبی سرگرمیوں میں ابتدا میں انہوں نے دلچسپی نہ لی، وقت گزرنے کے بعد شوق سخن کی پذیرائی گاہے گاہے کرتے رہے۔ 2010 میں شائع شدہ معلوماتی کہانیاں 'تلاش' 2023 میں منصۂ شہود پہ آنے

والی اخلاقی کہانیاں' باغبان' اور 2024 میں قارئین کے روبرو ہونے والے پہلے شعری مجموعے 'شام کے سائے' (دیوان نما) کے مطالعے کے بعد انہوں نے مسرت کا اظہار کیا تھا۔ دیگر برادران کے مقابلے میں وہ راقم الحروف سے زیادہ قریب رہے اور سرزنش کے ساتھ محبت کی سوغات دینے میں بھی بخل سے کام نہ لیا۔ رب کریم ان کی مغفرت کرے۔ آمین! انتقال کی خبر ملنے پر راقم الحروف کی ریاض میں اور چھوٹے بھائی نعیم اختر کی حیدرآباد میں موجودگی کے سبب آخری دیدار سے محرومی رہی۔ راقم الحروف نے اپنے تاثرات کا اظہار فی البدیہہ لکھے گئے درج ذیل قطعے میں کیا ہے:

غم کے دریا میں ڈبو دیتے ہیں
جب کسی اپنے کو کھودیتے ہیں
سائباں اب نہ رہا، سوچوں تو
اشک پلکوں کو بھگو دیتے ہیں
[سعیداختر اعظمی]

(ادارتی نوٹ: سعید اختر اعظمی 'اردو بک ریویو' کے معروف مبصر، اشاریہ ساز اور مجلس ادارت کے رکن ہیں)

◆◆

## (مولانا) محمد عصمت بوبیرے (ممتاز عالم دین)

ممتاز عالم دین (86 سالہ) محمد عصمت بوبیرے اتوار 9 مارچ 2025 کو کلیان (ضلع تھانے) میں انتقال کر گئے۔

(مولانا) محمد عصمت بوبیرے 29 دسمبر 1939 کو کلیان کے معروف بوبیرے خاندان میں پیدا ہوئے۔ اُن کی ابتدائی تعلیم میونسپل اسکول میں ہوئی۔ اُس دَور میں کلیان میں کوئی اُردو اسکول نہیں تھا، جس کے سبب اُنہیں کلیان سے دور دراز کُرلا کے انجمن اسلام ہائی اسکول میں داخل کیا گیا۔

(مولانا) عصمت بوبیرے کلیان کی کوکنی برادری کے اوّلین اور باقاعدہ عالم دین شخص تھے جنہوں نے 1964 میں جامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم (مبارک پور، اعظم گڑھ۔ یوپی) سے باقاعدہ سند حاصل کی۔ (مولانا) عصمت بوبیرے نے احمد آباد کے مشہور مدرسے 'شاہ عالم' میں بھی درس لیا تھا۔

کلیان بالخصوص علمی پس منظر میں کوئی قابلِ ذکر ٹاؤن نہیں ہے، اس کے باوجود اِس سرزمین سے تعلق رکھنے والے محمد عصمت بوبیرے نے جس طرح کلیان میں (دینی پس منظر میں) علمی کام کیا، وہ ایک مثال بن گیا ہے۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ہوگا کہ دورِ حاضر میں اگر کوئی معمولی (علمی و ادبی) کام کر لیتا ہے تو وہ بھی شہرت اور ناموَری کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے جبکہ محمد عصمت بوبیرے نے اُس سرزمین پر جہاں سلیقے کا آج بھی کوئی کتب خانہ نہیں ہے، قطبِ کوکن حضرتِ مخدوم مہائمی کی مشہور 'تفسیر مہائمی' کی (اُردو میں) دو جلدوں کا ترجمہ مع سوانحی اشارے شائع کیا (اسی سلسلے کی تیسری جلد مکمل نہیں ہوسکی) اور 'ادب النکاح'۔۔۔'احکام النکاح' نام سے بھی اُن کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، عام مسائل اور اُن کے حل پر مبنی (مولانا) اشرف علی تھانوی کی 'بہشتی زیور' ایک زمانے میں مشہور ہے مگر کم لوگ واقف ہوں گے کہ 'سُنّی بہشتی زیور' نام کی بھی ایک کتاب مفتی خلیل احمد بدایونی نے تالیف کی تھی، اسی طرح (مولانا) محمد عصمت بوبیرے کی 'شافعی بہشتی زیور' بھی شائع ہوچکی ہے۔

(مولانا) بوبیرے کے ارضِ قلب میں اللہ نے علم اور اُس کی تدریس کا جیسے بیج ڈال رکھا تھا۔ کلیان اور اس کے نواح میں درس و تدریس کے سلسلے میں اُن کی خدمات ایک ریکارڈ ہیں۔ اُن کی یہ محنت کسی مسلکی دائرے میں مقید نہیں رہی، انہوں نے دینی اور عام تعلیم کے سلسلے میں جو کام کیے ہیں اس کا اجر یقیناً وہ اپنے خالق و مالک سے پائیں گے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف، امامت و خطابت کے ساتھ اداروں کے قیام میں بھی اپنا کردار بخوبی ادا کیا۔ کلیان میں 'دارالعلوم اصلاح المسلمین' کی تشکیل میں دلچسپی اور پھر نیرل (نز د کرجت) میں اینگلو اردو ہائی اسکول کے قیام میں اُن کی مساعی یادگار ہیں۔

2006 میں روزنامہ انقلاب، ممبئی نے اخبار کے لیے مسلمانوں کے حالات سے متعلق علمائے دین کے انٹرویوز کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس میں (مولانا) محمد عصمت بوبیرے کا بھی انٹرویو شامل تھا۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا تھا:

’’اسلام قدیم ہے اپنی جدت کے ساتھ اور جدید ہے اپنی قدامت کے ساتھ۔‘‘

جیسا کہ بتایا گیا کہ انہوں نے یوپی (مبارک پور) کے ایک ممتاز مدرسے میں دینی تعلیم کی سند حاصل کی تھی مگران کے ہاں مسلکی تفریق کی کوئی شدت نہیں تھی، جس سے اُن کے قلب کی وُسعت اور دین کے تئیں مسلک سے پَرے اُن کا ہمہ گیر مزاج بھی واضح ہوتا ہے۔ مذکورہ انٹرویو ہی میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا:

’’یہ بہت اچھی بات ہے کہ لوگ بزرگانِ دین کو یاد کریں، اُن سے عقیدت بھی رکھیں مگر یہ کیا کہ اسلام کے سب سے اوّلین سبق (اقرا) کو ہم بھول جائیں؟! حضرت عبدالقادرؒ جیلانی، خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیری سے لے کر حضرت مخدومؒ مہائمی تک جتنے بھی بزرگ گزرے ہیں اُن کی اکثریت نے علم کے حصول اور اس کے فروغ میں بڑی محنت ومشقت کی ہے۔ اب ذرا یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ ہم جن سے عقیدت رکھتے ہیں کیا ہمیں اُن سے اپنی مطلب براری ہی کے لیے واسطہ رکھنا چاہیے اُن کے علم و کردار سے بھی ہمارا کوئی تعلق ہونا چاہیے یا نہیں؟! جبکہ کوئی بھی صاحبِ علم اور صاحبِ نظر اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ ’علم بغیر عمل وبال ہے اور عمل بغیرِ علم گمراہی ہے۔‘‘

(مولانا) محمد عصمت بوبیرے کی بیگم پہلے ہی دارِ فانی سے رخصت ہو چکی ہیں۔ ان کے پسماندگان میں ایک فرزند اور ایک دُختر ہے۔ اتوار کی شب میں بعد نمازِ عشا وتراویح اُن کے جسدِ خاکی کو سپردِ لحد کردیا گیا۔ یہ دَور جسے قحط الرجال کا زمانہ کہا جاتا ہے ایسے میں دین وملت کے تئیں اخلاص کا نہ صرف جذبہ رکھنے والے بلکہ اپنے کردار سے سیراب کرنے والے ایک شخص کا اُٹھ جانا پوری قوم کا بڑا خسارہ ہے، ملت کے تمام مخلصین سے (مولانا) محمد عصمت بوبیرے کے حق میں دُعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔ ♦♦

(سینئر صحافی ندیم صدیقی، ممبئی کی تحریر)

## نصیرالدین خاں (تحریکی، سماجی، تعلیمی شخصیت)

جس دن ملک کے مسلمان بابری مسجد شہادت کی 32 ویں برسی پر نوحہ کررہے تھے اسی دن یعنی 6 دسمبر 2024 کو گیا (ضلع بہار) کی ایک معروف تحریکی، سماجی اور تعلیمی شخصیت نصیرالدین خاں صاحب طویل علالت کے بعد انتقال کرگئے۔

85 سالہ نصیرالدین خان گیا ضلع کے زرخیز، مردم خیز اور علم دوست گاؤں کلونا میں 14 جولائی 1933 کو پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا، یتیمی اور مفلوک الحالی کی وجہ سے بچپن میں کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

مرحوم نصیرالدین خان کا تعلیمی سفر اپنے آبائی گاؤں کلونا سے شروع ہوا۔ ان کی چوتھی سے ساتویں درجہ تک کی تعلیم یتیم خانہ اسلامیہ چیرکی میں ہوئی۔ مزید تعلیم جاری رکھنے کے لیے انہوں نے گیا شہر کا رُخ کیا۔ قاسمی ہائی اسکول سے میٹرک، گیا کالج سے انٹرمیڈیٹ اور گریجویشن کیا۔ 1962 میں بہار یونیورسٹی مظفر پور سے اردو زبان وادب میں ایم اے کیا اور 1963 میں پٹنہ ٹیچرس ٹریننگ کالج سے بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی۔ نصیرالدین خان بہت سارے تعلیمی اور رفاہی اداروں کے بانی، ممبر اور ذمہ دار تھے۔ ان میں چند کا تذکرہ کرنا مناسب ہوگا تاکہ ان کی تعلیمی اور سماجی خدمات کا اندازہ ہوسکے۔ چیرکی ہائی اسکول کے بانی، ملت ہسپتال گیا کے فاؤنڈر و ممبر، مرزا غالب کالج گیا کے فاؤنڈر ممبر، گیا کے اقرا ہائی اور شتابدی اسکولوں کے بھی فاؤنڈر ممبر، بورڈ آف اسلامک ایجوکیشن بہار (جماعت اسلامی ہند) کے 1998 تا 2000ء ڈائرکٹر، یتیم خانہ ’اسلامیہ چیرکی‘ کے چیئرمین۔

1954 میں ’یتیم خانہ اسلامیہ چیرکی‘ کی ذمہ داری نصیرالدین خان کے سپرد کی گئی۔ اس وقت وہ انٹرمیڈیٹ کے طالب علم تھے۔ یتیم خانہ ایک پھوس کے مکان میں تھا اور یتیم طلبا کی تعداد تقریباً 25 تھی اور تیسری جماعت تک کی تعلیم کا نظم تھا۔ انہوں نے جامعۃ البنات کے نام سے ایک اقامتی درس گاہ قائم کی۔ نصیرالدین خان نے 1962 تا 1995 چیرکی ہائی اسکول میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔ جب لالو پرشاد یادو بہار کے وزیر اعلیٰ بنے تو حکومت نے بہار کے تمام اساتذہ کا تبادلہ کردیا۔ اسی زد میں نصیرالدین خاں بھی آگئے اور ان کا تبادلہ 1995 میں نوادہ ضلع کے وارث علی گنج کے مشہور بی کے ساہو (B.K. Sahu) ہائی اسکول میں ہوگیا، جہاں سے وہ 1999

میں ریٹائرڈ ہوئے۔ مرحوم نصیرالدین خان کا مرزا غالب کالج گیا سے تعلق کافی پرانا تھا۔ وہ 1969 سے کالج کی کونسل کے ممبر تھے۔ 1960 کی دہائی میں وہ آل انڈیا مسلم تعلیمی کانفرنس سے منسلک ہوئے اور اس کی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ جماعت اسلامی ہند حلقہ بہار کے تحت قائم اسلامک ایجوکیشن بورڈ کے ڈائرکٹر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ نیز بہار ریاستی اقلیتی کمیشن کے رکن بھی رہے ہیں۔

جماعت اسلامی ہند سے تعلق: 1955-56 کا واقعہ ہے۔ گیا شہر میں نصیرالدین خان جس مکان میں رہ کر انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے حسن اتفاق اسی مکان میں جماعت اسلامی سے متعلق کچھ لوگ بھی رہتے تھے۔ ان لوگوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ علامہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے کتابچے ایسی جگہوں پر رکھ دیا کرتے تھے جہاں اس مکان میں رہنے والے طلبا کی نظر پڑ جائے۔ اس طرح وہ کتابچے پڑھنے لگے اور جماعت اسلامی سے قریب ہوتے چلے گئے۔ نصیرالدین خان چونکہ گورنمنٹ ہائی اسکول میں ٹیچر تھے اس لیے دوران ایمرجنسی 1975 تا 1980 ملازمت سے معطل رہے اور مرارجی دیسائی کی حکومت میں تمام ملازمین کی معطلی ختم ہونے کا فرمان جاری ہوا تو ان کی ملازمت بحال ہوئی۔

نصیرالدین خان کو جیل سے ضمانت پر رہا ہونے کے بعد 1980 میں جماعت اسلامی ہند حلقہ بہار کی جانب سے سیاسی امور کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس وقت بہار کے امیر حلقہ ڈاکٹر سیّد ضیاء الہدیٰ (1918ء۔ و: 12 جون 1998) اور ان کے معاونین میں احمد علی اختر اور سیّد محمد جعفر صاحبان تھے۔ اس وقت مرحوم نصیرالدین خان بھی مرکز جماعت اسلامی (چنتلی قبر) میں مقیم تھے۔ وہ بھی لاہور جانے والوں میں شامل ہو گئے تا کہ اپنے قائد کا آخری دیدار کر سکیں۔ یہ تینوں قافلے بخیر وخوبی لاہور پہنچ گئے اور علامہ مودودیؒ کے جنازے میں شریک ہوئے اور ان کا آخری دیدار بھی کیا۔ نصیرالدین خان زندگی بھر مختلف سماجی، ملّی اور تعلیمی سرگرمیوں میں نمایاں کردار ادا کرتے رہے۔ ان کی قیادت میں جماعت اسلامی ہند کا ایک آل بہار تاریخی اجتماع منعقد ہوا تھا۔ اس اجتماع میں ابواللیث اصلاحی ندوی، سیّد عروج احمد قادری، سیّد حامد حسین، عبدالعزیز صاحب (حیدرآباد) نے خاص طور سے شرکت کی تھی۔ آخری عمر میں بیماری کی وجہ سے وہ زیادہ متحرک نہیں رہے لیکن اپنے قیمتی تجربات اور عملی رہنمائی سے لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ ان کی تحریکی، تعلیمی اور سماجی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ درجات مرحمت فرمائے۔ آمین! ◆◆

(ڈاکٹر محمد خالد اعظمی کی تحریر سے ماخوذ)

## مولوی سیّد احمد علی (سابق معتمد جامعہ نظامیہ، حیدرآباد)

جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے سابق معتمد کا 86 سال کی عمر میں پیر 20 جنوری 2025 کو انتقال ہو گیا۔ نماز جنازہ بعد نماز مغرب مکہ مسجد حیدرآباد میں ادا کی گئی۔ پس ماندگان میں تین دختران اور چار فرزندان شامل ہیں۔

مولوی سیّد احمد علی بن سیّد اسد علی (مرحوم) نے ابتدائی دینی تعلیم کے بعد نظامیہ کالج میں تعلیم حاصل کی پھر لاء کالج عثمانیہ یونیورسٹی سے LLM کی ڈگری حاصل کی۔ وہ اسپیشل ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے شہر حیدرآباد اور اضلاع میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ 1995 سے 2021 تک وہ جامعہ نظامیہ کی مجلس انتظامیہ کے رکن اور معتمد اعزازی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ بزم طلبا قدیم ومحبان جامعہ نظامیہ جدّہ کی جانب سے مولوی سیّد احمد علی کو 'امین ملت' ایوارڈ سے بھی نوازا گیا تھا۔ پڑھنے لکھنے اور مطالعہ کا ذوق آخر عمر تک رہا۔ انہوں نے کئی دینی و مذہبی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ ان میں 'اہل خدمات شرعیہ' کتاب بھی شامل ہے۔

مرحوم کی تدفین احاطہ درگاہ شریف حضرت شاہ محمد حسن صاحب ابوالعلائی آغاپورہ میں عمل میں آئی۔ تدفین میں اساتذہ، طلبا، علمائے کرام، حفاظ کرام کے علاوہ شہر کی معروف شخصیات موجود تھیں۔ ◆◆ (ہفت روزہ گواہ، حیدرآباد سے ماخوذ)

## محمد خورشید پرویز صدیقی (صحافی)

اردو کے معروف صحافی خورشید پرویز صدیقی جمعرات 9 جنوری 2025 کو فجر کی نماز کے وقت انتقال کر گئے۔ وہ رانچی کے انجمن اسلامیہ ہسپتال میں ایک عرصے سے زیر علاج تھے۔

ان کی عمر تقریباً 80 برس تھی۔ ان کی تدفین اسی دن رانچی کے مدن پور پٹھور یا گاؤں کے قبرستان میں بعد نماز ظہر ہوئی۔

خورشید پرویز صدیقی اردو صحافت میں اپنی منفرد شناخت رکھتے تھے۔ ان کی پیدائش 2 دسمبر 1945 کو پٹنہ ضلع کے باڑھ میں ہوئی تھی۔ ان کے والد محمد یعقوب صدیقی تھے۔ خورشید پرویز صدیقی نے غلام سرور کی ادارت میں نکلنے والے روزنامہ 'سنگم' پٹنہ سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا تھا۔ رفتہ رفتہ خورشید صدیقی بھی غلام سرور کی تربیت میں بے باک اور نڈر صحافی ہو گئے۔ بعد میں وہ روزنامہ فاروقی تنظیم رانچی اور پٹنہ دونوں ایڈیشنوں سے تقریباً تین دہائیوں تک وابستہ رہے۔

خورشید پرویز صدیقی کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ پیرانہ سالی میں بھی قوت حافظہ مضبوط تھا۔ اپنی تحریروں میں تاریخی واقعات کا تذکرہ دیانت داری سے کرتے تھے۔ وہ فاروقی تنظیم میں 'تشنہ رات' کے عنوان سے مختلف موضوعات پر لکھا کرتے تھے۔ 'سبزی باغ کی کہانی' بھی قسط وار شائع ہوئی تھی۔ ان کی تحریروں میں بعض اوقات طنز و مزاح کا عنصر بھی ہوا کرتا تھا۔ اردو صحافت ان کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی۔ اس کی آبیاری میں انہوں نے اپنی زندگی لگا دی لیکن کسی بھی مرحلے میں خوف یا لالچ کے شکار نہیں ہوئے۔ ان کا قلم ہمیشہ حق اور سچائی کا علمبردار رہا۔ حق تلفی، ناانصافی، منافرت اور ظلم کے خلاف ہمیشہ بے باکی سے تا عمر لکھتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ خورشید پرویز صدیقی کی رحلت اردو صحافت کے لیے بڑا خسارہ ہے۔ انتقال سے قبل مرحوم خورشید پرویز صدیقی نے سیرت رسول (ﷺ) پر ایک کتاب 'بعد از خدا توئی' کے نام سے لکھی تھی جو شائع ہو گئی ہے۔ ♦♦

(روزنامہ پندار، پٹنہ سے ماخوذ)

## طارق متین (ادیب و شاعر)

معروف و ممتاز شاعر طارق متین کا جمعرات 16 جنوری 2025 کو اچانک مونگیر (بہار) میں انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر تقریباً 57 برس تھی۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں مونگیر کی 'رہبر اردو لائبریری' میں ایک تعزیتی مجلس منعقد کی گئی۔ اردو لائبریری کے سکریٹری جناب تسنیم اللہ نے اس مجلس کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ طارق متین کی نہ صرف درجنوں کتابیں ہیں بلکہ وہ سماج کو نئی سمت دینے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ وہ اگرچہ ادیب و شاعر تھے لیکن سماج کو سیاسی اعتبار سے بدلنا چاہتے تھے۔ وہ نئی منزلوں کی جستجو میں سرگرداں رہتے تھے۔

طارق متین 10 جولائی 1968 کو بیگوسرائے کے ایک مردم خیز قصبہ لکھمنیا میں پیدا ہوئے۔ انگریزی ادب میں انہوں نے بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں لی تھیں۔ وہ چاہتے تو کسی یونیورسٹی میں پروفیسر بھی ہو سکتے تھے لیکن سیاست میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کے ساتھ شعر و سخن ان کا مشغلہ ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر سرور الہدیٰ (شعبہ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ) اپنے تاثراتی مضمون میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''... اردو شاعری کے تعلق سے ان کی باخبری ایک ہوش مند قاری کی باخبری تھی۔ ان سے گفتگو کرتے ہوئے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اپنے گھر آنگن میں کتنی وسعت سمٹ آئی ہے۔ اردو تنقید سے ان کی دلچسپی یہ بتاتی ہے کہ صرف شاعر ہونا کافی نہیں تھا۔''

پروفیسر لطف الرحمن سے طارق متین کا گہرا تعلق تھا۔ انہوں نے طارق متین کے ایک مجموعہ کا دیباچہ بھی لکھا تھا۔ طارق متین نے 1992 کے دوران ماہنامہ 'علم و ادب' کا اجرا کیا تھا جس کے کئی شمارے شائع ہوئے۔ 2013 میں ایک دو ماہی رسالہ 'سخنوراں' کا اجرا بھی کیا تھا جس کا شاید ایک ہی شمارہ نکل سکا۔

طارق متین کی اہم کتابوں میں مشکِ سخن (1997)، قندیل ہنر (2008)، غزال درد (2016) اور ریاضتِ نیم شب (2016) شامل ہیں۔ ان کا ایک شعر ہے:

یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے کسے کتنی قوتِ پر ملی
ترا آسماں کوئی اور ہے مرا آسماں کوئی اور ہے

ایک آل انڈیا مشاعرہ (کشن گنج، بہار) میں جہاں معروف کانگریسی لیڈر عمران پرتاپ گڑھی بھی موجود تھے، طارق متین نے وزیر اعظم نریندر مودی کو مخاطب کرتے ہوئے جو غزل پیش کی تھی اس کا مطلع کچھ یوں ہے:

محبت کے شجر میں دشمنی کا پھل نہیں ہوتا
اگر ہم پیار سے رہتے یہ گھر مقتل نہیں ہوتا

♦♦

## شبیر شاد (سینئر صحافی، شاعر)

روزنامہ انقلاب کے سینئر صحافی اور معروف شاعر شبیر شاد بدھ یکم جنوری 2025 کو حرکت قلب بند ہونے سے اچانک سہارنپور میں انتقال کر گئے۔ انہیں ان کے آبائی قبرستان قطب شیر والے سہارنپور میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحوم کی عمر 66 سال تھی۔ ان کے پس ماندگان میں اہلیہ، تین بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہیں۔ مرحوم کی نماز جنازہ بعد نماز عشا ادا کی گئی۔

شبیر شاد نے ابتدائی تعلیم اسلامیہ اسکول میں حاصل کی۔ وہ نہایت متحرک اور سرگرم صحافیوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ صحافت کے ساتھ ساتھ وہ اردو ادب سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے اور شعر و شاعری کے باعث اردو محفلوں کی رونق ہوا کرتے تھے۔ وہ گزشتہ تقریباً 40 برسوں سے اردو صحافت کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دے رہے تھے۔ انہوں نے متعدد قومی روزناموں میں خدمات انجام دیں۔ وہ گزشتہ 12 سال سے روزنامہ انقلاب سے منسلک تھے۔ مرحوم نے سہارنپور (اتر پردیش) میں رہ کر ملکی سطح پر ادب و صحافت میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ شبیر شاد کا انتقال یقینی طور پر نہ صرف ضلع سہارنپور بلکہ اردو ادب و صحافت کا ایک بڑا نقصان ہے۔ ان کے اچانک انتقال سے علمی، صحافتی اور سماجی حلقوں کی فضا مغموم ہے۔ وہ اردو پریس کلب سہارنپور کے جنرل سکریٹری اور ضلع پریس کلب سہارنپور کے رکن تھے۔ اس کے علاوہ متعدد ادبی و صحافتی اور سماجی تنظیموں سے بھی وابستہ تھے۔ ♦♦

## ڈاکٹر آر چدمبرم (نیوکلیائی سائنس داں)

ہندوستان کے نیوکلیائی سائنس داں اور ماہر طبعیات (Physics) ڈاکٹر آر چدمبرم کا ہفتہ 4 جنوری 2025 کی صبح ممبئی کے جسلوک ہسپتال میں انتقال ہو گیا۔ انہوں نے 1974 اور 1998 میں ملک کے پوکھرن نیوکلیئر ٹیسٹ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ انہوں نے ہندوستان کے اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین کے طور پر بھی خدمات انجام دی تھیں۔ بعد ازاں وہ حکومت ہند میں سائنسی مشیر بھی مقرر ہوئے تھے۔ حکومت ہند نے ہندوستان کو نیوکلیائی ہتھیاروں والا ملک بنانے میں ان کی خدمات کے صلے میں انہیں پدم وبھوشن کا اعزاز عطا کیا تھا۔

ڈاکٹر راج گوپال چدمبرم 12 نومبر 1936 کو مدراس (چنئی) میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی اعلیٰ تعلیم یونیورسٹی آف مدراس میں ہوئی تھی۔ وہ ماہر طبعیات اور ملک کے منفرد سائنس داں تھے۔ آر چدمبرم 2001 تا 2018 حکومت ہند کے لیے سائنسی مشیر رہے تھے۔ انہوں نے 1990 تا 1993 ہندوستان کے بھابھا اٹامک ریسرچ سینٹر کے ڈائرکٹر کے طور پر خدمات پیش کی تھیں۔ وہ اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین اور حکومت ہند میں سکریٹری بھی رہے تھے۔ انہوں نے بورڈ آف گورنرز آف دی انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے چیئرمین کے طور پر بھی خدمات انجام دی تھیں۔ وہ آئی اے ای اے کمیشن کے رکن بھی تھے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے ڈاکٹر چدمبرم کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ "وہ ہندوستان کے جوہری پروگرام کے کلیدی معماروں میں سے ایک تھے اور انہوں نے ہندوستان کی سائنسی اور اسٹریٹجک صلاحیتوں کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ پوری قوم انہیں تشکر کے ساتھ یاد رکھے گی اور ان کی کاوشیں آنے والی نسلوں کو متاثر کریں گی۔"

کانگریس کے صدر ملکارجن کھڑگے نے بھی پدم وبھوشن اور پدم شری منفرد سائنس داں آر چدمبرم کی موت پر اظہار تعزیت کیا ہے۔ ♦♦ (انقلاب، 5 جنوری 2024 سے ماخوذ)

## محمد رامش (فوٹو جرنلسٹ)

سینئر فوٹو جرنلسٹ محمد رامش کا پیر 20 جنوری 2025 کی رات قریب ساڑھے آٹھ بجے اچانک انتقال ہو گیا۔ وہ دریا گنج میں ایک صاحب سے ملنے گئے تھے، وہیں ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ ان کی عمر تقریباً 60 برس تھی۔ وہ دہلی کے ادبی و صحافتی حلقے میں اپنی شناخت رکھتے تھے۔ مرحوم نہایت ملنسار، خوش مزاج اور اپنے کام کے تئیں بہت متحرک تھے اور بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ ورکنگ جرنلسٹ کلب کے متحرک رکن بھی تھے۔ وہ قریب 12 سالوں سے روزنامہ سیاسی تقدیر

سے وابستہ تھے۔ پس ماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔ وہ ایک مشہور اداکار بھی تھے اور اکثر پروگرام میں اپنی اداکاری کے جوہر بھی دکھاتے تھے۔ ان کے دیرینہ رفیق نثار بھارتی کے بقول محمد رامش صحافت میں آنے سے پہلے تھیٹر سے وابستہ تھے۔♦♦

## شاد عباسی (شاعر و ادیب)

بزرگ شاعر اور مصنف ابوالقاسم شاد عباسی (86 سالہ) کا مختصر علالت کے بعد اتوار 16 فروری 2025 کو وارانسی میں انتقال ہوگیا۔ اتر پردیش اردو اکادمی نے شاد عباسی کو مصنف کے اعزاز سے بھی نوازا تھا۔ بعد نماز مغرب ان کو باگڑ بلی واقع گھر کے قریب قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔ نماز جنازہ نگینہ والی مسجد کے پاس میدان میں ادا کی گئی۔

شاد عباسی نے 1957 میں شاعری کی شروعات کی۔ ان کے استاد مسلم الحریری تھے۔ شاد عباسی نے کئی کتابیں لکھیں جن میں 'مدن پورہ کی انصاری برادری' بہت مقبول ہوئی۔ اس کے علاوہ لفظ بہ لفظ، سفینۂ غزل، حرف نوا، بات غزل کی، بکھرے موتی وغیرہ کتابیں منظر عام پر آئیں۔ شاد نے 'رحمت یا زحمت' عنوان پر بھی ایک کتاب لکھی۔♦♦

## سرور نگینوی (شاعر، صحافی)

معروف شاعر و صحافی سرور نگینوی ولد عبدالرشید انصاری کا جمعرات 6 مارچ 2025 کو دہلی کے اِروِن ہسپتال میں دوران علاج 79 سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ جسد خاکی ان کے وطن نگینہ بجنور لے جایا گیا۔

سرور نگینوی بیسیوں برس سے دہلی اردو اکادمی کے ادبی پروگرام 'نئے پرانے چراغ' اور اتر پردیش کے بہت سے مشاعروں، ادبی نشستوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ نگینہ ضلع بجنور اتر پردیش سے تعلق رکھنے والے سرور نگینوی اہل دہلی کے درمیان دہلی شہر کے باشندوں کی طرح گھلے ملے رہے۔ ان کے حلقۂ احباب میں ایم ڈبلیو انصاری، ڈاکٹر ظفر مرادآبادی، حبیب سیفی، انصاری اطہر حسین، محمد شریف، عمران عظیم، نزاکت امروہوی، ہدایت حسین بدایونی، ایس ٹی رضا اور آزاد علی انصاری قابل ذکر ہیں۔

سرور نگینوی کی پیدائش 10 نومبر 1946 کو ہوئی۔ ان کے کئی شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ مرحوم رسائل کی دنیا کا بھی معروف نام تھے۔ شعری و ادبی خدمات پر ان کو عبدالرزاق انصاری ایوارڈ برائے شاعری سال 2017 رانچی جھارکھنڈ، علامہ اقبال ایوارڈ برائے شاعری اُتر پردیش سال 2014 سے نوازا گیا۔♦♦

(انقلاب، 7 مارچ 2025 سے ماخوذ)

## پروفیسر قاضی زین الساجدین قاسمی (قاضی شہر میرٹھ)

شاہی جامع مسجد کے امام شہر قاضی میرٹھ پروفیسر قاضی زین الساجدین صدیقی قاسمی کا پیر کی صبح 10 مارچ 2025 کو مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر 83 سال تھی۔ پس ماندگان میں اہلیہ اور ایک بیٹا قاضی سالکین صدیقی ہیں۔

پروفیسر قاضی زین الساجدین صدیقی 1942 میں میرٹھ کے گزری بازار محلہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد قاضی زین العابدین کا شمار برصغیر کے مشاہیر علما میں ہوتا ہے۔ قاضی زین الساجدین نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا رخ کیا اور وہیں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہی کئی دہائیوں تک تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے صدر شعبہ اور ڈین بنے اور بحیثیت پروفیسر سبکدوش ہوئے۔ ان کو 1991 میں میرٹھ کا شہر قاضی بنایا گیا۔ وہ شہر قاضی کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم شاہی جامع مسجد کے منیجر، جمعیت علماء ہند کے معزز رکن اور محکمہ شرعیہ ضلع میرٹھ کے صدر بھی رہے۔ سماج وادی پارٹی کے دور حکومت میں ان کو اتر پردیش مدرسہ بورڈ کا چیئرمین بھی منتخب کیا گیا تھا۔ پروفیسر قاضی زین الساجدین بہت سی تنظیموں کے سرپرست اور اہم رکن بھی رہے۔ قاضی زین الساجدین ملت کے مسائل کو بڑی بے باکی سے حل کرتے تھے۔ سڑک پر چند منٹوں کے لیے نماز ادا کرنے والوں پر افسران کے اعتراضات کا وہ دوٹوک جواب دیتے تھے۔♦♦

موضوعاتی فہرست — اشاریہ **اردو بک ریویو** ترتیب: سعید اختر اعظمی☆

## جنوری تا دسمبر 2024ء، جلد 30، شمارہ: 37 تا 40


| مضمون نگار | عنوان | ماہ | صفحات |
|---|---|---|---|
| **اداریہ** | | | |
| محمد عارف اقبال | ● نئی دہلی عالمی کتاب میلہ اور ذوق کتب بینی | جنوری تا مارچ | 3_4 |
| محمد عارف اقبال | ● راہوں میں کوئی آبلہ پا اب نہیں ملتا | اپریل تا ستمبر | 5_7 |
| محمد عارف اقبال | ● ہندتو کا سیاسی منصوبہ: مسلمانان ہند کے تناظر میں | اکتوبر تا دسمبر | 3_5 |
| **عرض ناشر** | | | |
| ادارہ | ● اردو بک ریویو کی ویب سائٹ | جنوری تا مارچ | 5 |
| ادارہ | ● اردو بک ریویو: چند اہم امور | اپریل تا ستمبر | 9 |
| ادارہ | ● اردو بک ریویو کی مسلسل اشاعت کے تیس سال: تلخ و شیریں تجربات | اکتوبر تا دسمبر | 9_10 |
| **قارئین کے تاثرات** | | | |
| ادارہ | ● محبان اردو کہلانے کا دعویٰ: قول و فعل میں تضاد ● عثمانیہ یونیورسٹی سے اردو ذریعہ تعلیم کا خاتمہ ● قومی اسکول ● احسن مستقیمی کی مولانا ابواللیث اصلاحی سے رشتہ داری: حقائق سے بعید | جنوری تا مارچ | 6_8 |
| ادارہ | ● وفیات: متعدد فعال شخصیات کی وفات قومی خسارہ ● محمد خلیل: مدیر سائنس نہیں، مدیر سائنس کی دنیا ● اردو بک ریویو: کہنہ دفتر سے اردو تہذیب کی آبیاری | اپریل تا ستمبر | 11_12 |
| ادارہ | ● اردو بک ریویو: اردو داں طبقہ کی بڑی ضرورت | اکتوبر تا دسمبر | 11 |
| **پی ایچ-ڈی/ایم فل، تحقیقی مقالات** | | | |
| آفتاب احمد | ہندوستانی ادبی ایوارڈ (ساہتیہ اکادمی) 2023_1955 | اپریل تا ستمبر | 115_116 |
| ادارہ | ● غلام نبی مصباحی ● ابوحمزہ ● ذکی اللہ مصباحی ● محمد طالب ● حیدر الاسلام ● امّ ایمن ● روح نما پروین ● حمیرا عالیہ ● سدالرحمن ● نغمہ تبسم ● اعجاز احمد ● نسیمہ خاتون ● محمد جیلانی ● شمیمہ پروین ● اوشا ● محمد زاہد اقبال ● رابعہ تحسین ● رابعہ تحسین ● عتیق الرحمن ● طوبیٰ صباحت ● ثنا فاطمہ ● مظفر حسین ● اختر حسین ● فرزانہ ٹی کے ● محمد صغیر الدین ● فاطمہ داروغہ ● جویریہ امجد ● شاہد وصی قاسمی ● شبانہ پروین ● زینت ناز ● سید تصور مہدی ● نیلوفر جہاں پیلوی ● حسن جہاں ● رونق جمال ● مبارک کاپڑی | اکتوبر تا دسمبر | 87_92 |
| **بلا تبصرہ، علم و ادب، فکر و نظر، خراج عقیدت، کلاسیکی ادب** | | | |
| ابن صفی | میں نے لکھنا کیسے شروع کیا (خودنوشت)، حواشی از محمد عارف اقبال | اپریل تا ستمبر | 17_22 |
| احمد حاطب صدیقی (ابونثر) | ہماری خامہ فرسائی (علم و ادب) | اکتوبر تا دسمبر | 15_16 |
| ادارہ | حفیظ جالندھری کا خط ہاجرہ نازلی کے نام (بلا تبصرہ) | جنوری تا مارچ | 9 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| رشید حسن خاں | مصطلحات ٹھگی: علی اکبر الہ آبادی (بلاتبصرہ) | اکتوبر تا دسمبر | 13ـ14 |
| محسن عثمانی ندوی، پروفیسر | میرے قلم کا سفر: منزل بہ منزل | جنوری تا مارچ | 11ـ16 |
| محسن عثمانی ندوی، پروفیسر | 'لسان قوم' کی اہمیت (بلاتبصرہ) | اپریل تا ستمبر | 13ـ14,16 |
| محمد قطب الدین ابوشجاع، ڈاکٹر | سگمنڈ فرائڈ اور علامہ اقبال: ایک تقابلی جائزہ | اپریل تا ستمبر | 15ـ16 |
| مہر فاطمہ | آب حیات: اعتراض وردّ اعتراض | اپریل تا ستمبر | 23ـ26 |

## موضوعاتی اشاریہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| سعید اختر اعظمی | ● اشاریہ اُردو بک ریویو جنوری تا دسمبر 2023 (جلد 29) | اپریل تا ستمبر | 117ـ121 |

## کتابِ زندگی

| | | | |
|---|---|---|---|
| ادارہ | ● پروفیسر اخلاق آہن ● ڈاکٹر مشتاق احمد ● اکمل شاکر ● انجینئر فیروز مظفر | جنوری تا مارچ | 17ـ21 |
| ادارہ | ● ظفر کمالی ● ڈاکٹر سید فاروق ● ڈاکٹر اسد فیض ● مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی ● ہاجرہ نور زریاب ● فیروز ہاشمی ● منظور وقار | اپریل تا ستمبر | 27ـ34 |
| ادارہ | ● ڈاکٹر سعید احمد سندیلوی ● ڈاکٹر ارشاد احمد ● ڈاکٹر امتیاز احمد ● محمد خورشید اکرم سوز، اکتوبر تا دسمبر | | 21ـ24 |

## سیر حاصل [مفصّل تبصرہ]

| مبصرین | اسمائے کتب | مصنف/مرتب/مترجم | ماہ | صفحات |
|---|---|---|---|---|
| ابراہیم افسر | رموز اوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟ | ڈاکٹر شمس بدایونی | اپریل تا ستمبر | 35ـ39,43 |
| تنویر حسین، ڈاکٹر، سید | میر کا دیوان سوم و چہارم | ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب | اپریل تا ستمبر | 41ـ43 |
| شاہد حبیب فلاحی، ڈاکٹر | ذکرک (سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) | محمد طارق الانصاری غازی | اکتوبر تا دسمبر | 25ـ27 |
| محمد عارف اقبال | جو اکثر یاد آتے ہیں (اول و دوم) | سراج الدین ندوی | جنوری تا مارچ | 23ـ27 |

## نقد و تبصرہ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ابرار رحمانی، ڈاکٹر | تذکرہ سید عبدالباری | خان محمد رضوان | جنوری تا مارچ | 50ـ52 |
| ابراہیم افسر | مشاہیر و معاصرین | ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی | اپریل تا ستمبر | 58ـ60 |
| ابراہیم افسر | بزم رفتہ | محمد اویس سنبھلی | اپریل تا ستمبر | 64ـ66 |
| ابراہیم افسر | اسلامی علوم وفنون کی داستان پارینہ (مقالات جرنل) پروفیسر محی الدین بمبئی والا | | اپریل تا ستمبر | 67ـ69 |
| ابراہیم افسر | شمالی ہند کی بولیوں اور بھاشاؤں میں بارہ ماسائی۔۔ڈاکٹر تنویر احمد علوی | | اکتوبر تا دسمبر | 41ـ44 |
| ابراہیم افسر | لمحات فکر (سماجی تہذیبی افکار و تناظرات) | ڈاکٹر عطا عابدی | اکتوبر تا دسمبر | 47ـ49 |
| انوار الحسن وسطوی | ظفر پیامی کا تخلیقی سفر | ڈاکٹر عطاء اللہ خاں علوی | اکتوبر تا دسمبر | 54ـ55 |
| انیس صدیقی، ڈاکٹر | قومی ستارے (بڑوں کی کہانیاں بچوں کے لیے) ڈاکٹر غضنفر اقبال | | جنوری تا مارچ | 47ـ48 |
| ایم نصر اللہ نصر | محاکمہ (تجزیے، تبصرے، دیباچے) | ڈاکٹر مقبول احمد مقبول | اپریل تا ستمبر | 78ـ79 |
| تسکین جہاں، ڈاکٹر | یادگار بھوپال (دفتر اول) | ایم عرفان | اپریل تا ستمبر | 73ـ75 |
| تنویر حسین، ڈاکٹر سید | گیان چند جین کے خطوط بنام مرزا خلیل احمد بیگ، پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ | | اپریل تا ستمبر | 45ـ46 |
| تنویر حسین، ڈاکٹر سید | یثرب بجنور کا صد سالہ ایڈیشن | مولوی مجید حسن | اپریل تا ستمبر | 66ـ67 |
| تنویر حسین، ڈاکٹر سید | فارسی ادب میں محمد تقی میر کی خدمات: تحقیقی وتنقیدی جائزہ، پروفیسر شہاب الدین ثاقب | | اکتوبر تا دسمبر | 31ـ32 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| حسان احمد، کے | دُرّاشرف (اشرف سعودی کے کلام کا مطالعہ) | ریاض اللہ انصاری رشادی | اکتوبر تا دسمبر | 51_52 |
| خورشید احمد شفقت اعظمی، ڈاکٹر | سہ ماہی المجیب عمدۃ المتوکلین نمبر | مدیر: ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری | جنوری تا مارچ | 33_35 |
| ذکی طارق، ڈاکٹر | دیپک بدکی: حیات اور کارنامے | مرتب: سندیپ بدکی | جنوری تا مارچ | 44_45 |
| ذکی طارق، ڈاکٹر | ادراک (مجموعہ مقالات) | ڈاکٹر جبار علی رضوان انصاری | اپریل تا ستمبر | 75_77 |
| ذکی طارق، ڈاکٹر | ظفر اوگانوی 'بیچ کا ورق' کے تناظر میں | مرتب: دبیر احمد | اپریل تا ستمبر | 87 |
| ذکی طارق، ڈاکٹر | شعری اور نثری متون: جائزے اور مطالعے | ڈاکٹر علی عباس | اکتوبر تا دسمبر | 49_50 |
| ریاض احمد قادری | ردائے رحمت (قصیدۂ بردہ کی ترجمانی) | مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی | جنوری تا مارچ | 35_37 |
| سعید اختر اعظمی | اردو میں شخصی مرثیوں کا تنقیدی جائزہ | ڈاکٹر رخسانہ مراد | جنوری تا مارچ | 39_41 |
| سعید اختر اعظمی | گونگی چیخ (افسانے) | ابونبیل خواجہ مسیح الدین | جنوری تا مارچ | 48_50 |
| سعید اختر اعظمی | سہ ماہی تزئین ادب (غالب نمبر) | مدیر: ڈاکٹر ساجد علی قادری | اپریل تا ستمبر | 77_78 |
| سعید اختر اعظمی | چراغوں کے اندھیرے (افسانے) | محمد عرفان ثمین | اپریل تا ستمبر | 79_81 |
| سعید اختر اعظمی | اردو شاعری میں گروصاحبان کی عظمت | ڈاکٹر ریحان حسن | اپریل تا ستمبر | 83_84 |
| سعید اختر اعظمی | راجستھان کے موجودہ اردو شاعر | پروفیسر پریم شنکر سری واستو شنکر | اپریل تا ستمبر | 85_86 |
| سعید اختر اعظمی | شعرائے مہاراشٹر (حصہ اول) | خلیق الزماں نصرت | اپریل تا ستمبر | 88_89 |
| سعید اختر اعظمی | تجزیاتی تنقید | زیبا فاروقی | اکتوبر تا دسمبر | 44_46 |
| سہیل انجم | محافظ ربانی بتاریخ مدرسہ عبدالرب دلّی | مولانا ظفر الدین قاسمی بھرتپوری | جنوری تا مارچ | 37_39 |
| سہیل انجم | مضامین عرفان (تحقیقی مضامین) | محمد عرفان جونپوری | جنوری تا مارچ | 45_47 |
| سہیل انجم | ارمغان پروفیسر ایمرٹس اختر الواسع | مرتب: رفیق احمد سلفی | اپریل تا ستمبر | 53_55 |
| شاہد حبیب فلاحی، ڈاکٹر | قرآن کی غیر ملکی لغت | ڈاکٹر آرتھر جیفری | اکتوبر تا دسمبر | 32_34 |
| شفیق الرحمن | مولانا عبدالعلیم اصلاحی: زندگی کے روشن نقوش، | مرتب: ڈاکٹر ظل ہما | اپریل تا ستمبر | 61_62 |
| شکیل رشید | اسپتال سے جیل تک | ڈاکٹر کفیل خان | جنوری تا مارچ | 41_44 |
| شکیل رشید | عالمی جائزہ دہلی صادقین نمبر | مدیر: اے رحمان | اپریل تا ستمبر | 62_64 |
| شکیل رشید | شریمد بھگود گیتا | مفسر؛ اے سی بھگتی ویدانت | اکتوبر تا دسمبر | 39_41 |
| ضیاء الحق خیرآبادی | مولانا محمد عثمان فارقلیط: صحافی، مناظر، مفکر | مرتب: سہیل انجم | اپریل تا ستمبر | 55_57 |
| فیروز دہلوی، ڈاکٹر | ارمغان میوات | مولانا عبدالسبحان خاں | اکتوبر تا دسمبر | 37_38 |
| فیروز دہلوی، ڈاکٹر | احمد فراز کی شاعری کا تنقیدی مطالعہ 'خواب۔۔ | ابراہیم افسر | اکتوبر تا دسمبر | 46_47 |
| فیروز عالم، ڈاکٹر | آؤ سیر کریں | ڈاکٹر حلیمہ فردوس | اپریل تا ستمبر | 84_85 |
| مجید بیدار، پروفیسر | مضامین ڈاکٹر حمید اللہ | ڈاکٹر محمد احتشام الدین خرم | اپریل تا ستمبر | 81_83 |
| محمد سلیم قدوائی، ڈاکٹر | مولانا عبدالسمیع جعفری صادق پوری: حیات و خدمات، | انظار احمد صادق | جنوری تا مارچ | 31 |
| محمد سلیم قدوائی، ڈاکٹر | جہاں نور ہی نور تھا (سفرنامہ حج) | معصوم مرادآبادی | اپریل تا ستمبر | 70_71 |
| محمد سلیم قدوائی، ڈاکٹر | مولانا محمد حبیب الرحمن خاں شروانی کی دینی و۔۔ | ظفر الاسلام اصلاحی | اکتوبر تا دسمبر | 38_39 |
| محمد سلیم قدوائی، ڈاکٹر | اوراق (تحقیقی مضامین) | مرتب: ڈاکٹر جاوید احمد خاں | اکتوبر تا دسمبر | 44 |
| محمد عارف اقبال | ڈاکٹر محمد منظور عالم: اَن کہی کہانی | اے، یو، آصف | جنوری تا مارچ | 29_31 |
| محمد عارف اقبال | ظفر احمد صدیقی: عکس و شخص | مرتب: مشیر احمد | اکتوبر تا دسمبر | 29-30 |
| محمد عارف اقبال | انوار القرآن | ڈاکٹر عبدالقادر غیاث الدین فاروقی | اکتوبر تا دسمبر | 35_36 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| محمد فیصل خان | مجلہ ارمغان (شعبہ اردو جامعہ کے پچاس سال) | مدیر: پروفیسر احمد محفوظ | اپریل تا ستمبر | 47_48 |
| محمد مقیم، ڈاکٹر | طویل افسانہ: صنف، روایت اور تعبیر | خوشتر زریں ملک | اکتوبر تا دسمبر | 52_54 |
| محمد ندیم، ڈاکٹر | ڈاکٹر محمد مظاہر الحق: حیات و خدمات | مرتب: ڈاکٹر ارشاد احمد | اپریل تا ستمبر | 71_72 |
| نور فاطمہ، ڈاکٹر | بالمشافہ (نامور ادیبوں اور فن کاروں کے انٹرویوز) معصوم مرادآبادی | | اپریل تا ستمبر | 49_52 |

## جائزہ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ارتقا سہسرامی | خلش (ناول) | نازنین علی ناز | جنوری تا مارچ | 57_58 |
| اسرار احمد اجینی | عالمی یوم اردو یادگار مجلہ 9 نومبر 2024<br>مولانا امداد صابری: حیات و خدمات | مدیر: معصوم مرادآبادی، سہیل انجم<br>محمد عارف اقبال، جاوید اختر، ڈاکٹر سیّد احمد خاں | اکتوبر تا دسمبر | 65_66 |
| ایم نصر اللہ نصر | نقش پائیدار (تاریخ صوبہ بہار) | شاد عظیم آبادی | جنوری تا مارچ | 56_57 |
| ایم نصر اللہ نصر | شعر کہتے کہتے میں ڈپٹی کلکٹر ہو گیا | خلیق الزماں نصرت | اپریل تا ستمبر | 94_95 |
| ذکی طارق، ڈاکٹر | اردو کے دو سفیر: خالد اور نذیر | سید ساجد علی ٹونکی | اپریل تا ستمبر | 95_96 |
| سعید اختر اعظمی | آخرت کی تیاری اور اس کے محرکات و ذرائع۔۔ | ظفر الاسلام اصلاحی | اپریل تا ستمبر | 98 |
| سعید اختر اعظمی | مظفر فہمی | انجینئر فیروز مظفر | اپریل تا ستمبر | 99 |
| سعید اختر اعظمی | صد برگ (تحقیقی مضامین) | سید مصباح الدین احمد | اپریل تا ستمبر | 100_101 |
| سعید اختر اعظمی | مختلف مذاہب میں شخصیت سازی | پروفیسر عبدالمجید صدیقی | اکتوبر تا دسمبر | 58_59 |
| سعید اختر اعظمی | ساحر اور دوسرے ڈرامے | ڈرامہ نگار: کمال احمد | اکتوبر تا دسمبر | 64_65 |
| شاہ نواز فیاض، ڈاکٹر | شکیل اعظمی کا بنواس: معاصرین کی نظر میں | مرتب: پروفیسر کوثر مظہری | اکتوبر تا دسمبر | 60_62 |
| عبدالحیّ اثری | رسائل من القرآن (قرآنی تعلیمات) | ادہم شرقاوی، مترجم: ابوالاعلیٰ سید سبحانی | اکتوبر تا دسمبر | 57_58 |
| محمد عارف اقبال | سہ ماہی انتساب عالمی گوشہ پروفیسر عزیز اللہ شیرانی، مدیر: ڈاکٹر سیفی سرونجی | | جنوری تا مارچ | 54_55 |
| محمد عارف اقبال | ماہنامہ شاہراہ علم (جامعہ کا پیغام ملت اسلامیہ کے نام) مدیر: حذیفہ مولانا غلام احمد وستانوی | | جنوری تا مارچ | 55_56 |
| محمد عارف اقبال | کائنات گواہ ہے | ابرار احمد | اپریل تا ستمبر | 93_94 |
| محمد عارف اقبال | نیشنل سائنس سینٹر کی سیر | محمد خلیل | اپریل تا ستمبر | 96_97 |
| محمد عارف اقبال | نرالی اردو | ایم اے مغنی دہلوی | اپریل تا ستمبر | 103 |
| محمد عارف اقبال | محمد ﷺ کون؟ | ڈاکٹر عبدالحمید جاسم البلالی | اکتوبر تا دسمبر | 59_60 |
| محمد عارف اقبال | حرف حرف پیرہن (سلطان اختر: شخصیت اور۔۔) مرتب: ارشد صدیقی | | اکتوبر تا دسمبر | 62_63 |
| محمد عارف اقبال | منڈل نامہ: شبیر احمد انصاری | مرتب: دلیپ واگھمارے | اکتوبر تا دسمبر | 63_64 |
| مقبول احمد سراج | تمل ناڈو کی اردو بستیاں (مجلہ) | وانم باڑی مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی | جنوری تا مارچ | 53_54 |
| ندیم عارف | یادگار مجلہ عالمی یوم یونانی میڈیسن 2024<br>پروفیسر الطاف احمد اعظمی: حیات و خدمات | آل انڈیا یونانی طبی کانگریس، دہلی | اپریل تا ستمبر | 101_102 |

## شعری ادب

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| احمد صغیر، ڈاکٹر | کیکٹس کے درمیاں | ساحر داؤدنگری | اپریل تا ستمبر | 113_114 |
| ارتکاز افضل، پروفیسر | خواب سے آگے کچھ بھی نہیں (کلیات نظم) | حمید سہروردی | اکتوبر تا دسمبر | 67_68 |
| ایم نصر اللہ نصر | کاغذی نقوش | رازی ابوذر | اپریل تا ستمبر | 109_110 |
| ذکی طارق، ڈاکٹر | چار باغ (رباعیات) | ڈاکٹر ظفر انصاری ظفر | اکتوبر تا دسمبر | 70_71 |
| ساحر داؤدنگری | مرکز نور | ضیاء الہ آبادی | اکتوبر تا دسمبر | 72،96 |
| سعید اختر اعظمی | نوشتۂ دیوار | عبدالحمید عارف | جنوری تا مارچ | 59_61 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| سعید اختر اعظمی | رنگارنگ اردو شاعری | مرتب: ٹی این راز | جنوری تا مارچ | 63_64 |
| سعید اختر اعظمی | خواب لمحے | راہی گل | اپریل تا ستمبر | 110_111 |
| سعید اختر اعظمی | خیمے کی طرف | علیم الدین علیم | اپریل تا ستمبر | 112_113 |
| سعید اختر اعظمی | خوشبوئے سخن | شبانہ مشتاق | اکتوبر تا دسمبر | 69_70 |
| فرحان حنیف وارثی | گم شدہ خیالوں کے عکس | ہاجرہ نور زریاب | اپریل تا ستمبر | 107_109 |
| قاضی عبید الرحمن ہاشمی | بیاض جنوں | محمد مجاہد سید | جنوری تا مارچ | 61_62 |
| نعیم جاوید | شام کے سائے | سعید اختر اعظمی | اپریل تا ستمبر | 105_107 |


## جائزہ: انگریزی کتاب


| | | | |
|---|---|---|---|
| محمد سلیم قدوائی، پروفیسر | دہلی کے سلطان اور اسلامی شریعت: ایک مختصر تاریخ، ظفر الاسلام اصلاحی | اپریل تا ستمبر | 91,102 |


## یادِ رفتگاں


| | | | |
|---|---|---|---|
| محمد عارف اقبال | سید محمد عالم نقوی: صحافی، مفکر، دانشور | اکتوبر تا دسمبر | 17_20,66 |


## وفیات (Obituaries)


**جنوری تا مارچ:** • منوّر رانا • پروفیسر بدر الدین الحافظ • پروفیسر شمیم جے راج پوری • پروفیسر رفیع الدین ہاشمی • محمد سلطان الحق شہیدی 67_92
• علیم صبا نویدی • ڈاکٹر غافل انصاری • امت الکریم کریمہ • صاحبزادہ شوکت علی خاں • ڈاکٹر ساحل احمد • پرویز احمد
• شفیق الرحمن برق • امین سیانی • فاروق نازکی • فالی ایس نریمن • نواب زادی مہ لقا بیگم • ڈاکٹر عزیز قریشی
• شیخ صالح عاروی • مفتی عزیز اللہ چمپارنی • سید علی حیدر رضوی • قیس رام پوری • ارشد مینا نگری • سید اشرف عابدی
• جلیل الدین شعلہ • پروفیسر تسنیم سہروردی • ظفر آغا • ڈاکٹر مرق سلیم • اوم پرکاش سونی • پروفیسر اصغر راز فاطمی • فرد الحسن فرد
• عتیق ملک • محمد سلیم خاں ہمراز • شمیم الرحمن • اوشا کرن خان • استاد راشد خان • منظر عباس • ڈاکٹر انعام الحق
• ڈاکٹر سید حسن امام شبر • صابر کاغذ نگری • شمس ذبیحی بنارسی • اکبر حسین اکبر • ڈاکٹر شریف قریشی • پنکج ادھاس • بدنام نظر
• کفایت دہلوی • سالک بستوی • جمیل حیدر شاد • ناظر نعمان صدیقی • رشید انجم • ڈاکٹر فیروا احمد • نذیر احمد وانی • اقبال احمد

**اپریل تا ستمبر:** • اے جی نورانی • اسمٰعیل ہنیہ • موسیٰ رضا • عبد الغنی شیخ • پروفیسر محمد علی اثر • خلیل مامون • سلام بن رزاق 123_153
• محمد طارق غازی • کاکا سعید احمد عمری • ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی • علامہ کبیر الدین فوزان • عبد الرشید اگوان
• زین العابدین منصوری • ڈاکٹر کہکشاں پروین • شیخ عصام عطار • شیخ ابراہیم حسن لبی • شیخ عبد المجید زندانی
• عطاء الرحمن وجدی • ڈاکٹر سید محمد ابراہیم • افشاں جبیں • ظفر رانی پوری • شاداب ذکی • سلیمان خمار • جمال گیاوی
• پروفیسر شبیر حسن • پروفیسر محمد شہاب الدین • صالح بن تابش • نعیمہ پرویز • رادھے شیام اگروال • سید یوسف روش
• شبر امام • حافظ سلیم انصاری • پروفیسر محمد حسین آزاد • پروفیسر کوشی والا • یعقوب شاہجہانپوری • پروفیسر خیال شاہ القادری
• عباس دانا • اقبال احمد خاں • ڈاکٹر رضیہ سلطانہ • ڈاکٹر اسلم حنیف گنوری • انور شمیم • غلام رسول رضوی مصباحی
• رفعت سعید قریشی • ظفر حسنین جیلانی • سید غازی علی غازی • پروفیسر عطاء اللہ خاں داؤ دنگرے • محمد شفیع خاں
• احمد عاجز بیاولی • عزمی عادل آبادی • قیصر رزاق

**اکتوبر تا دسمبر:** • سید محمد عالم نقوی • پروفیسر عبد الواسع • ڈاکٹر سید شاہ گیسو دراز خسرو حسینی • عارف نقوی • ایس ایم خان • ارشد غازی 87_92
• مولانا ندیم الواجدی • وویک دیب رائے • رتن ٹاٹا • وی ٹی راج شیکھر • جمیل مرصع پوری • فہمی بدایونی • نظر نقش بندی
، اجمل سراج، اشعر رام نگری، مختار ٹونکی، پروفیسر احسن رضوی، فتح اللہ گولن، ضیا فاروقی، محمد احمد انصاری


## نئی کتابیں (New Arrivals)


• جنوری تا مارچ ص 93-95 • اپریل تا ستمبر ص 155-158 • اکتوبر تا دسمبر ص 93-95


---

☆ مرتب سے رابطہ: ریاض، سعودی عرب۔ (موبائل، واٹس ایپ: 966598300320+) ❑❑❑

शिक्षा मंत्रालय
भारत सरकार
MINISTRY OF EDUCATION
Government of India
76 واں یوم جمہوریہ مبارک
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی مطبوعات
26 جنوری
دستورِ ہند کا معمار ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر
Year of publication: 2020
Price: ₹ 80/-
من کی بات
Year of publication: 2018
Price: ₹ 205/-
بھارت کا آئین
THE CONSTITUTION OF INDIA
Year of publication: 2019
Price: ₹ 330/-
حصول آزادی کے لیے ہندوستان کی جدوجہد
1857-1947
Year of publication: 2014
Price: ₹ 234/-
خواتین کی اختیارکاری صنفی مساوات
Year of publication: 2018
Price: ₹ 145/-
مستقبل کا بھارت
Year of publication: 2021
Price: ₹ 50/-
ہندوستان کی قانونی تاریخ
Year of publication: 2000
Price: ₹ 139/-
ہندوستانی نظام قانون
Year of publication: 2020
Price: ₹ 190/-
انسانی حقوق
Year of publication: 2022
Price: ₹ 235/-
آئین ہند
ان کی کہانی
Year of publication: 2024
Price: ₹ 340/-
رابطہ کریں: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان | राष्ट्रीय उर्दू भाषा विकास परिषद्
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education Government of India
Farogh-e-Urdu Bhawan FC - 33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi-110025
011-49539000, 26109746 49539099 www.urducouncil.nic.in director@ncpul.in NationalCouncilforPromotionofUrduLanguage @ncpuldelhi

# نئی کتب

## NEW ARRIVALS
## Classified List

تحقیق و ترتیب: محمد عارف اقبال

| اسمائے کتب | مصنف / مؤلف / مترجم | صفحات | قیمت | ناشر / تقسیم کنندگان |
|---|---|---|---|---|
| **اسلامیات: قرآنیات، سیرت، احادیث، فقہ** | | | | |
| اوراقِ حکمت (قرآن وسنّت کی روشنی میں) | ابرار احمد | 672 | 800/- | اپلائڈ بکس، نئی دہلی۔ Mob: 9953630788 |
| تلخیص تدبر قرآن (دوجلد) | امین احسن اصلاحی، تلخیص: محمد عمر اسلم اصلاحی | 1874 | 2600/- | البلاغ پبلی کیشنز، N-1، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-25 |
| سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن: ایک مطالعہ | ڈاکٹر عظمیٰ خاتون | 172 | 450/- | خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن، علی گڑھ۔ Mobile: 7417349400 |
| ظلم کے ازالے میں اسلام کا کردار | محمد جرجیس کریمی | 216 | 200/- | ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ۔ M: 9027445919 |
| قرآنی بیانیہ (قرآن مجید کی روشنی میں) | ایس امین الحسن | 496 | 500/- | MMI پبلشرز، نئی دہلی۔ Mob: 7290092401 |
| کسب معاش کا اسلامی تصور | محمد انس فلاحی | 176 | 180/- | ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ۔ M: 9027445919 |
| معاشِ نبوی (رسول اکرم ﷺ کے ذرائع آمدنی کا تحقیقی جائزہ) | یٰسین مظہر صدیقی | 180 | 280/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| مسئلہ المصافحہ (طبع جدید مع ضمیمہ) | سیّد شاہ محمد نظام الدین قادری | 96 | 170/- | دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ-05 |
| ہدایت الٰہی نصیب ہونے کے فیوض وبرکات | ظفر الاسلام اصلاحی | 80 | 50/- | حلقہ درس قرآن، اسلام منزل، اقرا کالونی، علی گڑھ-2 |
| **سماجیات: سائنس، سیاست، تعلیم، میڈیا** | | | | |
| تجلیاتِ ربانی تلخیص وترجمہ مکتوبات امام ربانی | نسیم احمد فریدی امروہی | 440 | 450/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| طالب علمی (مدارس اسلامیہ کے طلبا سے خطاب) | ڈاکٹر محمد اکرم ندوی | 240 | 500/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| کیا آدمی پہلے بندر تھا (تجلی کا نظریہ ارتقا نمبر) | عامر عثمانی، ترتیب: عبدالرحمٰن سیف عثمانی | —— | 400/- | عثمانی تحقیقی وتصنیفی ادارہ، دیوبند۔ (یوپی) Mobile: 9456995566 |
| کیا ہم زندہ ہیں؟ (نفسیات کے حوالے سے) | علیزے نجف | 240 | 399/- | ورلڈ اردو پبلی کیشنز اینڈ ریسرچ، نئی دہلی۔ |
| معالجات (جلد اوّل تا چہارم) | وسیم احمد اعظمی | 2326 | 970/- | NCPUL، آر کے پورم، نئی دہلی-110066 Tel. 011-26109746 |
| مکالمہ بین المذاہب (موجودہ صورت حال) | محمد صادر ندوی | 112 | 120/- | ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ۔ M: 9027445919 |
| ناممکن ریاست (اسلام، سیاست اور جدیدیت کی اخلاقی شکل) | وائل حلاق، مترجم: صابر علی | 306 | 500/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| نظریات | حسن مدنی ندوی | —— | 240/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| **شخصیات: تاریخی، دینی، علمی، ادبی** | | | | |
| حیاتِ انقلاب، ڈاکٹر محمد قطب الدین ابوشجاع: حیات وخدمات | مفتی سیّد آصف الدین ندوی | 160 | 200/- | انسٹی ٹیوٹ آف عربک اسٹڈیز، حیدرآباد-500008 Mobile: 9849611686 |
| ظ: ایک شخص تھا | ندیم صدیقی | 208 | 400/- | ندیم صدیقی، ممبرا (تھانے) Mob: 9323786610 |
| عہد ساز شخصیات | عبداللہ عثمانی | 264 | درج نہیں | الحیا پبلی کیشنز، دیوبند۔ Mob: 9528847576 |
| محمد اسحاق صدیقی سندیلوی: حیات وآثار | حافظ محمد عبدالمقیت | 493 | —— | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| یادگار زمانہ ہیں یہ لوگ (شخصیات) | سیّد محمد ازہر شاہ قیصر | 288 | 400/- | مکتبہ الانوار، دیوبند۔ Mob: 8171554526 |

## ادب: انٹرویوز/آپ بیتی/سفرنامہ/خطوط

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| روبرو (ادب اور فلمی ہستیوں کے انٹرویوز) | صدر عالم گوہر | 192 | 500/- | صدر عالم گوہر، پوسٹ پرسولیا، مدھوبنی۔ (بہار) |
| سوانح معاویہ (تحقیق) | یحییٰ نعمانی | 512 | 600/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| وطن کے پھیرے (ہندوستان کے تین سفرنامے) | ڈاکٹر محمد اکرم ندوی | 448 | 700/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| گیان چند جین کے خطوط مشاہیر ادب کے نام (جلد اوّل) | مرتب: ڈاکٹر ٹی آر رینا | 634 | 750/- | ڈاکٹر ٹی آر رینا، جموں۔ Mob: 9419828542 |

## ادب: تحقیق و تنقید/لسانیات/نصابیات

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| 'آئینۂ حیات' اور دوسری تحریریں | پروفیسر عبدالرشید | 464 | 500/- | دلّی کتاب گھر، 3961 گلی خانخانہ، جامع مسجد، دہلی-6 |
| اخلاق اثر بنام شکیل اعجاز | شکیل اعجاز | 76 | 200/- | مصنف، مومن پورہ، اکولہ۔ M: 7219319382 |
| اردو شاعری کی تنقید | پروفیسر ابوبکر عباد | 280 | 350/- | مرکزی پبلی کیشنز، نئی دہلی-110025 |
| اردو شاعری میں قومی یکجہتی | ڈاکٹر شہلا بانو | 200 | 250/- | اپلائڈ بکس، نئی دہلی۔ Mob: 9953630788 |
| اردو صحافت کے روشن نقوش | ڈاکٹر منور حسن کمال | 248 | 400/- | عبارت پبلی کیشنز، نئی دہلی۔ M: 9015698045 |
| اردو صحافت اور ادب (اداریے اور شذرات) | حسن ضیاء | 392 | 300/- | حسن ضیاء، نئی دہلی۔ Mob: 9810594835 |
| اردو فکشن: تفہیم و تجزیہ (تنقیدی مضامین) | ابراہیم افسر | 240 | 399/- | ابراہیم افسر، میرٹھ۔ Mob: 9897012528 |
| بعد از مطالعہ (تبصرے) | ڈاکٹر بدر محمدی | 208 | —— | بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ-800004 |
| تصورات و تفہیمات (ادبی مضامین) | پروفیسر عبدالبرکات | 400 | 445/- | اپلائڈ بکس، نئی دہلی۔ Mob: 9953630788 |
| جموں و کشمیر کی شاعرات | ڈاکٹر محمد یاسین گنائی | 705 | 800/- | جی این کے پبلی کیشنز، کشمیر۔ |
| ڈاکٹر انور حسین خاں اور ان کی بکھری تحریریں | عمران علی آبادی | 272 | 400/- | اظہر حسین میموریل سوسائٹی، نیورہ، ضلع ایودھیا۔ |
| روضۃ الشہدا اور کربل کتھا (تقابلی مطالعہ) | ڈاکٹر صابر علی سیوانی | 312 | 400/- | مصنف، حیدرآباد۔ Mob: 9989796088 |
| شذراتِ اصلاحی (اداریے، امین اصلاحی) | ڈاکٹر عرفات ظفر | 328 | 500/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| غزال آنکھیں چراتے ہیں عظیم آباد والوں سے | فخرالدین عارفی | 208 | 300/- | فخرالدین عارفی، پٹنہ۔ Mob: 9234422559 |
| نسائی ادب کے مختلف زاویے | ڈاکٹر محمد خلیل الدین صدیقی | 308 | 400/- | اردو گھر، قادری نگر اوسہ، لاتور۔ Mob: 9422658736 |
| نگارشاتِ ریاض | ڈاکٹر ریاض احمد | 130 | 300/- | مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامع مسجد، دہلی-110006 |
| نئی صدی نیا ادب | شمیم طارق | —— | 150/- | ساہتیہ اکادمی، 35 فیروزشاہ روڈ، نئی دہلی-110001 |

## ادب: افسانے/ناول/خاکے/طنز و مزاح/انشائیے/ڈرامے

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| اجالے یادوں کے (خاکوں کا مجموعہ) | ڈاکٹر حلیمہ فردوس | 172 | 200/- | مصنفہ، بنگلور۔ Mobile: 94487887013 |
| بے نقاب (ناول) | عروبہ عامر | 496 | 650/- | حرا بک ڈپو، لکھنؤ۔ Mob: 7007892005 |
| حدوں سے آگے (افسانوی مجموعہ) | ڈاکٹر محمد مستمر | 176 | 250/- | ڈاکٹر محمد مستمر، نئی دہلی۔ Mob: 8920860709 |
| ہم اپنے تماشائی (افسانچے) | رؤف صادق | 112 | 200/- | اپلائڈ بکس، نئی دہلی۔ Mob: 9953630788 |
| یادوں کے دریچے | ڈاکٹر اعجاز پاپولر میرٹھی | 140 | 325/- | 333 کریم علی اسٹریٹ، میرٹھ۔ (یوپی) |

## ادب اطفال

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| بچّوں کی شکیل کہانیاں | شکیل اعجاز | 110 | 500/- | مصنف، مومن پورہ، اکولہ۔ M: 7219319382 |
| تارا تارا نظمیں | پروفیسر خالد سعید/ ملنسار اطہر احمد | 56 | 80/- | 414/A1، گنگا بلاک، نیشنل گیمس ویلیج، کورمنگلا، بنگلور-47 |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| سپنوں کا گھر (بچّوں کی کہانیاں) | عادل حیات | 50 | 64/- | عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی۔ Mob: 9313055400 |

## شعری ادب

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| تالاب (نظموں کا مجموعہ) | نیاز جیراجپوری | 176 | 350/- | نیاز جیراجپوری، اعظم گڑھ۔ M: 9935751213 |
| دشتِ جنوں (مجموعہ غزلیات، منظومات) | ڈاکٹر فداء المصطفیٰ فدوی | 180 | 250/- | الفاظ پبلی کیشنز، ناگپور۔ Mob: 7721877941 |
| دل کی کتاب (شعری مجموعہ) | قاسم خورشید | 208 | 500/- | EPH، D16/1 انصاری روڈ، دریا گنج، نئی دہلی-2 |
| کربِ احساس (شعری مجموعہ) | وکیل احمد ساغر | 144 | 300/- | بختاور ہاؤس، نیلر پاڑہ، سوائی مادھو پور-322028 |
| گفتار (اشاریے، بیانیے، تجزیے، کنایے) | مامون ایمن (نیو یارک) | 144 | 500/- | ادبی نشیمن، 544-C/168 الماس باغ، ہردوئی روڈ، لکھنؤ |
| میرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے (نعتیہ کلام) | ترتیب و تحقیق: محمد متین خالد | 526 | 1600/- | اُفق پبلی کیشنز، 119 بک مال، اردو بازار، کراچی |
| نقشِ ثباتِ دوام (مجموعہ کلام) | ڈاکٹر محمد نفیس حسن | 236 | 125/- | ڈاکٹر محمد نفیس حسن، نئی دہلی۔ M: 9873313399 |

## رسائل و جرائد: خصوصی اشاعت

اثبات، کتابی سلسلہ 44، (گوشہ اطہر فاروقی)، ایڈیٹر: اشعر نجمی، نائب: رضوان الدین فاروقی، جنوری 2025، صفحات 510، قیمت -/800 روپے،
ملنے کا پتہ: دہلی اور ممبئی۔ موبائل نمبر بالترتیب: 9910482906 - 9372247833

ادراک گوپال پور (25)، (خصوصی اشاعت مضامین شعلہ)، ایڈیٹر: پروفیسر سیّد حسن عباس، اشاعت 2024، صفحات 374، قیمت -/300 روپے،
مرکز تحقیقات اردو و فارسی، گوپال پور، باقر گنج، سیوان-841286 (بہار)۔ موبائل: 9839337979

انتساب، سہ ماہی (پاکستان کے نثری نظم نگاروں کے نام)، ایڈیٹر: ڈاکٹر سیفی سرونجی، آفاق سیفی، استوتی اگروال، اکتوبر تا دسمبر 2024، صفحات 252،
قیمت -/200 روپے، پتہ: سیفی لائبریری، سرونج-464228 (مدھیہ پردیش)۔ موبائل: 9425641777

جامعہ رسالہ (شمارہ 10، 11، 12)، ایڈیٹر: پروفیسر شہپر رسول، جلد 120، اکتوبر تا دسمبر 2023، صفحات 208، قیمت -/100 روپے،
ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی-110025

جہانِ اردو (شمارہ 94)، ایڈیٹر: پروفیسر مشتاق احمد، اپریل تا جون 2024، صفحات 272، قیمت -/100 روپے، پتہ: جہانِ اردو، رحم گنج،
دربھنگہ-846004 (بہار)۔ موبائل: 9431414586

رہنمائے تعلیم جدید (گوشہ عزیز اللہ شیرانی)، ایڈیٹر: کے ایل نارنگ ساقی / ابونعمان، فروری 2025، صفحات 98، قیمت -/50 روپے،
پتہ: K-7/6 گلی نمبر 22، ویسٹ گھونڈہ، دہلی-110053۔ موبائل نمبر: 9268083585

صحت اردو انٹرنیشنل (کتابی سلسلہ، غزل نمبر)، ایڈیٹر: اکمل شاکر / وارث اسلم ماہی، جنوری تا جون 2025، صفحات 357، قیمت -/1000 روپے،
پتہ: اکمل شاکر، واڈ نمبر 5، سبی-91300، بلوچستان (پاکستان)۔ موبائل: 3218911351 92+

المجیب، سہ ماہی (خصوصی شمارہ یوم ولادت نبوی ﷺ)، ایڈیٹر: ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری، جلد 64، شمارہ 3، جولائی تا ستمبر 2024، صفحات 80،
سالانہ -/450 روپے، پتہ: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ-801505 (بہار)۔ موبائل: 9835654330

نقوشِ طیبات (رحمت للعالمین نمبر)، ایڈیٹر: محمد ناصر سعید اکرمی، اشاعت 2024، صفحات 344، قیمت -/250 روپے،
امام حسن البنا انسٹی ٹیوٹ، بھٹکل (کرناٹک)۔ موبائل: 9902105300

وِرثہ، سہ ماہی (پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی نمبر)، ایڈیٹر: رئیس وارثی / نصیر وارثی، اپریل تا جون 2024، جلد 4، شمارہ 11، صفحات 104، قیمت -/125،
پتہ: اردو مرکز، نیو یارک (امریکہ) Email: urdumarkazusa@gmail.com

❑❑❑

سعید اختر اعظمی کا پہلا شعری مجموعہ: **شام کے سائے**
صفحات: 160 اشاعت: 2024 قیمت: -/200 روپے ISBN 978-93-90579-88-4
ملنے کا پتہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی-110002 فون نمبر: 011-44753890 [چند کاپیاں دستیاب ہیں]

# ابن صفی کی عصری معنویت

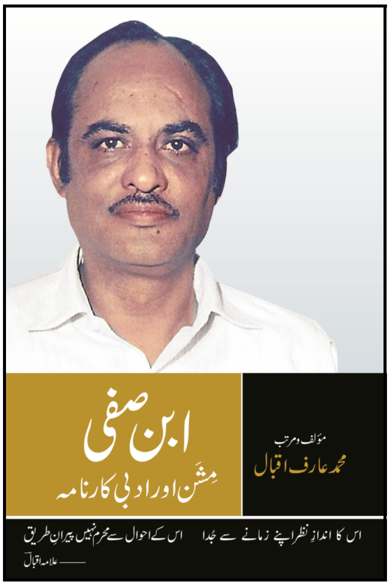


## ابن صفی: مشن اور ادبی کارنامہ

### مولف ومرتب: محمد عارف اقبال

اردو میں جاسوسی ادب کے معمار
ابن صفی کی ادبی خدمات کا احاطہ کرتے ہوئے
ہندوستان میں پہلی بار ایک جامع کتاب۔
ابن صفی کے پرستاروں اور ابن صفی پر تحقیق کرنے والے
اسکالرز کے لیے۔
صفحات: 904 (مجلد)، نیا ایڈیشن: 2016
(حذف واضافہ شدہ)، قیمت: -/900 روپے

ISBN 978-93-83239-27-6

## اوراقِ پارینہ

### از: ادریس شاہجہانپوری

جاسوسی دنیا کے پیش لفظ، اداریے اور پیش رس، تفریح کے
ساتھ تحقیق کرنے والوں کے لیے
یہ کتاب تحقیق کے نئے دروا کرتی ہے۔
صفحات: 614 (مجلد)، اشاعت اول: 2023
قیمت: -/1000 روپے

ISBN 978-93-9513-423-95

رابطہ: اردو بک ریویو، نئی دہلی
Mobile: 9953630788

## دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کی تازہ ترین پیش کش !

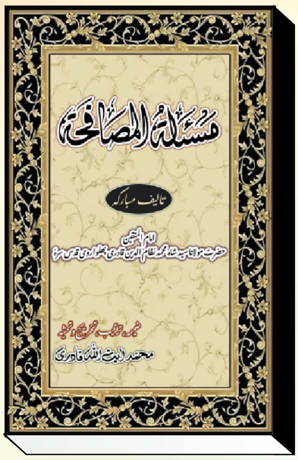


# مسئلۃ المصافحہ

**تالیف مبارکہ**

امام المتقین حضرت مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری پھلواروی قدس سرہ

**ضمیمہ، ترتیب، تخریج وتحشیہ**

جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی

زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

مصافحہ کے موضوع پر امام المتقین حضرت مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری قدس سرہ کا ایک مختصر لیکن نہایت جامع اور مدلل رسالہ ہے جس میں حضرت مصنف قدس سرہٗ نے مصافحہ کے ثبوت خصوصاً مصافحہ بعد نماز فجر وعصر کے جواز پر شرح وبسط کے ساتھ گفتگو کی ہے اور متعدد احادیث وآثار سے اوقات مبینہ میں مصافحہ کو نہ صرف ثابت کیا ہے بلکہ عام مصافحہ سے افضل قرار دیا ہے۔ پھر موضوع کی مناسبت سے مسئلہ دست بوسی کو بھی احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ رسالہ کی اہمیت کی خاطر طبع جدید کا ارادہ ہوا تو زیب سجادۂ مجیبی جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی نے ترتیب وتخریج اور حاشیہ نگاری سے رسالہ کو مزید مفید ومزین کرنے کے علاوہ اپنے راہوار قلم سے گراں قدر ضمیمہ کا اضافہ بھی فرمایا ہے جس میں دست بوسی و قدم بوسی پر نہایت مفصل بحث کی گئی ہے اور حدیث وفقہ کے مستند ومعتبر حوالوں سے اپنے مدعا کو مدلل و مبرہن کیا ہے۔ نیز خانوادۂ مجیبیہ کے گل سرسبد معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی بدر احمد مجیبی مدظلہ کی گراں قدر تحریر ”حرفے چند“ کے تحت شامل کتاب ہے۔

۹۶ر صفحات پر مشتمل یہ تصنیف لطیف حسن ترتیب، عمدہ وقیمتی کاغذ سے مزین، خوبصورت ڈیزائن اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔ خواہش مند حضرات **-/170** روپے میں دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے حاصل کر کے استفادہ کر سکتے ہیں۔

رابطہ : 0612-3181835 ,+91-9942000618

**URDU BOOK REVIEW** QUARTERLY
NEW DELHI-110 002
Ph.: (Office) 011-44753890, Mobile: +91-9953630788

R.N.I. No. 63106 / 95
VOL. XXXI ISSUE NUMBER - 41
January, February, March - 2025

SILVER JUBILEE YEAR 2015
ALL INDIA UNANI TIBBI CONGRESS
REGISTERED ON 9th AUGUST 1990

# ’آل انڈیا یونانی طبّی کانگریس‘

## فروغِ طب کی ایک مکمل تحریک ہے

آپ بھی ممبر بن کر اس تحریک کا حصہ بن سکتے ہیں!

ممبر شپ حاصل کرنے کے لیے دو عدد فوٹو، ووٹر آئی ڈی یا آدھار کارڈ کی فوٹو کاپی

اور ایک ہزار روپے کا ڈی ڈی کسی بھی بینک سے

"ALL INDIA UNANI TIBBI CONGRESS"

کے نام بنوا کر مرکزی دفتر ’آل انڈیا یونانی طبّی کانگریس‘ کو رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کریں۔

### مرکزی دفتر

## آل انڈیا یونانی طبّی کانگریس

D-49، نیو سیلم پور، نزد شہید اشفاق اللہ خاں پارک، دہلی-110053

***Branch Office***

Sadar Unani Clinic, 1739/2, M.P. Street, Pataudi House,
Darya Ganj, New Delhi - 110002
**Tel.: 011-47524630 / 9810429359 / 7893246825**
E-mail: aiutcongress@gmail.com, mahmad1952@yahoo.com
Website: www.aiutc.com

ISSN 0971-9288

Printed, published and owned by **Mohammad Arif Iqbal**, Printed at Asila Offset Printers, 1307-08, Kalan Mahal, Darya Ganj, New Delhi-2 and published from 1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002 *Editor :* **Mohammad Arif Iqbal**